نظامِ پنجاب

ہز ایکسلنسی سر میلکم ہیلی۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ گ۔ پنجاب

نظامِ پنجاب

مُصنّفہ

مسٹر کے۔ ایل۔ لیارام ہیڈ ماسٹر رنگ محل مشن ہائی سکول لاہور

و

ودھاوا رام شرما بی۔ اے جنرل نالج ٹیچر رنگ محل مشن ہائی سکول لاہور

جس کو

جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب نے سرکلر نمبر ۲ سیریل نمبر ۸۱۴۵ بی

مورخہ ۲۸ جون ۱۹۲۶ء کے مطابق جونیر ورنیکلر اور سونیئر ورنیکلر طلباء کے لئے

ٹیکسٹ بک مقرر کیا ہے

مفید عام پریس لاہور میں باہتمام لالا موتی رام منیجر چھپا

دفعہ سوم | تعداد جلد تین ہزار | قیمت ... عہ

انتساب

اُس دِلی عقیدت اور نیاز مندی کے ساتھ جو ہمیں
جناب نواب مستطاب ہز ایکسلینسی سر میلکم ہیلی
کے۔ سی۔ ایس۔ آئی، سی۔ آئی۔ ای، آئی۔ سی۔ ایس،
گورنر پنجاب کی خدمت والا میں حاصل ہے۔ ہم
اپنی اِس ناچیز تصنیف کو حضور ممدوح کے اسم گرامی
سے باجازت خاص منسوب کرنے کا شرف حاصل
کرتے ہیں۔

نیاز مندان
مصنفین

فہرستِ مضامین

دیباچہ

از

خان بہادر سر۔ شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹرایٹ لا سابق وزیر تعلیم پنجاب

نظامِ پنجاب

مسٹر کے۔ ایل رلیارام صاحب نے "نظامِ پنجاب" نامی ایک کارآمد کتاب لکھی ہے۔ جس کا پہلا نسخہ میرے سامنے ہے۔ صاحب موصوف رنگ محل مشن ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر ہیں۔ اور اس لئے اپنے تعلیمی تجربہ سے محسوس کر سکتے ہیں کہ طالب علموں کی معلومات میں کیا اضافہ درکار ہے۔ اس سے پہلے وہ لاہور کی میونسپل کمیٹی کے سیکرٹری اور پنجاب کی کونسل کے ممبر رہ چکے ہیں۔ اِس لئے انہیں پنجاب کے موجودہ نظام کے سمجھنے اور اس پر غور کرنے کا موقع بھی حاصل رہا ہے۔ انہوں نے یہ چاہا ہے کہ اس مختصر سی کتاب کے ذریعے سے پنجاب کے مدارس کے طلبہ کو جدید اصلاحات اور آئین کے متعلق ضروری معلومات بہم پہنچادیں۔ اس مقصد کے مفید ہونے میں کلام نہیں اور میرے خیال میں اس مضمون پر ایک درسی کتاب کی ضرورت تھی جو کتاب ہذا کی تالیف سے فاضل مؤلف نے پوری کی ہے۔ کسی ملک کے شہری ہونے کے حقوق اور فرائض کو جاننا۔ اس ملک کے ہر باشندے کے لئے لازم ہے اور بچوں کی تعلیم کمل نہیں ہو سکتی۔ جبتک وہ ان حقوق اور فرائض سے آگاہ نہ ہوں۔ اور شروع ہی سے اس مسئلہ سے دلچسپی نہ رکھیں۔ کیونکہ یہی لوگ ہیں جو کل کو شہری بنیں گے اور جو ان تجویزوں سے فائدہ اُٹھا سکیں گے۔ جن کی بنا آج ڈالی جا رہی ہے۔ پس جیسے ان کے لئے پنجاب کے جغرافیہ سے واقفیت

ضروری ہے۔ یا تاریخ پنجاب کا جاننا مفید ہے۔ اسی طرح جدید نظام کے حالات سے باخبر
ہونا لازم ہے ۔

اس کتاب میں دیہات کے انتظام اور پنچایتوں کے فوائد سے لے کر میونسپل کمیٹیوں۔
ڈسٹرکٹ بورڈوں اور واضعانِ قانون کی کونسل تک کی ساخت پر نظر ڈالی گئی ہے۔ اور طالب علموں
کو بتایا گیا ہے کہ یہ مجالس کس طرح شروع ہوئیں اور کس طرح موجودہ حالت تک پہنچی ہیں۔ اس کے
علاوہ موجودہ حکومت کے طریق کا بھی مختصر سا خاکہ کھینچا گیا ہے۔ اور دکھلایا گیا ہے کہ پٹواری اور
تحصیلدار سے لے کر ڈپٹی کمشنر صاحب اور گورنر صاحب بہادر تک مختلف درجوں کے افسر انتظامی
اور مالی کام کس طرح چلاتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ دوسرے محکمے جیسے پولیس یا حفظانِ صحت
یا تعلیم کس طرح کام کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مؤلف کو بہت سی معلومات کو تھوڑے سے
اوراق (یعنی سوا سو صفحوں) میں جمع کرنے میں اچھی کامیابی ہوئی ہے۔ جس پر وہ مبارکباد کے
مستحق ہیں مجھے قوی امید ہے کہ مسٹر رلیارام کی کوشش تعلیمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے
دیکھی جائے گی۔ اور یہ کتاب درسی کتابوں میں شامل کی جائے گی ۔

عبدالقادر

چند ابتدائی کلمات

تمہید

رعیت چو بیخ است سُلطاں درخت
درخت اے پسر باشد از بیخ سخت

یہ ایک مقبول و مسلمہ عام حقیقت ہے کہ راعی اور رعایا کے باہمی تعلقات میں چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔ راجا پرجا کے بغیر اور پرجا راجہ کے بغیر کچھ چیز نہیں ہے۔ دونو لازم و ملزوم۔ اور آپس میں ایسے مربوط اور پیوستہ ہیں۔ کہ اِن میں جدائی اور افتراق کا تصوّر بھی محال ہے۔ رعیّت کی ترقی یہ ہے کہ وہ خوشحال اور فارغ البال ہو۔ اس کا مال۔ اسکی جان اور جائداد ہر جابر کے تصرّف سے مامون و مصئون ہو اور ہر فرد کسی خارجی روک کے بغیر اپنے جائز مقاصد اور مناسب مطالب حاصل کرسکتا ہو۔ حکومت کا اقبال اور عروج یہی ہے۔ کہ محکوم اس کا فرمانبردار اور اس سے خوش ہو۔ جس طرح کوئی مقصود ضروری اور لازمی اسباب کے اختیار کرنیکے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ اِسی طرح راعی ہو یا رعایا صحیح وسائل عمل میں لانے کے بغیر اپنی مراد کو نہیں پہنچ سکتی۔ بنابریں، ہم اس کتاب میں یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ وہ فرائض کیا ہیں۔ جو ہم پر رعایا ہونے کے لحاظ سے عائد ہوتے ہیں۔ اور وہ ذمہ داریاں کیا ہیں جو شہری ہونے کی حیثیت سے ہم پر لاحق ہوتی ہیں ۰

آغازِ مطلب

حکومتِ انگلستان نے ضابطۂ ہند مجریہ ۱۹۱۹ء یعنی اصلاحات کی شکل میں اپنے دیرینہ وعدے

عطا کئے ہیں۔ اِن اصلاحات کے رُو سے رعایا کو اپنے مُلک کی حکومت میں ممتاز حصہ اور حق حاصل ہو گیا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنی باقاعدہ تربیت کیلئے گورنمنٹ کے نظم و نسق اور مختلف صیغہ جات کے دستور العمل کے متعلق کماحقہ، واقفیت ہونی ضروری ہے موجودہ زمانہ میں آئندہ آئینی اور منتظم حکومت کیلئے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کیلئے اشد ضرورت ہے کہ ہمکو معلوم ہو۔ کہ ہمارے مُلک کا طرزِ حکومت کیسا ہے کس قسم کے قوانین نافذ ہوتے ہیں، اُنہیں کون بناتا ہے۔ اور ان میں کس طرح ترمیم اور اصلاح ہوتی ہے۔ مُلک کے انتظام میں ہمارا کتنا ہاتھ ہے ہماری ذمہ داریاں اور ہمارے حقوق کیا ہیں، حاکم و محکوم میں کیا رشتہ ہوتا ہے، بدامنی اور مفسدہ پردازی کی حق تلفی ہو۔ تو کن ذرائع سے تلافی ہو سکتی ہے۔ وغیرہ محکمہ تعلیم نے نصابِ مدارس میں جہاں دیگر مضامین کی تعلیم و تدریس کا انتظام کر رکھا ہے۔ وہاں مضمونِ شہریت کی طرف بالکل توجہ نہیں کی۔ جس کا صریح نتیجہ یہ ہے کہ مُلک کے نوجوانوں کو آئین سلطنت کے موٹے موٹے رموز اور نکات سے بھی لاعلمی ہے۔

متذکرہ بالا امور کو مدِ نظر رکھ کر طلباء میں شہریت کے اصولوں کی اشاعت کے لئے یہ کتاب موسومہ "**نظام پنجاب**" بڑی محنت و جانفشانی سے آسان عبارت میں تیار کی گئی ہے اور اس کو مندرجۂ ذیل ابواب پر منقسم کیا گیا ہے۔

(۱)۔ خاندان ایک چھوٹی سی ریاست ہے (۲)۔ دیہات کا انتظام (۳) ضلع کا انتظام (۴)، صوبہ کی حکومت (۵)۔ پنجاب کا موجودہ انتظام ا نیا طرزِ حکومت۔ گورنر مجلسِ انتظامیہ۔ مجلس وضع قوانین ارکان حلقہ ہائے انتخاب (۶)۔ پنجاب سول سروس اور پولیس (۷)۔ محکمۂ عدالت و جیل (۸) گورنمنٹ کی آمدنی اور خرچ کے وسائل (۹)۔ لوکل سلف گورنمنٹ (۱۰) محکمہ رفاہِ عامہ (۱۱) آبپاشی۔ انہار (۱۲)۔ تعلیم۔ (۱۳)۔ زراعت و تجارت (۱۴) محکمۂ طبی و حفظانِ صحت (۱۵) باشندے۔ زبانیں اور مذاہب۔

ہر محکمہ کے سابقہ اور موجودہ طرزِ انتظام۔ انکے متعلق اعداد و شمار اور بتدریج تغیر و تبدل پر مستند کتب اور ہر محکمہ کی شائع شدہ رپورٹوں کی بنا پر وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور بعض مشکل امور کی تشریح کے لئے متعدد نقشے۔ گراف اور تصاویر دے دی گئی ہیں۔ تاکہ طلباء کو مطالب

کے سمجھنے میں سہولت ہو۔غرض کتاب کیا ہے۔نظام پنجاب کے متعلق واقفیت کا خزانہ ہے۔ اُمید واثق ہے۔کہ یہ کتاب اُردودانِ پبلک۔اساتذہ اور طلباء کیلئے از حد مفید ثابت ہوگی۔اس کے مطالعہ سے ان میں اپنے فرائضِ منصبی اور ذمہ داریوں کا احساس پیدا ہو جائیگا۔ اور یہ احساس نشوونما حاصل کرکے ان کو مفید ملک وقوم شہری بنا دیگا۔

اِس کتاب کی تیاری میں مندرجۂ ذیل کتب سے امداد حاصل کی گئی ہے۔جس کے لئے ہم ان کے مصنفوں اور ناشروں کے تہ دِل سے ممنون ہیں:۔

۱۔لینڈ آف دی فایو ریورز LAND OF THE FIVE RIVERS

۲۔سٹی زن آف انڈیا مصنّفہ لی وارنر۔

۳۔پنجاب اور شمال مغربی سرحدی صوبہ دکشمیر مصنّفہ ڈوئی فنانشل کمشنر۔

۴۔مانٹیگو چیمسفورڈ رپورٹ۔

۵۔انڈیا انڈر کمپنی اینڈ کراؤن مصنّفہ سٹارک INDIA UNDER COMPANY AND CROWN

۶۔موڈرن انڈیا مصنّفہ گیرٹ۔

۷۔رپورٹ مردم شماری ۱۹۲۱ء

۸۔انڈین ایڈمنسٹریشن۔

۹۔انڈین لینڈ پالیسی پنجاب۔

۱۰۔انڈسٹریل پنجاب مصنّفہ اے لطیفی۔

۱۱۔رسالہ حفظانِ صحت۔

۱۲۔ INDIAN YEAR BOOK 24, 25

فصل اوّل

خاندان ایک چھوٹی سی ریاست ہے

ریاست کی ابتدا۔ تاریخی زمانہ سے پہلے لوگ چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں رہتے تھے اور عام طور پر مختلف قبیلوں میں منقسم تھے۔ ہر قبیلہ کئی خاندانوں کا مجموعہ ہوتا تھا خاندان کا بزرگ اپنے حلقہ میں سردار یا راجہ کے فرائض انجام دیتا تھا۔ گھر کے سب اشخاص اسکے ماتحت ہوتے تھے۔ جس طرح بادشاہ اپنی رعایا کا ذمہ دار اور خیر اندیش ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ بزرگ اپنے خاندان کے افراد کی بہتری اور بھلائی میں مصروف رہتا تھا۔ اگر کوئی فرد اسکی نافرمانی کرتا تھا تو وہ سزا کا مستوجب خیال کیا جاتا تھا۔ شروع شروع میں یہ خیال ہر ملک کے باشندوں ہر سوسائٹی کے ممبروں اور ہر مذہب کے پیروؤں میں بڑے زور سے پایا جاتا تھا۔ مثلاً اہلِ روما میں گھر کے بزرگ کے غیر محدود اختیارات ہوتے تھے اور کوئی شخص اسکی رائے کے خلاف چون وچرا نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن جوں جوں زمانہ تبدیل ہوتا گیا لوگوں میں ذاتی جائداد کے متعلق تنازعات پھیلنے لگے۔ آدمیوں کی تعداد دُنیا میں بڑھنے لگی اور سوسائٹی خاندانوں اور قبیلوں سے زیادہ وسیع ہونے لگی۔ جب خود غرض لوگوں نے اپنے سادہ لوح بھائیوں کے حِصّوں کو زبردستی چھیننا شروع کیا اور حرص و طمع نے لوگوں کے دلوں پر غلبہ پا لیا تو لوگوں کو ریاست کے قائم کرنیکی ضرورت محسوس ہُوئی انہوں نے یہ خیال کیا کہ اپنے میں سے ایک ایسا آدمی منتخب کیا جائے جو سب کی حفاظت اور بہتری میں ہمہ تن مصروف رہے۔ چنانچہ چند مختلف خاندانوں نے مل کر اپنا علیٰحدہ علیٰحدہ راجہ مقرر کر لیا۔ جوں جوں زمانہ ترقی کرتا گیا ان چھوٹے چھوٹے راجاؤں نے اپنی حفاظت کیلئے اپنے میں سے ایک کو مہاراجہ منتخب کر لیا۔

کیا ریاست کی ابتدا خدا کی طرف سے ہُوئی ہے؟ بعض اشخاص کا عقیدہ ہے کہ ریاست کا

آغاز خدا کی طرف سے ہوا ہے۔ ہندوؤں کی مقدس کتابوں کے مطالعہ سے ہمارا یہ خیال زیادہ پختہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً مہابھارت میں درج ہے۔ کہ آغاز عالم میں نہ کوئی راجا مقرر تھا نہ حاکم۔ سب لوگ اپنے عقیدہ کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے۔ ہر طرف امن و امان اور نیکی کا دَور دورہ تھا۔ لیکن جب نیکی کے بجائے بدی نے اپنا سکّہ بٹھالیا۔ اور طاقتوروں نے کمزوروں کو ستانا اور دبانا شروع کیا۔ تو دیوتاؤں نے برہماجی کے آگے لوگوں کی حفاظت اور نگہبانی کیلئے درخواست کی۔ اس پر برہماجی نے اپنے بیٹے کو دُنیا کا بادشاہ مقرر کیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ریاست کی ابتدا خدا کی طرف سے ہُوئی ہے۔ اِسی واسطے ہندوؤں کی متبرک مذہبی کتابوں میں بادشاہ کو خدا کا جانشین مانا گیا ہے ؛

اِسی عقیدہ کو یوروپ کے عیسائی بادشاہوں نے حقِ خداوند DIVINE RIGHT کے نام سے موسوم کیا۔ اُن کا عقیدہ تھا۔ کہ جس طرح انسان خدائی احکام کو تسلیم کر لیتا ہے۔ اسی طرح اسکے لئے بادشاہی قوانین کی تعمیل لازمی ہے۔ کیونکہ بادشاہ اس دُنیا میں خدا کا نائب ہے۔ بادشاہ کی فرمانبرداری اور اطاعت عین خدا کی فرمانبرداری اور اطاعت ہے۔ اور اسکی نافرمانی عین خدا کی نافرمانی ہے۔ جس طرح خدا اپنی مخلوق کو عزیز اور محفوظ رکھتا ہے۔ اسی طرح بادشاہ کا مقدم فرض ہے۔ کہ وہ سوتے جاگتے۔ اُٹھتے بیٹھتے۔ کھاتے پیتے اپنی رعایا کا خیال رکھے اور اس کی بھلائی اور بہتری سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہو ؛

اہلِ اسلام نے بھی اسی اصول کو دُنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ چنانچہ ان کے ہاں بادشاہ "خلیفۃ اللہ" یعنے خدا کا نائب کہلاتا ہے ؛

باہمی معاہدے کے ذریعے سے ریاست کا آغاز۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ریاست کی ابتدا بادشاہ اور رعایا کے مابین معاہدہ کے ذریعہ سے ہُوئی۔ مہاونش پران میں اس حقیقت کو واضح طور پر مثال کے ذریعے سے بیان کیا گیا ہے۔ اس میں درج ہے کہ جب لوگوں کے اندر شخصی یا خاندانی ملکیت کا خیال پیدا ہو گیا۔ تو ایک شخص نے دوسرے کے دھان چُرالئے

اس پر لوگوں نے باہمی مشورہ کر کے فیصلہ کیا۔ کہ ہمیں اپنے میں سے چند طاقتور اور نیک آدمیوں کو اپنا حاکم مقرر کرنا چاہئیے جو ہماری حفاظت کر سکیں۔ اور چوروں۔ ڈاکوؤں کو قرار واقعی سزا دے کر ملک میں امن و امان قائم اور مستحکم کریں۔ چنانچہ انہوں نے ایک آدمی کو اس قسم کے اختیار دے کر اپنا راجہ مقرر کیا۔ اور اس کی خدمات کے معاوضے میں اس کو اپنے کھیتوں کی پیداوار کا کچھ حصّہ دینا منظور کیا۔ اس طرح باہمی معاہدہ کا اصول رعایا۔ اور بادشاہ کے درمیان رائج ہُوا۔ فرانس کے مشہور و معروف فلاسفر روسو نے بھی اسی خیال کی اشاعت کی۔ کہ ریاست کی ابتدا باہمی معاہدے پر مبنی ہے ؞

خاندان بذات خود ایک چھوٹی سی ریاست ہے

مندرجہ بالا اصول سے واضح ہوتا ہے کہ ریاست کیا ہے۔ اسکی ابتدا کیونکر ہوئی۔ اور اس سے کیا فائدہ پیش نظر ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ انسان ریاست کے بغیر محض حیوان ہے۔ حیوانات ہی ریاست کے بغیر گذارہ کر سکتے ہیں اور ان کے لئے کسی قسم کے انتظام کی ضرورت نہیں لیکن ان میں سے بعض نے اب اتنی ترقی کر لی ہے کہ ان میں بھی ریاست کے قائم کرنے کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ شہد کی مکھیوں اور چیونٹیوں نے اپنی ضروریات اور انتظام کے لئے اپنی حدود کے اندر جُدا جُدا ریاستیں قائم کر لی ہیں۔ لیکن اگر بغور دیکھا جائے تو حضرتِ انسان کے لئے اسکا خاندان ہی ایک چھوٹی سی ریاست ہے۔ جس پر وہ حکومت کرتا ہے اور اپنے کنبے کے آدمیوں اور بچوں کی پرورش و حفاظت میں ہمہ تن سرگرم رہتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ بادشاہ کے ماتحت بڑا بھاری لشکر اور لاتعداد نوکر ہوتے ہیں اسکے علاوہ اسکی آمدنی کے وسائل بھی کافی ہوتے ہیں لیکن خاندان کے بزرگ کی حالت میں گھر کی مامائیں۔ باورچی اور سائیس وغیرہ گھر کے ملازم ہیں اور فوج کے فرائض ادا کرتے ہیں۔ گھر کے آدمی عورتیں اور بچے ادنیٰ پیمانے پر رعایا کی مانند ہیں۔ لہذا خاندان کا بزرگ اپنے خاندان کے لئے بمنزلہ بادشاہ کے ہے جو اپنی معمولی سی ریاست پر اپنے ماتحت ملازمین اور نوکروں کے ذریعے سے حکمرانی کرتا ہے۔ لیکن ایک خاندان اپنی تمام ضروریات کو پورا نہیں کر سکتا۔ اسلئے مل کر کام

کرنے اور زیادہ ترقی حاصل کرنے کے ریاست کا وجود ضروری ہے۔

بدقسمتی سے چند اشخاص دوسروں کو مار پیٹ کر یا دھوکا دیکر انکا مال ہضم کر لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں انکے انتظام کے لئے پولیس اور عدالتوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ دُنیا میں ایسی ابھی بہت سی زبردست اقوام موجود ہیں جو دوسروں کے مال اور حق کو چھین لینا چاہتی ہیں۔ اس لئے انکو دُور کرنے اور رعایا کے جان و مال کو محفوظ رکھنے کے لئے فوجوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ غرض ریاست کا وجود ہی تہذیب کی نشانی ہے۔ ایک یونانی فلاسفر کا قول ہے "کہ انسان ایک ریاستی جانور ہے" سچ پوچھیے تو ریاست ایک جہاز کی مانند ہے۔ جس میں ہم سوار ہو کر مخالف ہوا کے جھونکوں اور ظلم و ستم کی چٹانوں سے محفوظ رہتے ہیں اور سیاسی میدان کی شاہراہ پر گامزن ہو کر صحیح سلامت منزلِ مقصود پر پہنچ جاتے ہیں۔ اس لئے جس طرح افرادِ خاندان کے لئے گھر کے بزرگ کی اطاعت ضروری ہے اسی طرح ہمیں اپنے بادشاہِ وقت کی فرمانبرداری کا فخر حاصل کرنا چاہیئے۔

سوالات

۱۔ زمانہ قدیم میں لوگ کس طرح رہتے سہتے تھے۔ نیز ریاست کی ابتدا کیونکر ہوئی؟

۲۔ تم کس طرح ثابت کر سکتے ہو۔ کہ ریاست کی ابتدا خدا کی طرف سے ہُوئی ہے؟ اپنے جواب کو مثالیں دے کر واضح کرو۔

۳۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ریاست کا وجود باہمی معاہدے پر مبنی ہے۔ تم اس مقولے کو کس طرح ثابت کر سکتے ہو؟

۴۔ ہمیں بادشاہ وقت کی اطاعت کیوں کرنی چاہیئے؟

۵۔ خاندان بذاتِ خود چھوٹی سی ریاست ہے۔ اس کی تشریح کرو۔

فصل دوم

دیہات کا انتظام

ہمارے مُلک کی آبادی دو حصّوں میں منقسم ہے (۱)۔ دیہاتی (۲) قصباتی۔ اِس مُلک میں اوّل قسم کی آبادی نوّے فیصدی پائی جاتی ہے۔ دیہات کا انتظام تاریخی زمانے سے لیکر انگریزی عملداری کے آغاز تک دیہاتی پنچایتوں کے ہاتھ میں رہا ہے۔ سر چارلس مٹکاف سابق گورنر جنرل ہند نے دیہاتی لوگوں کی نسبت اپنی رائے کا اظہار یوں فرمایا ہے "ہندوستان پر یکے بعد دیگرے کئی خاندان حکومت کرتے رہے۔ کئی بغاوتیں ظہور میں آئیں۔ ہندو۔ پٹھان۔ مغل۔ مرہٹے۔ سکھ اور انگریز ہند کے حُکمران ہُوئے مگر دیہاتیوں کی اقتصادی۔ سیاسی اور تمدنی حالت میں بہت کم تغیر و تبدّل ہُوا۔ کیونکہ دیہات کا انتظام ہر پہلو سے مکمل تھا۔ یہ لوگ پنچایتوں کے ذریعے سے اپنے مقدمات فیصل کرتے تھے۔ اپنی دیگر ضروریاتِ زندگی اور آسمانی بلاؤں کے بچاؤ کے لئے متفق تھے۔ انکے اپنے انتظامی افسر ہوتے تھے۔ جو آجکل بھی اِس سے مختلف صورت میں موجود ہیں۔ ہماری مہربان گورنمنٹ نے از سرِ نو دیہات کے انتظام کی طرف اپنی توجہ مبذول کی ہے۔ اور صوبہ پنجاب میں پنچایت ایکٹ رائج کیا ہے۔

دیہات کی اقسام۔ ہندوستان میں دو قسم کے دیہات ملتے ہیں (۱)۔ رعیت واری (۲) مشترکہ پہلی قسم کے دیہات دکن میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ انکی بنیاد اُس زمانے میں پڑی۔ جب لوگ اپنے اپنے قبیلوں میں بود و باش رکھتے تھے۔ ایک قبیلہ ملک کے کسی خاص حصّہ میں اپنے بزرگ کے ماتحت آباد ہو گیا۔ اور اس نے وہیں اپنا گاؤں بسا لیا۔ یہ لوگ اپنے بزرگ کو پٹیل کہتے تھے اور قبیلے کے تمام افراد اس کے ماتحت ہوتے تھے۔ اس قسم کے گاؤں میں پٹیل موروثی عہدہ ہوتا

ہے۔ یہ عہدہ دار گاؤں کا نمائندہ ہوتا ہے جو اپنے گذارے کیلئے موروثی جاگیر ورثے میں حاصل کرتا ہے
دوسری قسم کے دیہات شمالی ہند میں خصوصاً اضلاع متحدہ آگرہ و اودھ۔ پنجاب اور شمال مغربی سرحدی صوبہ میں پائے جاتے ہیں۔

سوسائٹی کی ابتدائی منزل میں بعض فرقے مویشی چرانے کا کام کرتے تھے اور بعض کھیتی باڑی کا۔ جو فرقے زراعت کا کام کرتے تھے اُن کی جھونپڑیاں ایک دوسرے کے آس پاس پائی جاتی تھیں۔ اور گاؤں کے تمام سبزہ زار جہاں وہ اپنے مویشی چرایا کرتے تھے۔ ان کے قبضے میں ہوتے تھے۔ کاشتکار زمین کے چند چھوٹے چھوٹے قطعات کا مالک ہُوا کرتا تھا۔ لیکن دوسری جماعت کی جھونپڑیاں ایک دوسرے سے علیحدہ ہوتی تھیں۔ کیونکہ ہر شخص کی چراگاہ الگ الگ ہوتی تھی۔ چراگاہ ہی میں وہ رہتا سہتا تھا۔ اور وہیں اپنے مویشی چراتا تھا۔ رفتہ رفتہ دو قسم کے گاؤں آباد ہو گئے۔ یعنی ایک تو متحدہ دوسرے منتشر۔ لیکن زمانے کے ہیر پھیر اور دیگر وجوہ سے زمین کی ملکیت کے بارے میں کئی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ کبھی کوئی آدمی ایک قطعہ کا مالک ہوتا تھا اور کبھی کوئی۔ انگریزی عملداری میں پہلے بندوبست کے وقت اِن دیہات کی موجودہ جماعت بندی ہوئی۔ یہ دیہات اب تین اقسام پر شامل ہیں (۱) زمینداری موضع (۲) پتی دار (۳)۔ بھیا چارہ۔

عہدہ دارانِ دیہی پنجاب میں گاؤں کے انتظام کے لئے تین عہدہ دار ہوتے ہیں جو سرکار کو انتظام میں مدد دیتے ہیں۔ (۱) نمبردار۔ (۲)۔ پٹواری۔ (۳)۔ چوکیدار۔

(۱)۔ **نمبردار**۔ گاؤں میں بڑا آدمی ہوتا ہے۔ اس کا تقرر صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع کے اختیار میں ہے اور صاحب موصوف اس مالک دیہہ کو منتخب کرتے ہیں۔ جو نیک چلن اور زیادہ قطعات اراضی کا مالک ہو۔ عموماً یہ عہدہ موروثی ہوتا ہے۔ اور باپ کے بعد بڑے بیٹے کا حق غالب ہوتا ہے۔ اس کے فرائض یہ ہیں۔ زر مالیہ وغیرہ کا جمع کرنا۔ اور اُسے سرکاری خزانہ میں داخل کرنا۔ گاؤں میں امن وامان قائم رکھنا۔ جرائم کی اطلاع دینا اور سرکاری افسروں کے کام میں امداد دینا۔ سرکار

اس کو ان خدمات کے عوض میں پانچ روپیہ سیکڑہ یعنی پنچوترہ دیتی ہے۔ جنوبی ہند میں
پٹیل اس عہدے پر مقرر ہوتا ہے۔ لیکن اس کے اختیارات نمبردار کی نسبت زیادہ وسیع
ہوتے ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے دیوانی اور فوجداری مقدمات بھی سُن سکتا ہے۔

(۲)۔ **پٹواری کے فرائض**۔ تمام گاؤں کی زمین کی پیمائش اور جمعبندی میں اس کا اندراج
پیداوار کا درج کرنا۔ معاملہ کا تخمینہ لگانا اور زمین کا شجرہ تیار کرنا۔ پٹواری کاشت کی ہوئی
زمین کی پیمائش کے بعد رجسٹر خسرہ گرداوری میں پیداوار کا اندراج کرتا ہے۔ اس پیمائش کی
ایک نقل دفتر قانونگو کے پاس رہتی ہے۔ جس کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ کوئی شخص جبراً یا
بے ایمانی سے کسی کی زمین پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ دوسرے ہر زمیندار کو اس کے حصۂ
ملکیت کے مطابق لگان ادا کرنا پڑتا ہے۔ پٹواری محکمہ مال کے ماتحت ہوتا ہے۔ گرداور قانونگو۔
نائب تحصیلدار۔ تحصیلدار۔ ضلعدار اور افسر مال اس کے اعلیٰ افسر ہوتے ہیں۔ یہ صاحبان
اس کے کام کی جانچ پڑتال کرتے ہیں۔ پہلے اس کو تنخواہ لوکل ریٹ فنڈ (سوائے) سے
ملتی تھی۔ لیکن اب سرکاری خزانہ سے ملتی ہے۔ اور اس کی تنخواہ کے تین درجے مقرر کئے
گئے ہیں۔ اول ۲۶ روپیہ۔ دوم ۲۳ روپیہ۔ سوم ۲۰ روپیہ۔

(۳)۔ **چوکیدار کے فرائض**۔ گاؤں کی حفاظت کرنا۔ سرکاری حکام کی آمد پر انتظام کرنا۔ پیدائش
اور اموات کا رجسٹروں میں درج کرانا۔ تھانہ میں اطلاع دینا۔ اور بدمعاشوں کی نگرانی کرنا۔
پہلے پہل چوکیدار گاؤں کا ادنےٰ ملازم خیال کیا جاتا تھا۔ اور اس کو تنخواہ نقدی یا جنس کی
صورت میں چوکیدارہ سے دی جاتی تھی۔ عموماً وہ نمبرداروں کی خدمات انجام دینا ہی اپنا
فرض خیال کرتا تھا۔ مگر [illegible]ء سے اس کا تقرر اور موقوفی صاحب ڈپٹی کمشنر کے اختیار میں ہے۔

دیہاتی پنچایت۔ پہلے ذکر آچکا ہے۔ کہ دیہات کا انتظام تاریخی زمانے کے پہلے سے انگریزی
عملداری کی ابتدا تک ہمیشہ دیہاتی پنچایتوں کے ہاتھ میں رہا ہے۔ یہ دیہاتی پنچائتیں جمہوری اصول
پر منتخب ہوتی تھیں اور مرکزی حکومت ان کے اندرونی انتظام میں زیادہ دخل نہیں دیتی تھی۔

بلکہ یہ اپنے اپنے گاؤں کے انتظام کے لئے ہر طرح ذمہ دار ہوتی تھیں۔ پنچایت کے ممبر عام طور پر ہر فرقے سے منتخب ہوتے تھے۔ اور انتظام کی آسانی کے لئے کئی مختلف ماتحت کمیٹیاں مقرر کیجاتی تھیں۔ مثلاً باغات کی کمیٹی۔ مقدمات فیصل کرنیوالی کمیٹی پبلک ورکس (امور عامہ) کمیٹی وغیرہ

پنچایت کا سب سے بڑا کام لوگوں کے باہمی مقدمات کا تصفیہ کرانا ہوتا تھا۔ پٹیل یا نمبردار کسی مقدمہ کے فیصل کرنے کے لئے پنچایت کو طلب کرتا تھا۔ اور پنچایت کے تمام ارکان عام طور پر دھرمسالہ میں جمع ہُوا کرتے تھے۔ ہر رکن سوال کے روشن اور تاریک پہلو پر کافی غور و خوض کرتا تھا۔ اور بڑے بحث مباحثہ کے بعد اس سوال کا فیصلہ ہر دو فریق کی رضامندی کے مطابق قرار دیا جاتا تھا۔ اسی قسم کی پنچایتوں کے قائم کرنے کے لئے ۱۹۲۲ء میں پنجاب گورنمنٹ نے بھی پنچایت بل پاس کیا ہے۔ جس کے مطابق دیہات کے خاص حلقوں میں ایک پنچایت مقرر کی گئی ہے۔ عام طور پر ہر تحصیل میں ایسی دو یا تین پنچائتیں مقرر ہیں جن کے ممبر (رکن) گاؤں کے باشندوں سے مقرر ہوتے ہیں۔ صاحب ڈپٹی کمشنر پنچایت کے ارکان کی منظوری خود دیتے ہیں۔ ان ارکان کو چھوٹے چھوٹے دیوانی اور فوجداری مقدمات سننے کے اختیارات دئے گئے ہیں۔ لیکن ان کی کامیابی لوگوں کی عملی امداد پر موقوف ہے۔ جہاں لوگوں کے درمیان باہمی دشمنی اور بیگانگی کم ہے۔ وہاں یہ پنچائتیں اپنا کام بڑی خوش اسلوبی سے انجام دے رہی ہیں۔

پنچایت اپنے اخراجات پورے کرنے کے لئے گاؤں کے ملبے کی رقموں کو اپنے قبضے میں لا سکتی ہے۔ اور چوکیدارہ کی موجودہ شرح کے مطابق گاؤں والوں پر دیہاتی ٹیکس بھی عاید کر سکتی ہے۔

سوالات

۱۔ قدیم زمانے میں دیہات کا انتظام کس طرح ہوتا تھا۔ نیز سر چارلس مٹکاف نے دیہاتی لوگوں کے بارے میں کیا رائے ظاہر کی ہے؟

۲۔ دیہات کی تقسیم کس طرح قرار پائی۔ ان کی اقسام پر مختصر نوٹ لکھو۔

اور ان کے کیا کیا فرائض ہیں؟

۳۔ دیہاتی عہدہ داران کون کون سے ہیں۔ دونوں صورتوں میں مدلل جواب دو۔

۴۔ تم اپنے گاؤں میں پنچایتی حکومت کو پسند کرتے ہو یا نہیں؟ نیز پنچایت کے ارکان

۵۔ سنہ ۱۹۲۲ء کے پنچایت بل سے لوگوں کو کیا کیا فائدے حاصل ہوئے ہیں۔

کا تقرر کس طرح عمل میں آتا ہے؟

فصل سوم

ضلع کا انتظام

ملکی اغراض کے لحاظ سے صوبہ پنجاب پانچ کمشنریوں میں منقسم ہے۔ ہر کمشنری چار یا پانچ ضلعوں کا مجموعہ ہے۔ تمام صوبہ اس وقت ۲۹ اضلاع میں منقسم ہے۔ جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:۔

نام قسمت	اضلاع
(۱)۔ انبالہ۔	انبالہ۔ حصار۔ رہتک۔ گوڑگانوہ۔ کرنال۔ شملہ ۰
(۲)۔ جالندھر۔	جالندھر۔ ہوشیارپور۔ لدھیانہ۔ فیروزپور۔ کانگڑہ ۰
(۳)۔ لاہور۔	لاہور۔ امرتسر۔ گورداسپور۔ سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ۔ شیخوپورہ ۰
(۴)۔ ملتان۔	ملتان۔ جھنگ۔ لائل پور۔ منٹگمری۔ مظفرگڑھ۔ ڈیرہ غازیخاں ۰
(۵)۔ راولپنڈی	راولپنڈی۔ گجرات۔ جہلم۔ اٹک۔ شاہ پور۔ میانوالی ۰

ضلع کے سب سے بڑے حاکم کو صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کہتے ہیں۔ جو تمام ضلع کے انتظام کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اور سول سروس کے افسروں سے انتخاب کیا جاتا ہے ۰

ڈپٹی کمشنر کے فرائض۔ (۱) مالیہ وصول کرنے کی ذمہ داری۔ یہ مد گورنمنٹ کی آمدنی کا

بڑا بھاری ذریعہ ہے۔ تمام مقدمات متعلقہ مالیہ اس کی عدالت میں فیصل ہوتے ہیں۔ جن قطعات زمین کا مالیہ گورنمنٹ کو براہ راست ادا کیا جاتا ہے ان تمام کی تقسیم۔ رہن اور فروخت کے متعلق اس کو پوری واقفیت ہوتی ہے اور انکم ٹیکس محصول۔ اسٹامپ وغیرہ کی آمدنی اور حساب کا انچارج بھی ہوتا ہے۔

(۲)۔ بطور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے درجہ اول کے اختیارات رکھتا ہے اور مجرم کو دو سال قید اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا دے سکتا ہے۔ عموماً ہر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ دفعہ ۳۰ کے اختیارات رکھتا ہے جس کے رُو سے وہ مجرم کو (سوائے سزائے موت کے) سات سال تک سزا دے سکتا ہے۔ اس کے فرائض اس قدر زیادہ ہیں۔ کہ وہ تمام مقدمات بذاتِ خود نہیں سُن سکتا۔ اِس لئے وہ ان مقدمات کو اپنے ماتحت افسروں یعنی ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ماتحت مجسٹریٹوں کی عدالتوں میں تقسیم کر دیتا ہے اور خود ان کے کام کی نگرانی کرتا ہے۔ اپنے علاقہ کی حدود کے اندر جرائم کی بیخکنی کی غرض سے پولیس کا اعلیٰ افسر خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے اندرونی انتظام میں دخل نہیں دیتا۔

(۳)۔ بطور نمائندہ حکومت ضلع کی تمام حکومت۔ امن وامان اور ترقی کا گورنمنٹ کے سامنے جواب دہ ہے۔ صوبہ کی گورنمنٹ ضلع کی حدود کے اندر اپنی حکمتِ عملی جاری کرنیکے لئے اسکے صلاح ومشورہ پر عمل کرتی ہے غرض یہ صوبہ کی گورنمنٹ کے انتظام میں داہنے ہاتھ کا کام دیتا ہے۔

(۴)۔ رعایا اور گورنمنٹ کے مابین ہونیکی وجہ سے لوگوں کی شکایات اور تکالیف رفع کرتا ہے محکمہ مال کے کام کی نگرانی اور جانچ پڑتال کے لئے اپنے ضلع کا دورہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ میونسپل کمیٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کے کام کی پڑتال بھی کرتا ہے۔

(۵)۔ تمام محکمہ جاتِ ضلع کے افسروں کا فرض ہے کہ وہ اس کو تمام ضروری معاملات کے متعلق مطلع کریں اور ان معاملات کے فیصلے کے لئے اس کے ساتھ صلاح ومشورہ کریں۔ انہیون آبکاری اور رجسٹریشن کے محکمے براہِ راست اس کے ماتحت ہیں۔ اگرچہ اب ان محکموں کے الگ انتظام سے اس کی ذمہ داری کم ہو گئی ہے۔

تعلیم - پولیس اور پبلک ورکس (محکمہ رفاہ عامہ) جدا جدا محکمے ہیں - ان کے اعلیٰ افسر
ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس - سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ایگزیکٹو انجینئر کہلاتے ہیں - جن کے ماتحت
اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس - انسپکٹر، سب انسپکٹر پولیس - اور اوورسیر اور سب اوورسیر کہلاتے ہیں۔
محکمہ جنگلات. نمک اور کسٹم (محصول) کے حکام فارسٹ ڈویژنل آفیسر اور کلکٹر آف کسٹم کے
ناموں سے نامزد ہیں - یہ تمام حکام ڈپٹی کمشنر کو ضروری حالات کے متعلق وقتاً فوقتاً مطلع کرتے رہتے ہیں۔
تحصیلیں - ہر ضلع میں عموماً چار تحصیلیں قائم ہوتی ہیں - جن میں سے ایک تحصیل بالاوسط
.. سو دیہات کا مجموعہ ہوتی ہے - اس کا اعلیٰ افسر تحصیلدار کہلاتا ہے - اسکے ماتحت ایک یا دو نائب تحصیلدار
چند قانونگو اور پٹواری ہوتے ہیں - تحصیلدار صاحب اپنے علاقہ کے فوجداری مقدمات سنتے ہیں
اپنے علاقہ کا دورہ کرتے ہیں اور فصلوں کی حالت کی رپورٹ صاحب ڈپٹی کمشنر کے پاس ارسال کرتے ہیں۔
سب ڈویژن - ایک یا دو تحصیلیں مل کر سب ڈویژن بناتی ہیں - ان کا انچارج افسر
سب ڈویژنل آفیسر کہلاتا ہے - جو عام طور پر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کا عہدہ رکھتا ہے - پنجاب
میں مندرجہ ذیل سب ڈویژن پائے جاتے ہیں:-

سب ڈویژن	ضلع	سب ڈویژن	ضلع	سب ڈویژن	ضلع
سرسہ	حصار	فاضلکا	فیروزپور	بھکر	میانوالی
سونی پت	رہتک	موگا	فیروزپور	پاک پٹن	منٹگمری
پلول	گوڑگانوہ	قصور	لاہور	خانیوال	ملتان
کیتھل	کرنال	خوشاب	شاہپور	لیہ	مظفرگڑھ
روپڑ	انبالہ	پنڈدادنخاں	جہلم	علی پور	مظفرگڑھ
کلو	کانگڑہ	پنڈی گھیپ	اٹک	راجن پور	ڈیرہ غازیخاں

خاص سب ڈویژنل آفیسر موسم گرما میں صحت افزا مقامات پر مقرر کئے جاتے ہیں - ڈلہوزی

(گوجرخان، کہوٹہ، مری اور راولپنڈی) ان کا صدر مقام ہوتا ہے ۔

اسی طرح بعض تحصیلوں میں جن کا انتظام ایک افسر بخوبی نہیں کر سکتا۔ سب تحصیلیں قائم کی گئی ہیں۔ جو ایک نائب تحصیلدار کے ماتحت رکھی گئی ہیں۔ لوہانہ۔ ڈبوالی (ضلع حصار)۔ کالکا۔ (انبالہ)۔ شملہ اور کوٹ کھائی (شملہ)۔ ننتھانا۔ ابوہر (ضلع فیروز پور) بھیرہ (شاہ پور) کالاباغ۔ (میانوالی) میں سب تحصیلیں پائی جاتی ہیں ۔

ہر تحصیل میں کئی ذیلیں ہوتی ہیں۔ ایک ذیل چند گاؤں کے مجموعہ پر مشتمل ہے جس کا انتظام ذیلدار کے سپرد ہوتا ہے۔ نمبردار گاؤں کا بڑا آدمی ہوتا ہے۔ ان دونوں دیہاتی عہدہ داروں کو گورنمنٹ نامزد کرتی ہے۔ ان ہر دو کے علاوہ سفید پوش بھی دیہاتی عہدہ دار ہوتا ہے۔ سرکار کے جاری کئے ہوئے احکام کی تعمیل کرانا اور سرکاری افسروں کی کارگذاری میں مدد دینا ان کے فرائض منصبی ہیں ۔

سوالات

۱۔ پنجاب کتنے اضلاع میں منقسم ہے۔ اور ضلع کے اعلےٰ حاکم کو کیا کہتے ہیں ؟

۲۔ ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر کے کیا کیا فرائض منصبی ہیں۔ اُن کو بالتفصیل بیان کرو ۔

۳۔ تحصیلدار۔ سب ڈویژنل آفیسر۔ ذیلدار اور سفید پوش کے فرائض پر مختصر نوٹ لکھو ۔

۴۔ ضلع میں ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر کے علاوہ اور کون کون سے حکّام ہوتے ہیں۔ اور ان کے ماتحت کون کون سے محکمے ہوتے ہیں۔ مفصل بیان کرو ۔

فصل چہارم

صوبہ کی حکومت

اصلاحات سے پہلے پنجاب کا انتظام حکومت ۔ ۲۹ مارچ ۱۸۴۹ء کو علاقہ پنجاب قلمرو انگریزی میں شامل ہوا۔ سرکاری زر مالیہ مقرر کرنے کے لئے تین ممبروں کا ایک بورڈ (جماعت) قائم کیا گیا۔ جس کو ہر محکمے کی نگرانی اور انتظام کے لئے کافی سے زائد اختیارات دئے گئے پولیٹیکل (ملکی)، بندوبست (ریونیو) اور عدالتی (جوڈیشل) محکمے علیحدہ علیحدہ ہر ممبر کے سپرد کئے گئے لیکن ضروری معاملات میں وہ باہمی صلاح و مشورہ سے کام کرتے تھے۔ ہر ضلع کا انتظام صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے حوالے کیا گیا۔ اور اس کی مدد کے لئے اسسٹنٹ کمشنر اور اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مقرر کئے گئے ہر ضلع مالیہ وصول کرنے کے لئے کئی تحصیلوں میں منقسم کیا گیا۔ کمشنر صاحبان سپرنٹنڈنٹ پولیس اور بندوبست کے فرائض ادا کرتے تھے۔ اور دیوانی و فوجداری مقدمات کی اپیل بھی سنتے تھے۔ ڈپٹی کمشنر صاحبان کو کئی قسم کے فرائض سپرد کئے گئے اور ان کو اپنے ضلع میں دیوانی۔ فوجداری اور مالیہ کے متعلق مقدمات فیصلہ کرنے کے اختیارات دئے گئے۔

پنجاب۔ غیر آئینی صوبہ ۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ابتدائی زمانے میں ہندوستان تین احاطوں یعنی بنگال۔ بمبئی اور مدراس میں منقسم تھا۔ ہر احاطے کے گورنر کو اپنے اپنے محدود علاقے میں قواعد جاری کرنے کا اختیار تھا۔ لیکن جب کوئی دوسرا

علاقہ فتوحات یا عہد نامہ کے رُو سے ان احاطوں کے ساتھ شامل ہوتا تھا۔ تو وہاں کے لوگوں پر بھی وہی قوانین و قواعد جاری ہوتے تھے۔ لیکن اُن علاقوں پر وہ قوانین جاری نہیں ہوتے تھے۔ جو اس احاطہ کے دائرۂ اختیارات سے باہر تھے۔ چونکہ پنجاب کا ان احاطوں سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس لئے یہ غیر آئینی صوبہ کہلاتا تھا۔ ایسی صورت میں ان صوبوں کا اعلیٰ حاکم اپنے علاقے میں ایسے قوانین جاری کر سکتا تھا۔ جو ان قواعد کے ساتھ مطابقت نہ رکھتے ہوں۔ اس قسم کی طرز حکومت کے ماتحت مجسٹریٹ، کلکٹر اور سول اور سشن جج کے اختیارات صرف ایک ہی افسر کے سپرد ہوتے ہیں۔ جو ڈپٹی کمشنر کہلاتا ہے۔ کمشنر صاحب صرف اس کے انتظامیہ اور عدالتی کام کی نگرانی کرتے ہیں۔ اور صوبہ کے اعلےٰ حاکم کے ماتحت ہوتے ہیں۔ فنانشل کمشنر صوبہ کے تمام مالی اخراجات اور جوڈیشل کمشنر تمام صوبہ کی عدالتی کارروائی کی نگرانی کرتے تھے لیکن جوڈیشل کمشنر کی عدالت میں تمام ماتحت عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل دائر ہوتی تھی۔

چیف کمشنر ۔ ۱۸۵۳ء میں انتظامیہ بورڈ منسوخ قرار دیا گیا۔ اور صوبہ پنجاب چیف کمشنر کے ماتحت کیا گیا پہلے پہل سر جان لارنس اس ممتاز عہدے پر سرفراز ہوئے۔ فنانشل کمشنر اور جوڈیشل کمشنر آپ کے ماتحت کئے گئے۔ اس وقت جوڈیشل کمشنر کے احاطہ اختیارات میں لوکل اور میونسپل فنڈوں کی نگرانی اور تعلیمی اشاعت کے فرائض بھی شامل تھے علاوہ بریں وہ پولیس کا اعلیٰ افسر بھی ہوتا تھا۔

بغاوتِ سپاہیان ۱۸۵۷ء ۔ ۱۸۵۷ء میں میرٹھ میں غدر کا طوفان برپا ہوا۔ اور دیسی فوج بگڑ بیٹھی۔ رفتہ رفتہ اس اچانک آگ کے شعلے مُلک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ گئے۔ اس وقت پنجاب میں جان لارنس چیف کمشنر کے عہدے پر ممتاز تھے۔ آپ بڑے روشن دماغ مدبر تھے۔ آپ نے اپنی قابلیت اور حُسنِ انتظام سے نہ صرف پنجاب ہی میں امن و امان قائم رکھا۔ بلکہ سکھوں اور مسلمانوں کو فوج

میں بھرتی کر کے دہلی کی طرف روانہ کیا۔ رؤسائے پنجاب اور راجگانِ پھلکیاں نے اس
نازک موقع پر اپنی جانی اور مالی خدمات سپرد کر کے اپنی وفاداری کا روشن ثبوت دیا۔ سر جان
لارنس نے اپنی لیاقت سے لوگوں سے اسلحہ واپس لے لئے۔ دریائے ستلج کے دونوں
طرف کے لوگوں نے ۶۹۰۰۰ ہتھیار گورنمنٹ کے سپرد کئے۔ اور ۱۸۵۹ء میں پنجاب کے
باقی اضلاع کے باشندے بھی ان حقوق سے محروم کر دئے گئے۔ دیسی فقرا پر خاص نگرانی
رکھی گئی۔ سب ہندوستانی باشندے علاقہ پنجاب سے جلاوطن کر دئے گئے۔ دریاؤں
کے گھاٹوں پر پولیس کا پہرہ لگا دیا گیا۔ دیوانی حکام کو مقدمات کے فیصلے کے لئے
یہاں تک زائد اختیارات دئے گئے۔ کہ وہ امن کی حفاظت میں خلل ڈالنے والے اشخاص
کے خلاف موت کا فتوے صادر کر سکتے تھے۔ غرض چیف کمشنر نے غدر کو فرو کرنے اور دہلی کی
فتح کے لئے کئی وسائل اختیار کئے۔ زندہ باغی سپاہی کو گرفتار کرنے والے شخص کے لئے
۵۰ روپیہ انعام مقرر کیا گیا۔ یہ اخراجات ادا کرنے کے لئے سرکار نے ۴۱ لاکھ روپیہ قرض لیا
گورنر جنرل بہادر نے سر جان لارنس کی عمدہ خدمات اور قابلِ تعریف انتظام سے خوش ہو کر
دہلی اور دریائے جمنا کا درمیانی علاقہ مع نواب جھجر اور بہادر گڑھ کے ضبط شدہ علاقوں کے
۱۸۵۸ء میں ممالک شمال مغربی (موجودہ اضلاع آگرہ و اودھ) سے نکال کر پنجاب کے
ساتھ شامل کر دیا۔

پنجاب کا پہلا لفٹننٹ گورنر ۱۸۵۹ء میں پنجاب مع علاقہ دہلی لفٹننٹ گورنر کے
ماتحت کیا گیا۔ اور اس جلیل القدر عہدے پر سر جان لارنس سابق چیف کمشنر ہی مقرر ہوئے
جنہوں نے ملک میں امن قائم رکھنے اور اس کی ترقی میں بہت محنت اور جانفشانی سے کام
لیا۔ انہوں نے سرحدی علاقہ میں قانون اور رعایا کی حفاظت کے لئے سرحدی فوجی چوکیاں
قائم کیں۔ اور ہر ضلع کے صدر مقام میں چھاؤنیاں بنا کر ان کو فوجی سڑک کے ذریعے سے
ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا۔ پشاور کے سوائے ہر چھاؤنی میں سرحدی فوج بھرتی کی گئی جو

سات پیادہ۔ پانچ رسالہ اور کچھ توپخانے پر مشتمل تھی۔ دریائے سندھ کے آس پاس کے لوگوں سے اسلحہ چھین لئے گئے۔ اور امن قائم رکھنے کے لئے فوجی پولیس زیادہ کردی گئی۔ آمدورفت کے لئے ملک کے ہر حصے میں سڑکوں کا جال بچھایا گیا۔ صاحب ممدوح کے مستعفی ہونے سے چند روز پہلے امرتسر ملتان ریلوے لائن کی تعمیر شروع ہوئی۔ اور روانگی کے وقت سے تھوڑا عرصہ بعد نہر اپر باری دوآب جاری ہوئی۔

سر رابرٹ منٹگمری اور سر ڈانلڈ میکلوڈ — دونوں صاحبان ممدوح ۱۸۵۹ء سے ۱۸۷۰ء تک پنجاب کے لفٹننٹ گورنر کے عہدے پر سرفراز رہے ۱۸۶۲ء میں تعزیرات ہند کا قانون جاری ہوا۔ اور محکمۂ جنگلات قائم کیا گیا۔

۱۸۶۵ء میں دو ججوں کے اجتماع پر لاہور میں چیفکورٹ قائم ہوا۔ اسی سال فنانشل کمشنر کی امداد اور زمین کے بندوبست اور لگان کی نئی تشخیص کے لئے ایک بندوبست کمشنر مقرر ہوا۔ ان کے عہد حکومت میں پنجاب میں دو دفعہ سخت قحط پڑا۔ ۱۸۶۳ء میں دھا امبیلا کا اور ۱۸۶۸ء میں ہزارہ کی سرحد پر کوہ سیاہ کا معرکہ ہوا۔

سر ہنری ڈیورنڈ۔ سر ڈانلڈ میکلوڈ کے جانشین سر ہنری ڈیورنڈ مقرر ہوئے۔ جنہوں نے سات ماہ تک مختصر حکومت کی۔ اور ٹانک میں ۱۸۷۱ء کے آغاز میں کسی خلاف امید واقعہ کے ظہور سے ان کا انتقال ہوگیا۔

سر ہنری ڈیوس اور سر رابرٹ ایجرٹن — ۱۸۷۱ء سے ۱۸۸۲ء تک سر ہنری ڈیوس (۱۸۷۱ء سے ۱۸۷۷ء تک) اور سر رابرٹ ایجرٹن (۱۸۷۷ء سے ۱۸۸۲ء تک) پنجاب پر حکومت کرتے رہے۔ ۱۸۷۲ء میں لدھیانہ کے علاقے میں ہم دھاری فرقہ (کوکہ) کی مذہبی شورش فرو کی گئی۔ وہاں کے ڈپٹی کمشنر نے بغاوت کو دبانے کے لئے کئی زبردست ذرائع اختیار کئے۔ جن کو گورنمنٹ پنجاب نے پسندیدگی کی نگاہ سے نہ دیکھا۔ ۱۸۷۷ء میں جناب ملکہ معظمہ وکٹوریہ آنجہانی نے قیصرِ ہند کا لقب اختیار

کیا۔ اور عقیدت ووفاداری کے اظہار کے لئے دہلی میں بڑی دھوم دھام سے دربار منعقد ہُوا
اسی سال ریاستِ کشمیر حکومت پنجاب کے زیر اثر حکومتِ ہند کے ماتحت منتقل ہُوئی اور
پنجاب میں سخت قحط نمودار ہُوا۔ ۱۸۷۷ء سے ۱۸۸۰ء تک افغانستان کی تیسری لڑائی کا
دور دورہ رہا۔ جس میں پنجاب کے باشندوں اور والیانِ ریاست نے آدمیوں اور روپے
پیسے سے اپنی سرکار کی مدد کی۔ اور ثابت کر دیا کہ پنجاب ہی ایک ایسا خِطّہ ہے جہاں
سے فوج کے لئے ہر وقت آدمی مہیا کئے جا سکتے ہیں ؛

سر چارلس ایچسن اور سر جیمز لائل ۱۸۸۲ء سے ۱۸۹۲ء تک۔ سر چارلس ایچسن (۱۸۸۲ء سے ۱۸۸۷ء
تک) اور سر جیمز لائل (۱۸۸۷ء سے ۱۸۹۲ء تک) اس عہدے کے
فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۸۹۱ء تک سرحدی حدود پر بالکل
امن وامان رہا۔ لیکن ۱۸۹۱ء میں گلگت میں انگریزی ایجنسی قائم کرتے وقت اقوام ہنزا اور
ناگور نے مخالفت کی۔ جس کی وجہ سے فوجیں دوبارہ نقل وحرکت میں لائی گئیں۔ پنجاب کے
اندرونی حِصّوں میں اس اثنا میں کافی ترقی ہُوئی۔ ۱۸۸۲ء میں پنجاب کے شرقی حِصّے کو
سیراب وشاداب کرنے کے لئے نہر سرہند کھولی گئی۔ اور لوئر چناب میں پانی مہیا کرنے کے
لئے ۱۸۹۲ء میں خانکی (ضلع سیالکوٹ) کے نزدیک دریا پر پشتہ باندھا گیا ؛

پہاڑی قدموں تک نئی ریلیں اور سڑکیں تعمیر ہُوئیں ۱۸۸۳ء میں سر چارلس ایچسن
نے لوکل سلف گورنمنٹ کو وسعت دی اور میونسپل بورڈ ایکٹ پاس کیا۔ جس کے رُو سے
ان کمیٹیوں کی بناوٹ اور اختیارات میں کئی ضروری تبدیلیاں واقع ہوئیں ۱۸۸۴ء و ۱۸۸۵ء
میں ڈویژنل۔ ڈسٹرکٹ اور سب جج مقرر کئے گئے۔ اور ڈویژنل ججوں کو سشن ججوں کے
اختیارات بھی دئے گئے۔ کمشنروں کے عملے میں تخفیف کر کے ان کی تعداد ۶ تک محدود کر دی
گئی۔ جن میں سے پانچ کو فوجداری کام سے سبکدوش کر دیا۔ اس وقت تک ڈپٹی کمشنر۔ مال افسر
اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے فرائض ادا کرتا تھا۔ لیکن صاحب موصوف نے مالی انتظام کو بہتر

بنانے کے لئے پنجاب ریونیو (بندوبست) ایکٹ پاس کیا۔ اسی طرح مزارعان کی بہتری کے لئے سر جیمز لائل کے عہدِ حکومت کے آغاز میں قانونِ مزارعان منظور ہُوا۔ سر چارلس ایچسن کے عہد میں راجوں۔ نوابوں اور جاگیرداروں کے لڑکوں کو تعلیم دینے کے لئے لاہور میں چیفس کالج قائم ہُوا۔

سر ڈینس فیٹز پیٹرک اور سر میک ورتھ ینگ | سنہ ۱۸۹۲ء سے سنہ ۱۹۰۲ء تک۔ سر ڈینس فیٹز پیٹرک SIR DENNIS FITZPATRICK سنہ ۱۸۹۲ء سے سنہ ۱۸۹۷ء اور سر میک ورتھ ینگ (سنہ ۱۸۹۷ء سے سنہ ۱۹۰۲ء تک) ان کے زمانہ حکومت میں بہت سے مشہور و معروف واقعات ظاہر ہوئے۔ زمینداروں کو فوائد پہنچانے کے لئے دریاؤں سے نہریں نکالی گئیں۔ جن کی بدولت ویران اور چٹیل صحرا باغوں اور آبادیوں میں تبدیل ہو گئے اور چناب کی بستی (ضلع لائل پور اور جھنگ کے بعض حصے) آباد ہوئی۔ نہر لوئر جہلم سنہ ۱۹۰۱ء میں جاری ہُوئی۔ سنہ ۱۸۹۶، ۹۷ء اور سنہ ۹۹ و ۱۹۰۰ء میں دو دفعہ قحط پڑا جس کی وجہ سے بہت سے لوگ موت کا شکار ہُوئے۔ اکتوبر سنہ ۱۸۹۷ء میں طاعون کے باعث لوگ اور بھی زیادہ مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے۔ اسی سال پنجاب میں قانونی کونسل منظور ہُوئی جس میں ممبروں کی تعداد ۱۲ مقرر ہُوئی۔ جو تمام کے تمام نامزد ہوتے تھے سنہ ۱۹۰۰ء میں وائسرائے کی کونسل میں پنجاب کیلئے قانون انتقالِ اراضی منظور ہُوا۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں ریاستہائے پھولوں (پٹیالہ۔ جیند وغیرہ) اور پنجاب گورنمنٹ کے مابین پولیٹیکل ایجنٹ مقرر ہُوا۔ سنہ ۱۸۹۴ء میں شمالِ مغربی سرحد پر پھر شورش ہُوئی۔ سنہ ۱۸۹۲ء میں مہتر چترال کی وفات پر شیر افضل خاں نے نظام الملک مہتر چترال کو نکال کر گدی پر قبضہ کر لیا۔ عمرا خاں والئے جنڈول اس کا مددگار بن گیا۔ سنہ ۱۸۹۷ء میں تمام سرحدی قبائل نے حکومت کے خلاف جنگ کرنی شروع کر دی۔ ملاؤں نے جہاد کے فتوے دیدیئے۔ غرض ٹوچی سے سوات تک ہر طرف دشمن ہی دشمن نظر آتے تھے۔ بہت سی محافظ چوکیاں

آگ کی نذر ہوئیں۔ آخر کار فروری ۱۸۹۸ء میں جنگ کا خاتمہ ہوا اور آفریدیوں نے اطاعت قبول کر کے تھوڑا سا تاوانِ جنگ اور بہت سی بندوقیں انگریزوں کے حوالے کیں۔ لارڈ کرزن وائسرائے ہند نے روزمرہ کے فساد کو مٹانے کے لئے ۱۹۰۱ء میں شمال مغربی سرحدی صوبہ علیحدہ قائم کیا۔ جس کے حاکم اعلیٰ کرنیل ڈین مقرر ہوئے۔ اور صدر مقام پشاور منتخب ہوا اس طرح ضلع ڈیرہ غازیخاں اور تحصیل عیسیٰ خیل کے سوائے دریائے سندھ کے پار کا علاقہ پنجاب سے علیحدہ ہوگیا۔ انہوں نے سرحدی قبائل کو ملیشیا فوج میں بھرتی کر کے انگریز افسروں کے ماتحت رکھا۔ اس وقت سے سرحد کی حالت پہلے کی نسبت بہتر ہے۔

سر چارلس ریواز۔ سر ڈینزل ایبسٹن اور سر لوئیس ڈین ۱۹۰۲ء سے ۱۹۱۳ء تک

ان گیارہ سالوں میں سر چارلس ریواز SIR CHARLES RIVAZ ۱۹۰۲ء سے ۱۹۰۷ء تک سر ڈینزل ایبسٹن۔ ۱۹۰۷ء سے ۱۹۰۸ء تک اور سر لوئس ڈین ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۳ء تک پنجاب کے لفٹنٹ گورنر رہے۔ ان کے عہد میں ملک میں طاعون پھیلتا گیا۔ ہر چند گورنمنٹ نے لوگوں کی جانیں بچانے کے لئے کئی تدبیریں اختیار کیں۔ مگر ان سے چنداں فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ بعض جگہوں میں جاہلوں نے گورنمنٹ کی زبردست مخالفت کی جس سے بے چینی اور بھی بڑھ گئی۔ ۱۹۰۵ء میں کانگڑہ کے علاقہ میں کوہ جوالا مکھی کے پھٹ جانے سے سخت بھونچال آیا۔ جس کی وجہ سے بیس ہزار آدمی تباہ و برباد ہو کر موت کے منہ میں چلے گئے۔ سر چارلس ریواز کے عہدِ حکومت میں جہلم کی بستی (کرانہ بار) نہر لوئر جہلم کی بدولت آباد ہوئی اور گورنمنٹ نے انہارِ ثلاثہ کی سکیم کی طرف توجہ کی۔ ۱۹۰۳ء میں زمیندار جماعت کو ساہوکاروں کے پنجے سے رہائی دلانے اور ملک کے مختلف حصوں میں زمینداری امدادی بنک کھولنے کے لئے قانون منظور کیا گیا۔ اور ۱۹۰۵ء میں زراعت کی حالت بہتر بنانے کے لئے صوبہ میں زراعتی محکمہ قائم ہوا۔ ۱۹۰۷ء کا زمانہ ایک سخت بے چینی کا زمانہ تھا۔ پنجاب گورنمنٹ نے

نہری بستیوں میں نیا قانون جاری کرنا چاہا۔جس کی وجہ سے تمام پنجاب میں لوگوں کے جذبات بھڑک اُٹھے۔ لارڈ منٹو وائسرائے ہند نے اس قانون کو نامنظور کیا۔ سر لوئس ڈین کے عہد میں ۱۹۱۱ء کا شاہی دربار دہلی کا مشہور و معروف واقعہ ہے۔ حضور ملک معظم شہنشاہِ ہند جارج پنجم بنفسِ نفیس دربارِ قیصری منعقد کرنے کے لئے ہندوستان میں تشریف لائے اور اپنے دیدارِ فیض آثار سے رعایا کو عزت بخشی۔ ملک کے تمام راجگان و مہاراجگان اور بڑے بڑے رؤسا نے ان کے حضور میں اطاعت کا حلف اُٹھایا۔ حضور ملک معظم نے اس مبارک عہد کی یادگار میں چند ضروری انتظامی تغیرات و اصلاحات سے ہندوستان کو شاد کام اور بامراد کیا۔ انہوں نے اپنی زبانِ مبارک سے فرمایا "آئندہ سے کلکتہ کے بجائے دہلی ہندوستان کا دارالخلافہ ہوگا۔ تقسیم بنگال منسوخ کی جاتی ہے۔ بہار۔ اڑیسہ اور چھوٹا ناگپور کا علیحدہ صوبہ مقرر کیا جاتا ہے۔ جس کا صدر مقام (بانکی پور) پٹنہ ہوگا" اس وقت سے دہلی کا نیا صوبہ چیف کمشنر کے ماتحت قائم ہؤا۔ اس کا کل رقبہ تقریباً چھ سو مربع میل ہے۔ اور آبادی چار لاکھ ہے۔

سر مائیکل اوڈوائر۔ ۱۹۱۳ء میں سر مائیکل اوڈوائر پنجاب کے لفٹنٹ گورنر مقرر ہُوئے انکے زمانے میں یورپ کی خوفناک جنگ شروع ہُوئی۔ جس کے اثرات دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل گئے۔ برطانیہ عظمیٰ نے چھوٹی چھوٹی قوموں کی سلامتی کی خاطر اس جنگ میں حصہ لیا۔ ہندوستانیوں نے اپنے شہنشاہِ معظم کی امداد کے لئے ہر طرح کی قربانیاں کیں، والیانِ ریاست نے بھی نہایت خوشی اور حوصلے سے اپنے فرائض انجام دئے۔ اکیلے پنجاب نے نصف سے زیادہ ہندوستانی سپاہی مہیا کئے۔ تخمینہ لگایا گیا ہے۔ کہ جنگ کے شروع میں ایک لاکھ پنجابی سپاہی فوج میں بھرتی تھے۔ جن میں سے ۸۰ ہزار جنگجو سپاہی تھے۔ لیکن جنگ کے دوران میں کُل تین لاکھ اسی ہزار سپاہی فوج میں بھرتی ہُوئے۔ جن میں سے دو لاکھ اکتیس ہزار جنگجو تھے۔ یہ تمام ہندوستان کے

مہیا کئے ہوئے رضا کاروں کا ½ حصہ تھا۔ جو اکیلے پنجاب نے مہیا کیا۔ پنجاب میں شرح حصہ رسدی ۲۸ میں سے ایک تھی۔ لیکن ہندوستان کے باقی علاقوں میں ۱۵۰ آدمیوں میں سے ا۔

نقد سرمایہ اور جنگی قرضہ جات میں بھی پنجاب باقی صوبوں سے بازی لے گیا۔ ہوائی جہاز فنڈ (جس سے ۱۵ ہوائی جہاز خریدے گئے) امپیریل ریلیف فنڈ (امدادی فنڈ) صلیب احمر فنڈ وغیرہ میں پنجاب کی طرف سے ½۲ کروڑ سے زائد روپیہ پیش کیا گیا۔ علاوہ بریں ½۱۱ کروڑ روپیہ کے تمسکات قرضہ جنگ خریدے گئے۔ غرض گورنمنٹ کی سرگرم کوششوں سے پنجاب اپنی سابقہ روایات وفاداری کے امتحان میں بڑھ چڑھ کر نظر آیا۔

سرکار نے ملک میں خفیہ سوسائٹیوں کے دبانے کے لئے رولٹ ایکٹ منظور کیا تھا۔ مگر لوگوں نے اس کو پسند نہ کیا۔ مہاتما گاندھی نے سول نافرمانی کرنی چاہی۔ پنجاب میں فساد کا زیادہ اندیشہ تھا۔ اس لئے سر مائیکل اوڈوائر کی گورنمنٹ نے وائسرائے کی منظوری سے پنجاب میں مارشل لا جاری کیا۔

سر ایڈورڈ میکلیگن۔ ۲۶ مئی ۱۹۱۹ء کو سر مائیکل اوڈوائر کے جانشین مقرر ہوئے۔ پارلیمنٹ نے ہندوستان کے لوگوں کو یہاں کی طرز حکومت میں زیادہ حصہ دینے کے لئے ۱۹۱۹ء کا قانونِ اصلاحات منظور کیا۔ جس کے رُو سے سر ایڈورڈ میکلیگن ۳ جنوری ۱۹۲۱ء کو پنجاب کے پہلے گورنر مقرر ہوئے اور ملک میں ذمہ دار گورنمنٹ کا دور دورہ شروع ہوا۔ اور ملک معظم کے چچا ڈیوک آف کناٹ نے نئی کونسلوں کی افتتاحی رسم ادا کی۔ اس وقت رولٹ ایکٹ اور مارشل لا کے باعث لوگوں کے جذبات بھڑکے ہوئے تھے۔ اس لئے ملک میں نافرمانی کی لہر جاری رہی۔ جس کے باعث بہت سے اشخاص قید ہوئے۔ ان کے عہد میں پنجاب میں صنعت و حرفت کی ترقی دینے کے لئے میکلیگن کالج مغل پورہ قائم ہوا۔

سوالات

(۱)۔ الحاق کے وقت پنجاب کی طرزِ حکومت کیسی تھی۔ پنجاب ایک غیر آئینی صوبہ ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟

(۲)۔ بغاوتِ سپاہیان میں پنجاب نے کیا کیا خدمات انجام دیں۔ اور ان کا اس صوبے کو کیا معاوضہ ملا؟

(۳)۔ جان لارنس۔ سر ہنری ڈیوس اور سر چارلس ایچسن کے عہد حکومت میں کیا کیا واقعات ظاہر ہوئے۔ مختصر طور پر بیان کرو۔

(۴)۔ ۱۹۰۲ء سے ۱۹۱۳ء تک پنجاب میں کون کون سے لفٹنٹ گورنر صاحبان نگران رہے اور اُن کے عہد میں اس صوبے میں کیا ترقی ہوئی؟

(۵)۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ یورپ میں پنجاب کس طرح اپنی سابقہ روایاتِ وفاداری کے امتحان میں پورا اُترا۔ مفصل بیان کرو۔

پنجاب کا موجودہ انتظامِ حکومت

۱۹۱۹ء کی اصلاحات سے پہلے پنجاب کا اعلیٰ حاکم لفٹنٹ گورنر تھا۔ جو اپنے سکرٹریوں کی مدد سے تمام صوبے کا انتظام کرتا تھا۔ حکومت کے مختلف صیغے مختلف سکرٹریوں کے ماتحت ہوتے تھے۔ اور ان کے عہدوں کے نام اُن صیغوں پر موقوف تھے۔ مثلاً

چیف سیکرٹری ریونیو (مالگذاری) سکرٹری اور فنانشل سکرٹری۔ ان سکرٹریوں کے ماتحت تین انڈر سکرٹری۔ ایک رجسٹرار اور ایک میر منشی ہوتا تھا۔ جب جنگ یورپ کی وجہ سے کام بڑھ گیا تو عملے میں ایک اور سکرٹری کا اضافہ ہوا۔ یہ صاحب آجکل ہوم سکرٹری کے فرائض ادا کرتے ہیں۔ پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ (محکمہ رفاہ عامہ) بھی تین سکرٹریوں پر شامل تھا۔ جو عام طور پر چیف انجینئر کا عہدہ رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک کے ماتحت عمارات اور سڑکوں کا محکمہ ہوا کرتا تھا۔ باقی دو محکمہ آبپاشی کے اعلیٰ افسر ہوتے تھے اوّل الذکر کی مدد کے لئے ایک انڈر سکرٹری اور اسسٹنٹ سکرٹری ہوا کرتا تھا۔ اور آخر الذکر کے لئے دو سکرٹری اور ایک اسسٹنٹ (نائب)۔ پولیس اور تعلیم کے محکمے بھی انڈر سکرٹریوں کے ماتحت تھے۔

صوبہ پنجاب میں مندرجہ ذیل نظام حکام حکومت کے مختلف شعبوں میں پایا جاتا تھا:۔

۱۔ جناب نواب لفٹننٹ گورنر صاحب بہادر (اعلیٰ حاکم)
۲۔ ہیئکورٹ کے جج صاحبان (عدالتی انتظام کے لئے)
۳۔ فنانشل کمشنر صاحبان (مالگذاری و بندوبست)
۴۔ کمشنر صاحبان (انتظامیہ اور مالگذاری کے اختیارات)
۵۔ ڈویژنل اور سشن جج صاحبان (عدالتی انتظام کے لئے)
۶۔ ڈپٹی کمشنر صاحبان (انتظامیہ۔ مالگذاری اور فوجداری اختیارات)
ڈسٹرکٹ جج صاحبان (دیوانی مقدمات کے اختیارات)
۷۔ سب جج صاحبان (دیوانی)
۸۔ اسسٹنٹ اور اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر صاحبان (انتظامیہ۔ عدالتی اور مالگذاری)
۹۔ تحصیلدار و نائب تحصیلدار صاحبان (انتظامیہ۔ مالگذاری و فوجداری مقدمات کے اختیارات)
۱۰۔ منصف صاحبان (دیوانی مقدمات)

موجودہ نظام
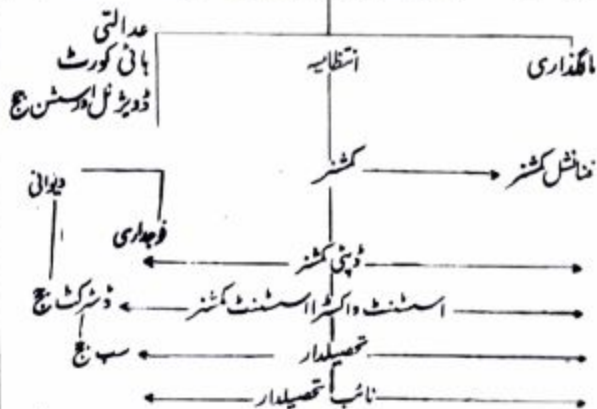
فنانشل کمشنر۔ مندرجہ بالا شجرہ سے ہر افسر کے فرائض بخوبی ظاہر ہوتے ہیں۔ فنانشل کمشنر محکمہ مالگذاری کا اعلیٰ افسر ہوتا ہے۔ کمشنر اور ڈپٹی کمشنر صاحبان سرکاری لگان کے جمع کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ اس لئے وہ اس مد میں اس کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ مالی مقدمات کے لئے اس کی عدالت اپیل کرنے کی آخری جگہ ہے۔

عملہ بندوبست بھی اس کی ہدایت کے مطابق اپنے فرائض ادا کرتا ہے۔ ڈائرکٹر لینڈ ریکارڈ رجسٹرار زمیندارہ اور باہمی لین دین کے امدادی بنک اور ڈائرکٹر محکمہ زراعت و حرفت بھی اس کی ہدایات پر کاربند ہوتے ہیں۔

ریفارم ایکٹ ۱۹۱۹ء۔ ۱۹۱۴ء میں یورپ کی جنگ عظیم شروع ہوئی جس میں ہندوستانی رعایا اور ہندوستانی رؤسا کی طرف سے نہایت دریا دلی اور فیاضی کے ساتھ متفقہ طور پر تحفے

نذریں اور چندے پیش کئے گئے۔ ہندوستانی سپاہ نے انگریزی سپاہ کے پہلو بہ پہلو لڑکر اپنی بہادری مردانگی اور دلیری کی سابقہ روایات میں تازہ شہرت کا اضافہ کیا۔ غرض پارلیمنٹ کے مدبّروں نے والیان ریاست کی دلی خدمات اور رعایا کی وفاداری کے اظہار کی بہت تعریف کی۔ انہوں نے ہندوستان کو مزید رعایات دینے کا فیصلہ کیا اور مسٹر مانٹیگو مرحوم سابق وزیر ہند کو اس بات کی پڑتال کے لئے ہندوستان میں بھیجا کہ ہندوستانیوں کو ذمہ دارانہ حکومت میں کس قدر حصّہ ملنا چاہیئے۔ اس وقت لارڈ چیمسفورڈ وائسرائے ہند کے اعلیٰ عہدے پر ممتاز تھے۔ ہر دو صاحبان موصوف نے تمام ہندوستان میں دورہ کرکے مختلف اقوام کے معزز لیڈروں اور مختلف سیاسی اور مذہبی انجمنوں کے قابل تعلیم رہنماؤں سے باہمی صلاح و مشورہ کرکے "مانٹیگو چیمسفورڈ نامی سکیم" سخت محنت کے بعد مرتب کی۔ اور اہل ہند کی صحیح رائے معلوم کرنے اور تنقید کے لئے تمام لوگوں میں اس کی اشاعت کی۔ آخر میں پارلیمنٹ نے ایک کمیشن کی معرفت مشہور و معروف سیاست دانوں اور ملک کے خیر خواہ مدبروں کی شہادت قلمبند کرکے زبردست بحث اور نکتہ چینی کے بعد ریفارم ایکٹ ۱۹۱۹ء منظور کیا۔ جس کے رُو سے ہندوستان کی مرکزی اور صوبجاتی حکومت میں بہت سی ضروری تبدیلیاں ہوئیں۔

نیا طرزِ حکومت ۱۹۱۹ء کے ایکٹ کے رُو سے مقامی گورنمنٹوں کی حکومت میں بہت سی تبدیلیاں ہوئیں۔ ان اصلاحات کے دو بڑے بڑے ضروری اور اوّلیں مقاصد ہیں۔ اوّل گورنمنٹ کی انتظامیہ مجلس کے ممبر اپنے کام کے لئے رائے دہندگان کے سامنے ذمہ دار ہوں۔ دوم یہ رائے دہندگان اپنے نمائندوں کی معرفت کونسل میں اپنی رائے کا اظہار کریں لیکن یہ دونوں باتیں لوگوں کی تربیت اور جذبۂ خودداری کی ترقی پر منحصر ہیں۔ ہندوستان جیسے وسیع ملک میں جہاں لوگ ابھی تعلیم میں باقی ممالک کی نسبت بہت پیچھے ہیں سلطنت کی رمزوں کو پورے طور پر نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ اس لئے گورنمنٹ نے کچھ صیغہ جات اپنے

اختیار میں رکھ چھوڑے ہیں۔ اور کچھ لوگوں کے سپرد کر دئے ہیں۔ اول قسم کے محکمے مخصوصہ اور دوسری قسم کے منتقلہ کہلاتے ہیں۔ ریفارم ایکٹ کے مطابق پنجاب کا اعلیٰ حاکم گورنر مقرر ہوا ہے جو اپنی انتظامیہ مجلس کے دو ممبروں اور دو وزیروں کی مدد سے تمام صوبے پر حکومت کرتا ہے۔ انتظامیہ مجلس کے ارکان سرکاری نامزد ہوتے ہیں اور صیغہ جات مخصوصہ کے انچارج ہوتے ہیں۔ جن کو گورنر رعایا کے منتخب کردہ ممبروں میں سے نامزد کرتا ہے۔ لیکن گورنر کسی ایسے شخص کو بھی چھ ماہ تک وزیر نامزد کر سکتا ہے جو کونسل کا ممبر نہ ہو۔ وزیروں کو مجلس قانون کی اکثریت اپنے ساتھ رکھنی پڑتی ہے۔ اگر کونسل میں اُن کے خلاف ملامت کا ووٹ پاس ہو جائے۔ تو انہیں مستعفی ہونا پڑتا ہے ایسی صورت میں گورنر دوبارہ وزیروں کا انتخاب کرتا ہے ٭

مجلس واضع قوانین۔ گورنر کی مدد کے لئے دوسری مجلس واضع قوانین ہے جس میں انتظامیہ کونسل کے ممبران سرکاری نامزدہ اور رعایا کے منتخب کردہ ممبران شامل ہیں۔ اگرچہ گورنر اس مجلس کی صدارت کے فرائض ادا نہیں کرتا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ کونسل کے اجلاس میں ہر وقت حالاتِ حاضرہ پر خیالات کا اظہار کر سکتا ہے۔ اس کونسل کی میعاد تین سال تک ہوتی ہے۔ لیکن گورنر خاص حالات کے مطابق اس کی میعاد میں ایک سال کی توسیع کر سکتا ہے۔ اگر وہ مناسب خیال کرے تو کونسل کو برخاست بھی کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے بعد وہ تاریخ منسوخی سے چھ ماہ یا زیادہ سے زیادہ نو ماہ تک وزیرِ ہند کی منظوری سے دوسرا اجلاس بلا سکتا ہے۔ جب کوئی بِل کونسل میں پاس ہو جاتا ہے تو صاحبِ صدر گورنر کی خدمت میں بھیج دیتا ہے۔ اگر گورنر تمام بل یا اُسکے کسی خاص حصے میں کچھ تبدیلی کرنا چاہے۔ تو کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ بِل کو دوبارہ کونسل میں واپس کر دیتا ہے۔ یا وائسرائے کی منظوری کے لئے اپنے پاس رکھ لیتا ہے۔ منظوری کے بعد وہ ملک میں جاری ہوتا ہے۔ سالانہ بجٹ بھی

اسی کونسل میں پیش ہوتا ہے۔ جس پر ارکان اپنے اپنے نقطۂ نگاہ سے بحث و مباحثہ کرتے ہیں۔ سرکاری ممبر گورنمنٹ کی ضروریات جتاتا ہے۔ اور رعایا کے ارکان اپنے حسب منشا اکثریت کے ساتھ اس کو منظور یا منسوخ کرتے ہیں۔ ہر ممبر رعایا کے فوائد کی خاطر گورنمنٹ سے ہر معاملے پر سوال کرسکتا ہے اور گورنمنٹ کی طرف سے سرکاری ممبر اس کا جواب دہ ہوتا ہے ۔

سر ایڈورڈ میکلیگن کا دورِ حکومت ختم ہوگیا۔ اور مئی ۱۹۲۴ء میں سر میلکم ہیلی گورنر پنجاب مقرر ہوئے ۔

ہمارے موجودہ گورنر۔ ان کے عہد میں پنجاب سٹیمپ ایکٹ ۱۹۲۴ء پریذیڈنٹ کونسل کی تنخواہ کا بل ۱۹۲۴ء ہنیٹ کیرجز (رگھبیاں۔ گاڑیاں) ایکٹ ۱۹۲۴ء پنجاب موٹر وہیکل ایکٹ ۱۹۲۴ء اور پنجاب گوردوارہ ایکٹ کونسل میں منظور ہو کر ملک میں جاری ہوئے ۔

ہمارے موجودہ گورنر صاحب بہادر کا نام نامی سر ولیم میلکم ہیلی کے سی ایس آئی۔ سی آئی ای۔ آئی سی ایس ہے۔ حضور ممدوح اس ممتاز عہدے پر مقرر ہونے سے پہلے حکومت ہند کے داخلی ممبر تھے اور انہوں نے مئی ۱۹۲۴ء میں پنجاب کی عنان حکومت اپنے دستِ مبارک میں لی۔ اس وقت حکومتِ پنجاب کا دفتر شملہ میں تھا۔ اس لئے ماہِ اکتوبر تک حضور نے وہیں قیام کیا۔ آپ کا سنِ پیدائش ۱۸۷۲ء ہے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے مرچنٹ ٹیلر سکول میں حاصل کی اور اس کے اختتام پر کارپس کرسٹی کالج اکسفورڈ میں ڈگری کے امتحان کے لئے داخل ہوئے۔ تعلیم سے فراغت حاصل کرکے آپ سول سروس کے دائرہ ملازمت میں شامل ہوئے۔ ۱۹۰۲ء میں آپ نہر جہلم کی آبادی کے حاکم نوآبادیات مقرر ہوئے۔ جہاں آپ کی اعلیٰ خوبیوں نے لوگوں کے دلوں میں گھر کرلیا۔ اور دُنیا میں آپ کے حسنِ انتظام کی دھوم مچ گئی۔ ۱۹۰۷ء میں آپ پنجاب

گورنمنٹ کے سکرٹری اور ۱۹۰۸ء میں گورنمنٹ ہند میں ڈپٹی سکرٹری کے عہدے پر مقرر ہوئے۔ اس کے بعد حضور قیصرِ ہند ملکِ معظم جارج پنجم کے دربارِ قیصری ۱۹۱۱ء کی کمیٹی میں بطورِ رُکن شامل ہوئے اور ۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۹ء تک نئے صوبہ دہلی کے چیف کمشنر کے اعلیٰ عہدے کے فرائض ادا کرتے رہے۔ ۱۹۲۱ء میں آپ انڈین سولجرز (سپاہی) بورڈ کے صدر منتخب ہوئے اور ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۰ء تک حکومت ہند کی مجلس انتظامیہ میں بطورِ رُکن محکمہ مال اپنے فرائض منصبی انجام دیتے رہے۔ جہاں آپ کی تقریری قوت۔ دلائل پیش کرنے کی طاقت اور پُرمذاق تفصیلی بیانات مخالفین سے بھی تعریف کرائے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔

پنجاب کونسل۔ نئے ایکٹ کے رُو سے پنجاب گورنر کے ماتحت کیا گیا۔ انتظام حکومت میں اس کی مدد کے لئے مجلس انتظامیہ و مجلس وضع قوانین قائم ہیں پہلی مجلس کے صدر بذاتِ خود گورنر صاحب بہادر ہیں۔ اس مجلس میں دو سرکاری ممبر شامل ہیں۔ جن کو گورنر صاحب خود نامزد کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک آنریبل سر جعفری مونٹ مورینسی کے سی آئی ای سی ایس آئی فنانشل ممبر اور دوسرے آنریبل سر میاں فضل حسین ایم۔ اے بیرسٹر ایٹ لا۔ ریونیو (مالی) ممبر ہیں۔ یہ دونوں صاحبان محکمہ جات مخصوصہ کے انچارج ہیں۔

دوسری طرف محکمہ منتقلہ کے انچارج تین وزیر ہیں۔ ان میں سے ایک آنریبل مسٹر منوہر لال ایم اے بیرسٹر ایٹ لا وزیر تعلیم دوسرے آنریبل سردار بہادر سردار جوگندر سنگھ وزیر زراعت اور تیسرے آنریبل ملک فیروز خاں نون بیرسٹر ایٹ لا وزیر لوکل سلف گورنمنٹ ہیں گورنر صاحب ان وزیروں کو مجلس وضع قوانین کے ممبروں سے نامزد کرتے ہیں۔ جو گورنر صاحب کے صلاح و مشورہ اور کونسل کی مدد سے محکمہ جات منتقلہ کے فرائض ادا کرتے ہیں۔

محکمہ جات کی تقسیم۔ پنجاب میں محکمہ مخصوصہ کا کام دو ممبروں کے سپرد ہے۔ ان میں

امور خارجہ۔ مالی معاملات فوجداری و دیوانی مقدمات اور ان کے متعلق قوانین محکمہ پولیس
یورپین اور اینگلو انڈین تعلیم عدالتوں کا انتظام اور حفاظتی امور فنانشل ممبر کے ماتحت ہیں اور
آبپاشی۔ مالیہ اراضی۔ علاقہ جات کی تبدیلیاں۔ تجارت۔ آمدورفت کے ذرائع۔ صنعت و
حرفت کی ترقی۔ کارخانے۔ پریس۔ جیل خانے اور جرائم پیشہ اقوام کا انتظام مالی ممبر کے
سپرد ہے۔ ان دونوں ممبروں کو پانچ پانچ ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔
نئے انتخاب کے بعد محکمہ جات منتقلہ کا انتظام تین وزیروں کے سپرد کیا گیا ہے
لوکل سلف گورنمنٹ۔ حفظان صحت میڈیکل تعلیم۔ سینٹری بورڈز اور مذہبی اوقاف کے محکمے
وزیر لوکل سلف گورنمنٹ کی نگرانی میں ہیں۔ محکمہ رفاہ عامہ۔ سڑکیں۔ محکمہ زراعت۔ رجسٹریشن
کا محکمہ۔ زمیندارہ بنک۔ ماہی گیری و متعلقہ حیوانات اور آبکاری و منشی اشیا کے محکمے وزیر
زراعت اور محکمہ تعلیم و صنعت و حرفت وزیر تعلیم کے سپرد ہیں۔ ان تینوں کو پانچ پانچ ہزار
روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔
دوسری مجلس وضع قوانین ہے۔ جس میں رعایا کے منتخب کردہ اور سرکاری نامزد ارکان
شامل ہوتے ہیں۔ پنجاب میں چونکہ مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے اس لئے اُن کو حقِ نیابت
زیادہ ملا ہوا ہے۔ اس کونسل میں ممبروں کی تعداد مندرجہ ذیل ہے:۔

سرکاری افسر نامزد ۱۶ — غیر سرکاری نامزد ۷

رعایا کے انتخاب کردہ

	دیہاتی	قصباتی	میزان
مسلمان	۲۷	۵	۳۲
ہندو	۱۳	۷	۲۰
سکھ	۱۱	۱	۱۲

نمائندہ پنجاب یونیورسٹی ۱ ۔ پنجاب چیمبر آف کامرس ۱ ۔ پنجاب صنعت و حرفت ۱

نمائندگان طبقہ زمینداران ۴ — کل میزان منتخب شدہ ممبران ۷۱ — کل میزان ۹۴

پریزیڈنٹ۔ گورنمنٹ پریزیڈنٹ کو قانون اصلاحات کے مطابق پہلی مرتبہ چار سال کے لئے مقرر کر سکتی ہے۔ مسٹر کیسن سی ایس آئی نے ۲۰ جنوری ۱۹۲۴ء تک صدارت کے فرائض ادا کئے۔ جب ان کی میعاد اختتام کو پہنچ گئی تو کونسل کے ممبروں نے خان بہادر چودھری شہاب الدین صاحب کو اپنا پریذیڈنٹ منتخب کیا۔ اور وہ اب تک اس اعلیٰ عہدے کے فرائض ادا کر رہے ہیں۔

قانون کس طرح بنتا ہے۔ مجلس وضع قوانین کے سرکاری یا غیر سرکاری ممبروں میں سے کوئی ممبر درخواست کرتا ہے کہ میں فلاں امر کے متعلق ایک مسودہ پیش کرنا چاہتا ہوں گورنمنٹ اس کو اجازت دے دیتی ہے۔ پھر وہ مسودہ پیش کرتا ہے۔ گورنمنٹ اس مسودے کو اظہار رائے کے لئے سرکاری گزٹ میں شائع کرتی ہے۔ لوگ اس پر ہر پہلو سے نکتہ چینی کرتے ہیں۔ پھر خاص مقررہ تاریخ پر وہ ممبر اپنے پیش کئے ہوئے مسودے پر اظہار خیالات کرتا ہے۔ ارکان مجلس اس پر بحث و مباحثہ کرتے ہیں۔ اگر ضرورت ہو تو ترمیم کی جاتی ہے۔ اگر رایوں میں اختلاف ہوجائے تو رائیں گن لی جاتی ہیں۔ پھر کثرت رائے سے وہ مسودہ منظور یا نامنظور کر دیا جاتا ہے۔ جب کوئی بل منظور ہو جائے۔ تو وہ گورنر کی منظوری کے لئے اس کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ اگر وہ اس میں کچھ تغیر و تبدل کرنا چاہے۔ تو کر سکتا ہے۔ اس کے بعد وہ وائسرائے صاحب کی منظوری حاصل کرتا ہے۔ اس اجازت کے بعد وہ قانون قابل عمل تصور کیا جاتا ہے۔

استحقاقِ رائے۔ مجلس واضع قوانین پنجاب میں حلقہ ہائے انتخاب شہری اور دیہاتی حلقوں میں منقسم ہیں۔ شہری اور دیہاتی رائے دہندگان کی قابلیتیں یکساں ہیں۔

(۱)۔ ہر شخص جو مالیہ یا کرایہ ادا کرتا ہو۔ بشرطیکہ وہ ۲۰۰ روپیہ سالانہ سے کم نہ ہو۔

(۲)۔ وہ شخص جو کم سے کم پچاس روپے میونسپل یا چھاؤنی کا ٹیکس ادا کرتا ہو یا جسے ادا کرنا پڑتا ہے۔

(۳)۔ وہ شخص جو اراضی کے علاوہ ۴۰۰۰ روپے کی جائداد غیر منقولہ رکھتا ہو ۔

(۴)۔ وہ شخص جو انکم ٹیکس ادا کرتا ہو ۔

(۵)۔ ملازمت سے سبکدوش شدہ ہر افسر۔ سپاہی۔ ذیلدار۔ سفید پوش۔ انعام دار اور ہر مالک اراضی جس کی اراضی کا لگان ۲۵ روپے سالانہ سے کم نہ ہو ۔

(۶)۔ ہر جاگیردار یا معافی دار جو کم سے کم ۵۰ روپے سالانہ مالیہ ادا کرتا ہو ۔

(۷)۔ اراضیاتِ خالصہ کا ہر مزارعہ جو ۲۵ روپے سالانہ مالیہ ادا کرتا ہو ۔

ہر شخص جو مندرجہ بالا ایک یا ایک سے زیادہ اہلتیں رکھتا ہو۔ انتخاب کے وقت رائے دہی کا حق رکھتا ہے ۔

حلقہ ہائے انتخاب۔ منتخب ممبروں کے لئے حلقہ ہائے انتخاب مقرر کئے گئے ہیں۔ ہر حلقے کی طرف سے کئی ممبر انتخاب کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ تاریخ مقررہ پر اس حلقہ کے رائے دہندگان مقررہ جگہ پر جمع ہوتے ہیں۔ اور ان ممبروں کے حق میں ووٹ (پرچہ رائے شماری) دیتے ہیں۔ سرکاری افسر اُن رایوں کو جمع کر کے لاہور کے دفتر انتخاب میں بھیج دیتا ہے۔ جہاں رائے شماری ہوتی ہے۔ جو ممبر زیادہ ووٹ حاصل کرتا ہے وہ اس حلقے کی طرف سے نمائندہ منتخب ہوتا ہے ۔

پنجاب میں تمام حلقہ ہائے انتخاب اصول نیابت پر قائم ہیں۔ چنانچہ ۳۲ نشستیں مسلمانوں کے لئے ۲۰ ہندوؤں کے لئے اور ۱۲ سکھوں کے لئے مخصوص ہیں۔ زمیندار طبقہ کے فوائد کی خاطر یہ نشستیں پھر آگے قصباتی اور دیہاتی حصوں میں تقسیم کی گئی ہیں۔ تجارت۔ صنعت وحرفت اور تعلیمی ضروریات کو مدِنظر رکھ کر سرکار نے ان کو علیحدہ حقِ نمائندگی دے رکھا ہے۔ پنجاب میں مندرجہ ذیل حلقہ ہائے انتخاب پائے جاتے ہیں:۔

۱۔ لاہور شہر (مسلمان) قصباتی	۱۲۔ گوجرانوالہ دیہاتی	۲۲۔ لاہور دیہاتی
۲۔ مغربی پنجاب قصبہ جات (مسلمان) قصباتی	۱۳۔ شیخوپورہ دیہاتی	۲۳۔ امرت سر شہر قصباتی

۳- ہوشیارپور لدھیانہ دیہاتی
۴- ڈیرہ غازیخاں دیہاتی
۵- راولپنڈی دیہاتی
۶- مشرقی گجرات دیہاتی
۷- مشرقی شاہ پور دیہاتی
۸- قصبہ جات جنوب مشرقی پنجاب قصباتی
۹- مغربی گجرات دیہاتی
۱۰- شرقی ملتان دیہاتی
۱۱- جھنگ دیہاتی

۱۴- امرت سر دیہاتی
۱۵- قصبہ جات غربی شرقی وسطی پنجاب قصباتی
۱۶- مظفر گڈھ دیہاتی
۱۷- منٹگمری دیہاتی
۱۸- جہلم دیہاتی
۱۹- مغربی ملتان دیہاتی
۲۰- میانوالی دیہاتی
۲۱- شمال مشرقی انبالہ ڈویژن دیہاتی

۲۴- غربی شاہ پور دیہاتی
۲۵- فیروز پور دیہاتی
۲۶- لائل پور شمالی دیہاتی
۲۷- جالندھر دیہاتی
۲۸- گوڑگانواہ حصار دیہاتی
۲۹- سیالکوٹ دیہاتی
۳۰- اٹک دیہاتی
۳۱- کانگڑہ گورداسپور دیہاتی
۳۲- جنوبی لائل پور دیہاتی

ہندو حلقہ ہائے انتخاب

۱- جنوب مشرقی قصبہ جات قصباتی
۲- جالندھر لدھیانہ دیہاتی
۳- مغربی پنجاب قصبہ جات قصباتی
۴- جنوب مشرقی رہتک دیہاتی
۵- شرقی غربی وسطی قصبہ جات قصباتی
۶- امرتسر شہر قصباتی
۷- کرنال دیہاتی

۸- انبالہ شملہ دیہاتی
۹- شمال مغربی قصبہ جات قصباتی
۱۰- امرتسر گورداسپور دیہاتی
۱۱- شمال شرقی قصبہ جات قصباتی
۱۲- لاہور فیروز پور شیخوپورہ دیہاتی
۱۳- ہوشیار پور دیہاتی
۱۴- راولپنڈی لاہور ڈویژن شمالی دیہاتی

۱۵- لاہور شہر قصباتی
۱۶- گوڑگانواہ دیہاتی
۱۷- کانگڑہ دیہاتی
۱۸- ملتان ڈویژن دیہاتی
۱۹- حصار دیہاتی
۲۰- شمال غربی رہتک دیہاتی

جائداد غیر منقولہ رکھتا ہو ۔

(۳)۔ وہ شخص جو اراضی کے علاوہ ۴۰۰۰ روپے کی جائداد غیر منقولہ رکھتا ہو ۔

(۴)۔ وہ شخص جو انکم ٹیکس ادا کرتا ہو ۔

(۵)۔ ملازمت سے سبکدوش شدہ ہر افسر۔ سپاہی۔ ذیلدار۔ سفید پوش۔ انعام دار اور ہر مالک اراضی جس کی اراضی کا لگان ۲۵ روپے سالانہ سے کم نہ ہو ۔

(۶)۔ ہر جاگیردار یا معافی دار جو کم سے کم ۵۰ روپے سالانہ مالیہ ادا کرتا ہو ۔

(۷)۔ اراضیاتِ خالصہ کا ہر مزارعہ جو ۲۵ روپے سالانہ مالیہ ادا کرتا ہو ۔

ہر شخص جو مندرجہ بالا ایک یا ایک سے زیادہ اہلتیں رکھتا ہو۔ انتخاب کے وقت رائے دہی کا حق رکھتا ہے ۔

حلقہ ہائے انتخاب۔ منتخب ممبروں کے لئے حلقہ ہائے انتخاب مقرر کئے گئے ہیں۔ ہر حلقے کی طرف سے کئی ممبر انتخاب کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ تاریخ مقررہ پر اس حلقہ کے رائے دہندگان مقررہ جگہ پر جمع ہوتے ہیں۔ اور ان ممبروں کے حق میں ووٹ (پرچہ رائے شماری) دیتے ہیں۔ سرکاری افسر ان رایوں کو جمع کر کے لاہور کے دفتر انتخاب میں بھیج دیتا ہے۔ جہاں رائے شماری ہوتی ہے۔ جو ممبر زیادہ ووٹ حاصل کرتا ہے وہ اس حلقے کی طرف سے نمائندہ منتخب ہوتا ہے ۔

پنجاب میں تمام حلقہ ہائے انتخاب اصول نیابت پر قائم ہیں۔ چنانچہ ۳۲ نشستیں مسلمانوں کے لئے ۲۰ ہندوؤں کے لئے اور ۱۲ سکھوں کے لئے مخصوص ہیں۔ زمیندار طبقہ کے فوائد کی خاطر یہ نشستیں پھر آگے قصباتی اور دیہاتی حصوں میں تقسیم کی گئی ہیں۔ تجارت۔ صنعت و حرفت اور تعلیمی ضروریات کو مدنظر رکھ کر سرکار نے ان کو علیحدہ حقِ نمائندگی دے رکھا ہے۔ پنجاب میں مندرجہ ذیل حلقہ ہائے انتخاب پائے جاتے ہیں:۔

۱۔ لاہور شہر (مسلمان) قصباتی	۱۲۔ گوجرانوالہ	دیہاتی	۲۲۔ لاہور	دیہاتی
۲۔ مغربی پنجاب قصبہ جات (مسلمان) قصباتی	۱۳۔ شیخوپورہ	دیہاتی	۲۳۔ امرتسر شہر	قصباتی

٣۔ ہوشیار پور لدھیانہ دیہاتی
۴۔ ڈیرہ غازیخاں دیہاتی
۵۔ راولپنڈی دیہاتی
۶۔ شرقی گجرات دیہاتی
۷۔ مشرقی شاہ پور دیہاتی
۸۔ قصبہ جات جنوب مشرقی پنجاب قصباتی
۹۔ مغربی گجرات دیہاتی
۱۰۔ شرقی ملتان دیہاتی
۱۱۔ جھنگ دیہاتی
۱۴۔ امرت سر دیہاتی
۱۵۔ قصبہ جات غربی شرقی وسطی پنجاب قصباتی
۱۶۔ مظفر گڈھ دیہاتی
۱۷۔ منٹگمری دیہاتی
۱۸۔ جہلم دیہاتی
۱۹۔ مغربی ملتان دیہاتی
۲۰۔ میانوالی دیہاتی
۲۱۔ شمال مشرقی دیہاتی
انبالہ ڈویژن
۲۴۔ غربی شاہ پور دیہاتی
۲۵۔ فیروز پور دیہاتی
۲۶۔ لائل پور شمالی دیہاتی
۲۷۔ جالندھر دیہاتی
۲۸۔ گوڑگانواہ حصار دیہاتی
۲۹۔ سیالکوٹ دیہاتی
۳۰۔ اٹک دیہاتی
۳۱۔ کانگڑہ گورداسپور دیہاتی
۳۲۔ جنوبی لائل پور دیہاتی

ہندو حلقہ ہائے انتخاب

۱۔ جنوب مشرقی قصبہ جات قصباتی
۲۔ جالندھر لدھیانہ دیہاتی
۳۔ مغربی پنجاب قصبہ جات قصباتی
۴۔ جنوب مشرقی رہتک دیہاتی
۵۔ شرقی غربی وسطی قصبہ جات قصباتی
۶۔ امرت سر شہر قصباتی
۷۔ کرنال دیہاتی
۸۔ انبالہ شملہ دیہاتی
۹۔ شمال مغربی قصبہ جات قصباتی
۱۰۔ امرتسر گورداسپور دیہاتی
۱۱۔ شمال مشرقی قصبہ جات قصباتی
۱۲۔ لاہور فیروز پور شیخوپورہ دیہاتی
۱۳۔ ہوشیار پور دیہاتی
۱۴۔ راولپنڈی لاہور دیہاتی
ڈویژن شمالی
۱۵۔ لاہور شہر قصباتی
۱۶۔ گوڑگانواہ دیہاتی
۱۷۔ کانگڑہ دیہاتی
۱۸۔ ملتان ڈویژن دیہاتی
۱۹۔ حصار دیہاتی
۲۰۔ شمال غربی رہتک دیہاتی

سکھ حلقہ ہائے انتخاب

۱۔ ہوشیارپور کانگڑہ	دیہاتی	۴۔ انبالہ ڈویژن	دیہاتی	۷۔ راولپنڈی ڈویژن گوجرانوالہ	دیہاتی
۲۔ ملتان ڈویژن وشیخوپورہ	دیہاتی	۵۔ لائل پور	دیہاتی	۸۔ جالندھر	دیہاتی
۳۔ امرت سر	دیہاتی	۶۔ لدھیانہ	دیہاتی	۹۔ سیالکوٹ گورداسپور	دیہاتی
لاہور	دیہاتی	فیروزپور	دیہاتی	(قصبہ جات پنجاب)	قصباتی

طبقہ زمینداران

۴

تومان دار بلوچ زمیندار

۱

سکھ زمیندار

۱

پنجاب چیمبر آف کامرس وتجارت

۱

مسلمان زمیندار

۱

پنجاب زمینداران جنرل

۱

پنجاب صنعت وحرفت

۱

پنجاب یونیورسٹی

۱

سوالات

۱۔ اصلاحات ۱۹۱۹ء سے پہلے پنجاب کی طرز حکومت کیسی تھی۔ شجرہ بنا کر اپنے جواب کو واضح کرو۔

۲۔ ریفارم ایکٹ (قانون اصلاحات) ۱۹۱۹ء کس طرح منظور ہوا۔ اور اس کے اولیں اور ضروری مقاصد کیا ہیں؟ نیز اس ایکٹ کے رو سے نظامِ حکومت میں کیا کیا تبدیلیاں واقع ہوئیں؟

۳۔ پنجاب کونسل کی بناوٹ اور نظام ترکیبی کے بارے میں تم کیا جانتے ہو۔ صیغہ جات مخصوصہ د منتقلہ سے کیا مراد ہے؟ اور ان کی تقسیم کس طرح واقع ہوئی ہے؟

۴۔ ہمارے موجودہ گورنر صاحب بہادر کی زندگی کے مختصر حالات بیان کرو۔ نیز بتاؤ۔ کہ ان کی ملکی پالیسی کیا ہے؟

۵۔ کونسلوں کے ممبر کس طرح منتخب ہوتے ہیں۔ نیز بتاؤ کہ وزراء کا تقرر کیونکر ہوتا ہے۔ اور انکے کیا اختیارات ہیں؟

۶۔ کوئی قانون کونسل میں کس طرح منظور ہوتا ہے۔ مختصر بیان کرو؟

۷۔ حلقہ ہائے انتخاب سے کیا مراد ہے۔ اور وہ پنجاب میں کس اصول پر قائم کئے گئے ہیں۔ مسلمانوں ہندوؤں اور سکھوں کے لئے کتنی نشستیں مخصوص ہیں؟

۸۔ قانون اصلاحات کے رُو سے گورنر کے کیا کیا اختیارات ہیں؟

فصل ششم

پنجاب سول سروس اور پولیس

الحاق کے وقت پنجاب سلطنتِ ہند کا سرحدی صوبہ تھا۔ اس لئے یہاں اعلیٰ عہدوں کے لئے افسر یا تو محکمہ فوج یا انڈین سول سروس اور پنجاب سول سروس سے بھرتی کئے جاتے تھے۔ جب سنہ ۱۹۰۱ء میں شمال مغربی سرحدی صوبہ پنجاب سے علیحدہ کیا گیا تو دائرہ ملازمت میں فوجی افسروں کا داخلہ بند ہو گیا۔ لیکن جنگ یورپ کے زمانہ اور اس کے دو سال بعد تک وہ اُمیدوار بھرتی کئے گئے جنہوں نے اس جنگ میں بحری۔ فوجی یا ہوائی صیغے میں سرکاری خدمات انجام دی تھیں۔

لیکن اصلاحات سنہ ۱۹۲۲ء پر عمل ہونے سے بھرتی پانچ مختلف طریقوں سے عمل میں آنے لگی (۱)۔ بلا امتیاز امتحان مقابلہ (لندن میں)۔ (۲)۔ امتحان مقابلہ (ہندوستان میں) (۳)۔ نامزدگی (ہندوستان میں)۔ و (۴)۔ پراونشل سول سروس سے ترقی دیکر (۵) براہ راست قانون یافتہ اصحاب کا تقرر۔

تنخواہ کے بارے میں گریڈ سسٹم (درجوں کا طریقہ) منسوخ کیا گیا۔ اور اس کے بجائے ٹائم سکیل[1] رائج کی گئی۔

پنجاب سول سروس۔ پہلے پہل یوروپین اور ہندوستانی امیدواروں کو کام سے واقفیت

---

[1] اس طریقے کے مطابق ہر ملازم کی تنخواہ میں ہر سال کے بعد مقررہ ترقی ہوتی رہتی ہے اور جب وہ اپنے آخری درجہ تنخواہ کو پہنچ جاتا ہے تو اسکے بعد اسے اگلا درجہ خالی ہونے پر مل جاتا ہے اس صورت میں وہ پھر اس درجے کے مطابق ہر سال ترقی حاصل کرتا ہے۔

حاصل کرنے کے لئے ڈپٹی کمشنر کے ماتحت اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدے پر مقرر کیا جاتا تھا۔ اس کی تنخواہ اور عہدے میں ترقی اس وقت تک بند رہتی تھی۔ جب تک وہ امتحان مقابلہ کے ذریعے سے انڈین سول سروس کے دائرے میں داخل نہیں ہوتا تھا۔ ۱۸۷۰ء کے پارلیمنٹ ایکٹ کے رُو سے اعلیٰ عہدوں پر براہ راست تقرر کا تجربہ عمل میں لایا گیا۔ لیکن اس میں چنداں کامیابی نہ ہوئی۔ ۱۸۸۶ء میں اس مسئلے کی تحقیق کے لئے سر چارلس ایچسن کے ماتحت تحقیقاتی مجلس قائم ہوئی۔ جس کی سفارشات پر ۱۸۹۲ء میں پراونشل سول سروس کی نئی کانسٹی ٹیوشن (بنیادی نظام) ظہور میں آئی۔ اور سابقہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنروں کے انتظام میں بہت سی تبدیلی ہوئی۔ یہ سات درجوں میں منقسم کئے گئے۔ نئے انتظام کے رُو سے اعلیٰ عہدوں کی چند اسامیاں پراونشل سول سروس کے ملازمین کے لئے مخصوص کی گئیں جن پر پہلے انڈین سول سروس یا فوجی افسروں کا تقرر ہوتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بہت سے قابل اور لائق و فائق اشخاص اعلیٰ عہدوں پر مقرر ہونے لگے۔ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنروں کو پہلے انتظامیہ اور عدالتی دونوں قسموں کے فرائض ادا کرنے پڑتے تھے لیکن بعد میں یہ دونوں شعبے علیحدہ علیحدہ کر دئے گئے۔ جو صاحب صرف انتظامی اغراض کو پورا کرتے تھے۔ وہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے نام سے نامزد کئے گئے۔ اور جن کے ذمے عدالتی کارروائی رکھی گئی۔ وہ اکسٹرا جوڈیشل اسسٹنٹ کمشنر اور سبارڈینیٹ جج (ماتحت جج) کہلائے۔ منصف اور تحصیلدار صاحبان بھی پراونشل سروس میں بھرتی ہوتے تھے لیکن ان کا داخلہ براہِ راست بذریعہ نامزدگی یا امتحان مقابلہ یا مختلف محکمہ جات کے ملازمین سے ہوتا تھا۔

ریفارم کے بعد پنجاب سول سروس۔ ۱۹۱۲ء کے شاہی کمیشن کی سفارشات پر سول سروس کے نظام میں بہت سی تبدیلیاں واقع ہوئیں (۱) پراونشل سول سروس کے بجائے پنجاب سول سروس نام مقرر ہوا منصف صاحبان بھی (جو آجکل سبارڈینیٹ جج کہلاتے ہیں) اس زمرے میں داخل ہوئے۔ انتظامی اور عدالتی شعبے بالکل جدا جدا

ہو گئے۔ اول الذکر محکمے میں ۵۰ فیصدی بھرتی براہ راست اور ۵۰ فیصدی دائرہ ماتحت ملازمت سے ترقی یافتہ افسروں کے ذریعے سے ہونے لگی۔ اور آخر الذکر میں براہ راست عمل میں آنے لگی۔ تنخواہ کے بارے میں ٹائم سکیل پر عمل ہونے لگا۔ اعلیٰ عہدوں پر پنجاب سول سروس کے ملازمین کے تقرر میں اضافہ ہوا۔ پنجاب سول سروس کے اعلےٰ افسروں (ڈپٹی کمشنر اور ڈسٹرکٹ جج) کی تنخواہوں میں ان کی مقررہ تنخواہ کے علاوہ ۲۰۰ روپیہ کا اضافہ ہوا۔ اور آئندہ کے لئے ان کا تقرر سول سروس کے تمام محکموں میں ہونے لگا۔

پولیس۔ رعایا کی جان و مال اور ملک کے اندرونی انتظام کے لئے پولیس کا وجود ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسا کہ جسم کے لئے رُوح۔ مغلوں کے زمانے میں عام طور پر دیہات میں چوکیدار نگرانی اور حفاظت کا کام کرتے تھے۔ اور بڑے بڑے شہروں میں پولیس کا افسر کوتوال ہوتا تھا لیکن انگریزی عملداری میں اس محکمے کا باقاعدہ انتظام شروع ہوا۔

موجودہ انتظام۔ اس وقت پنجاب پولیس تین محکموں یعنی ضلع کی پولیس خفیہ پولیس اور ریلوے پولیس میں منقسم ہے۔ سب سے اعلیٰ افسر کو انسپکٹر جنرل کہتے ہیں۔ ضلع کی پولیس کے انتظام کے لئے تین ڈپٹی انسپکٹر جنرل اس کے معاون و مددگار ہیں محکمہ خفیہ پولیس و شناخت انگشت علیحدہ چوتھے ڈپٹی انسپکٹر جنرل کے ماتحت ہیں۔ اور ریلوے پولیس اسسٹنٹ انسپکٹر جنرل کے تابع ہے۔

ہر ضلع میں ایک بڑا افسر سپرنٹنڈنٹ پولیس ہوتا ہے۔ لیکن لاہور میں کام کی زیادتی کی وجہ سے ایسے دو افسر مقرر ہیں۔ اس افسر کی مدد کیلئے ایک یا زیادہ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوتے ہیں۔ ہر ضلع میں کئی تھانے پائے جاتے ہیں۔ ہر تھانہ میں ایک یا دو تھانہ دار۔ دو ہیڈ کانسٹیبل اور دس کانسٹیبل ہوتے ہیں ان کے کام کی نگرانی کے لئے سرکل انسپکٹر مقرر ہیں۔ جو ضلع کے صدر مقام ہی میں رہتے ہیں۔ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس

کی ہدایات کے مطابق سارے ضلع کے انتظام کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ آج کل سرکل انسپکٹروں کی تعداد میں کمی کی گئی ہے اور ان کے بجائے اکسٹرا ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ مقرر کئے گئے ہیں۔ ۲۲-۱۹۲۱ء میں دیہاتی چوکیوں کی کل تعداد ۲۰۰ تھی۔

موجودہ نظام کے ماتحت ملازمت حکام اعلیٰ میں ۹/۱۰ اسامیاں پراونشل سروس سے ترقی دیکر پُر کی جاتی ہیں۔ جن میں سے ۱/۳ حصہ پر ہندوستانی پولیس کے اعلیٰ عہدوں پر ممتاز ہیں۔ ۲۲-۱۹۲۱ء میں کل افسروں کی تعداد ۴۰۰ ۱ اور سپاہیوں کی ۱۹۲۳۸ تھی۔ افسروں کے پاس پستول اور سپاہیوں کے پاس رائفلیں (بندوقیں) ہوتی ہیں۔ لیکن ہر ضلع میں محفوظ حصہ پولیس بھی ہتھیاروں سے مسلح ہوتا ہے۔

پنجاب پولیس کی تاریخ ۱۸۴۹ء میں الحاق کے بعد ملک میں امن وامان قائم رکھنے اور جرائم کی بیخ کنی کے لئے فوجی پولیس فوجی افسروں کے ماتحت قائم ہوئی۔ جو چھ پیادہ رجمنٹوں اور چھبیس گھوڑ سواروں پر مشتمل تھی۔ ان کی کل تعداد ۸۰۰ ۱ اور دیسی فوج کی ۹۰۰ ۶ تھی۔ فوجی پولیس ملک کے مختلف حصوں میں گشت کرتی تھی اور جرائم کے روکنے اور مجرموں کی گرفتاری میں امداد دیتی تھی۔ لیکن سول پولیس مجرموں کی سراغ رسانی اور مقدمات فوجداری کے فرائض انجام دیتی تھی۔ اور دیہات وقصبات میں حفاظت ونگرانی کرتی تھی۔

محکمہ ریلوے پولیس ۱۸۶۹ء میں قائم ہوا۔ اور ۱۸۹۲ء میں براہ راست بھرتی ہونے والے افسروں اور ماتحت ملازموں کی تربیت کے لئے پھلور میں ٹریننگ سکول کھولا گیا۔ ۱۹۰۱ء میں سرحدی صوبہ کی علیحدگی سے اس علاقے کی پولیس چیف کمشنر کے ماتحت لائی گئی۔ ۱۹۰۲ء میں لارڈ کرزن (وائسرائے ہند) نے پولیس کے محکمے کی اصلاح کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا۔ جس کی سفارش پر پنجاب میں تیسرا انتظامیہ حلقہ ایڈیشنل ڈپٹی انسپکٹر جنرل کے ماتحت ایزاد ہوا۔ ریلوے پولیس کا محکمہ جو

آج تک اسسٹنٹ انسپکٹر جنرل کے ماتحت تھا۔ ڈپٹی انسپکٹر جنرل کے ماتحت لایا گیا اور خفیہ پولیس کا نیا محکمہ قائم ہوا۔ ۱۹۰۶ء سے مجرموں کی شناخت کے لئے ان کے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کے نشان رکھنے کا طریقہ رائج کیا گیا۔ نشانات کے دیکھنے سے مجرم کا فوراً پتہ چل جاتا ہے۔ کیونکہ قدرت نے ہر شخص کی انگلیوں کے نشانات میں دوسرے آدمی کی نسبت گہرا اختلاف رکھا ہے۔ اس طریقے سے پولیس کو تحقیقات میں بڑی مدد ملتی ہے اور یہ طریقہ بڑا مقبول ہوا ہے۔ اس نے سرکل انسپکٹر سب انسپکٹروں کے کام کی نگرانی اور دیکھ بھال کے لئے مقرر کئے مگر بعد میں یہ طریقہ منسوخ کر دیا گیا۔ اس کمیشن سے پہلے ماتحت ملازم ترقی حاصل کر کے سب انسپکٹر اور انسپکٹر کے درجے تک پہنچ جاتے تھے۔ لیکن اب سب انسپکٹر کی حالت میں ۸۰ فیصدی آسامیاں براہ راست پُر کی جاتی ہیں۔ اُمیدواروں کے لئے صرف پنجاب یونیورسٹی کا انٹرنس پاس ہونا ضروری ہے۔ ملازموں کو کوارٹر مہیا کرنے کے بجائے کرایہ مکان اور سواری کا الاؤنس و بھتہ منظور ہوا۔ ۱۹۱۱ء سے میونسپل پولیس بھی گورنمنٹ کے زیر سایہ آ گئی ہے۔

دیہاتی پولیس۔ چوکیدار۔ گاؤں کی حفاظت کے لئے سرکار نے چوکیدار مقرر کئے اور ان کو نمبرداران دیہہ کے ماتحت رکھا لیکن ان کا تقرر اور برطرفی صاحب ڈپٹی کمشنر کے اختیار میں رکھی گئی۔ جس گاؤں میں چوکیداروں کی تعداد پانچ یا اس سے زائد ہے۔ وہاں ان میں سے ایک کو زائد تنخواہ دے کر دفعدار مقرر کیا جاتا ہے۔ گاؤں میں ہر گھر پر اس کی حیثیت کے مطابق ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ نگرانی۔ حفاظت اور پہرے کے علاوہ ہر چوکیدار کا فرض ہے کہ وہ مجرموں اور بدمعاشوں کو گرفتار کرے اور نقب زنی اور دیگر مجرمانہ افعال کی رپورٹ تھانہ میں پہنچائے۔ نیز اپنے متعلقہ علاقہ کی پیدائش اور اموات کو رجسٹروں میں درج کرا کر ہر چودہ روز کے بعد تھانہ میں اطلاع دے۔ اگرچہ چوکیدار مسلح نہیں ہوتے لیکن ان کو حفاظت خود اختیاری کے لئے نیزے اور تلواریں

سرکار کی طرف سے مرحمت ہوتی ہیں۔ انگریزوں کی ابتدائی عملداری میں ان کو ۳ روپے ماہوار تنخواہ ملا کرتی تھی اور وہ بھی چھ ماہ کے بعد۔ اس لئے اس اسامی کے لئے اتنی قلیل تنخواہ پر مناسب آدمیوں کا ملنا مشکل ہو گیا۔ ۱۸۹۲ء کی تحقیقات کے بعد ان کی تنخواہ ۵ روپے سے لیکر ۸ روپے تک بڑھائی گئی۔ اور یہ انتظام کیا گیا کہ ان کو باقاعدہ تنخواہ ملا کرے۔ ۲۲-۱۹۲۱ء میں چوکیداروں کی کل تعداد تقریباً ۲۰ ہزار تھی۔

چھوٹے چھوٹے قصبوں میں بھی باقاعدہ پولیس کے علاوہ چند چوکیدار مقرر ہوتے ہیں جن کی تنخواہ۔ ترقی اور برطرفی میونسپل ایکٹ کے مطابق عمل میں آتی ہے۔ پنجاب کے چند اضلاع میں ڈاکہ زنی۔ چوری وغیرہ کو روکنے اور سرکاری عمارتوں اور سڑکوں کی حفاظت کے لئے زیادہ نگرانی کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس غرض کے لئے ٹھیکری پہرہ کا طریقہ مروج ہے۔ ہر چوکیدار کے ساتھ ہر روز گاؤں کی آبادی کے مطابق باری باری دو یا تین آدمی مقرر کئے جاتے ہیں۔ جو رات کو پہرہ دیتے ہیں یا ناکہ بندی کرتے ہیں۔ تھانہ دار اکثر ان کی پڑتال کے لئے رات کو گشت کرتا ہے۔

امدادی فوج CONTINGENT ARMY پنجاب کی امدادی فوج میں رضا کاروں کی بھرتی یورو پین اور اینگلو انڈین طبقے سے ہوتی ہے۔ یہ فوج ایک سوار دلائٹ ہارس اور تین پیادہ رجمنٹوں یعنی پنجاب رائفل۔ شملہ رائفل اور نارتھ ویسٹرن ریلوے رجمنٹ پر مشتمل تھی۔ ۱۹۱۷ء میں پچاس سال سے کم عمر والے ارکان کے لئے جنگی ملازمت لازمی کی گئی۔ اور اس کا نیا نام "سپاہ تحفظ ہند" رکھا گیا۔ اس سپاہ نے پنجاب میں ۱۹۱۹ء کے زمانہ شورش میں اعلیٰ خدمات انجام دیں۔ جنگ کے خاتمے پر لازمی ملازمت کا اصول ترک کر دیا گیا اور اسکا نام امدادی فوج میں تبدیل ہوا۔ رجمنٹ لائٹ ہارس LIGHT HORSE کا صدر مقام لاہور میں پایا جاتا ہے لیکن اس کی دو شاخیں راولپنڈی اور امرتسر میں قائم ہیں۔ دہلی میں بھی رجمنٹ پائی جاتی ہے۔ لاہور رجمنٹ لائٹ ہارس کے ۵۰ ارکان جو

دہلی میں سکونت رکھتے تھے۔ اس رجمنٹ میں منتقل کئے گئے ہیں۔ اسی طرح موٹر پیٹرول رجمنٹ راولپنڈی اٹک آئل کمپنی کے عملے سے بنائی گئی ہے۔ ہزایکسیلنسی جناب نواب گورنر صاحب بہادر پنجاب لائٹ ہارس کے آنریری کرنل کے عہدے پر ممتاز ہیں۔

اقوام جرائم پیشہ اور گورنمنٹ کی تدابیر۔ پنجاب ابتدائی زمانہ سے لے کر آج تک ان جرائم پیشہ اقوام کی تاخت و تاراج کا مشہور نشانہ رہا ہے۔ گورنمنٹ نے الحاق کے وقت سے لے کر ۱۹۱۳ء تک اس گروہ کی کارروائیوں کو کم کرنے کے لئے کئی ذرائع اختیار کئے مگر ان میں خاطر خواہ کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ ۱۹۱۳-۱۴ء میں سر مائیکل اوڈوائر لفٹننٹ گورنر نے ان کی طرز معاشرت میں پوری پوری تحقیقات کی۔ اس نے ان کے مجرمانہ خصائل کو دور کرنے کے لئے پنجاب میں کریمنیل ٹرائبس ایکٹ ۱۹۱۱ء (قانون اقوام جرائم پیشہ) جاری کیا اور ان کی درستی اور اصلاح کے لئے انہیں تین اقسام میں منقسم کر کے مختلف طرز کی بستیوں میں آباد کیا۔ سب سے زیادہ خطرناک اقوام کی سکونت ریفارمیٹری (اصلاح کنندہ) بستیوں میں اعتدال پسندوں کی صنعتی و حرفتی بستیوں میں اور باقیوں کی زراعتی بستیوں میں محدود کر دی۔ ۱۹۱۷ء میں پنجاب گورنمنٹ نے تمام اقوام جرائم پیشہ کے ممبروں کے نام ہدایات جاری کیں۔ کہ اگر ان کا کوئی فرد اپنے محدود علاقے سے باہر جائیگا تو وہ بلا ضمانت گرفتار ہو کر سزائے قید کا مستوجب ہوگا۔ اسی طرح ایک لاکھ پچاس ہزار نفوس کی کل آبادی میں سے تینتیس ہزار آدمی مع گیارہ ہزار ارکان اقوام خانہ بدوش کے رجسٹرڈ ہو گئے۔ سرکار انکے ساتھ انکے سابقہ چال چلن اور رویہ کے مطابق سلوک کرتی تھی۔ حکومت پنجاب نے ان کو باقاعدہ شہری بنانے کے لئے ایک ریفارمیٹری بستی۔ چودہ صنعتی و حرفتی اور تیرہ زراعتی بستیاں قائم کیں۔ جن میں سے تین عارضی بستیاں اور دو صنعتی (دھاری وال اور بھوانی)، کام کی کمی اور ناقص آب و ہوا کی وجہ سے بند ہو گئی ہیں۔ عادی جرائم پیشہ مجرموں کی درستی۔ اور نیک چلنی کے لئے پنجاب گورنمنٹ نے مختلف مذہبی سوسائٹیوں کے

منتظموں کی خدمات حاصل کیں جنہوں نے اخلاقی تعلیم کے ذریعے سے ان کی حالت بہتر بنادی۔ جس کا یہ کھلا نتیجہ ہُوا کہ ان میں سے کئی اشخاص نیک بن کر زراعتی بستیوں میں آباد ہو گئے ہیں اور اپنی سابقہ بُری عادتیں ترک کر کے اچھے شہریوں کی طرح رہتے سہتے ہیں۔
نئے قانون کے مطابق وہ عادی مجرم پیشہ جنہوں نے پانچ سال کے اندر اندر دو دفعہ سزائے قید بھگتی ہو صنعتی بستیوں میں آباد کئے جاتے ہیں۔ نوجوانوں اور بچوں کے لئے گورنمنٹ نے وہاں صنعتی و حرفتی تعلیم کا انتظام کر رکھا ہے۔ تاکہ وہ اپنی معاش کے لئے کوئی مفید ہنر سیکھ کر سوسائٹی کا مفید حصہ بن سکیں۔ چنانچہ کینڈین مشن کے ماتحت ضلع کانگڑہ میں ریورنڈ فورڈ نے بھنگالی قوم کے بچوں کے لئے کپڑا بننے کا مدرسہ قائم کر رکھا ہے۔ جہاں ان کو اخلاقی و صنعتی تعلیم دی جاتی ہے۔ سرکار نے اقوام جرائم پیشہ کی بستیوں کا انتظام علیحدہ ایک افسر کے سپرد کر رکھا ہے۔ جس کا عہدہ ڈپٹی کمشنر کریمنیل ٹرائبس ہے ۱۹۲۳ء میں گیارہ ہزار افراد کی اصلاح کے لئے ۱۸۹۰۰۰ روپیہ اور عمارات وغیرہ کے لئے ۵۰ ہزار روپیہ خرچ ہُوا تھا۔

سوالات

۱۔ ۱۹۱۹ء سے پیشتر دائرۂ ملازمت میں افسروں کی بھرتی کس طرح عمل میں آتی تھی۔ لیکن قانون اصلاحات کے رُو سے اس طریقے میں کیا کیا تبدیلیاں واقع ہُوئی ہیں۔ مفصل بیان کرو؟

۲۔ ملک کے لئے پولیس کی کیوں ضرورت ہے؟ پنجاب میں اس وقت کتنی قسم کی پولیس پائی جاتی ہے ان کا مختصر حال بیان کرو؟

۳۔ محکمہ پولیس کا موجودہ نظام کیا ہے؟ نیز پنجاب پولیس کی مختصر تاریخ لکھو۔

۴۔ لارڈ کرزن سابق وائسرائے ہند نے اس محکمے کی درستی اور بہتری کے لئے کیا کیا وسائل اختیار کئے۔ مختصراً بیان کرو؟

۵۔ ٹھیکری پہرہ سے کیا مراد ہے؟ بتاؤ کہ تمہارے گاؤں کو اس سے کیا فوائد حاصل ہُوئے ہیں؟

۶۔ جرائم پیشہ اقوام کے ہاتھ سے اس صوبے کو کیا کیا نقصانات پہنچتے رہے ہیں۔ سرکار نے انکی معاشرت اور تمدن کا درجہ بڑھانے اور ان کو عمدہ شہری بنانے کے لئے کیا کیا تجاویز اختیار کیں۔ مختصراً بیان کرو؟

فصلِ ہفتم

محکمۂ عدالت اور جیل

انگریزوں سے پہلے پنجاب کا قانون۔ ابتدائی زمانے میں آجکل کی طرح عدالتیں نہیں پائی جاتی تھیں۔ ہندوؤں کے زمانے میں راجہ بذاتِ خود عدالت کرتا تھا۔ اور اس کے برہمن وزیر مذہبی قانون کی تشریح کر کے اس کو فیصلہ مقدمات میں امداد دیتے تھے۔ مسلمانوں کے زمانے میں میر عدل مفتیوں کی مدد سے شادی۔ تبنیٰ۔ وراثت اور جائداد کے متعلق تنازعات کا فیصلہ کرتے تھے۔ اور فوجداری مقدمات نواب ناظم کے سپرد ہوتے تھے۔ جس کے ماتحت فوجدار۔ محتسب اور زمیندار تھے۔ یہ تینوں افسر قصبات اور دیہات میں مقدمات طے کیا کرتے تھے۔ پنجاب میں انگریزوں کے تسلط سے پہلے سرکاری افسر دو بڑی بڑی جماعتوں میں منقسم تھے (۱)۔ فوجی۔ (۲)۔ مالی۔ FISCAL موخرالذکر جماعت سول کے محکمے کے تمام فرائض انجام دیتی تھی۔ کیونکہ فوجداری اور دیوانی مقدمات کے تصفیہ کے لئے علیحدہ افسر مقرر نہیں ہوتے تھے۔ اس وقت کے زبانی ضابطہ قانون میں صرف دو ہی سزائیں درج تھیں۔ (۱)۔ جرمانہ (۲)۔ قطع عضو۔ لیکن ہر قسم کے جرائم کی معافی کے لئے جرمانہ ادا کرنے پر دوسری قسم کی سزا سے برأت حاصل کی جا سکتی تھی۔

انگریزی قانون۔ جس وقت انگریزوں کا پنجاب پر قبضہ جم گیا۔ تو انتظامیہ بورڈ نے سابقہ نظام کو دیکھ بھال کر فوجداری اور دیوانی مقدمات کے تصفیہ کے لئے علیحدہ محکمہ اور قانون کی ضرورت محسوس کی۔ اور اس نے اپنی سنہ ۵۰-۱۸۴۹ء کی رپورٹ میں اس بات کو اچھی طرح واضح کیا۔ بورڈ نے صوبہ کی دیوانی عدالتوں میں اُن آئین و قوانین کی پیروی کی۔ جو علاقہ

ستلج میں اس سے پیشتر مروج تھے اور حکام و رعایا کی واقفیت کے لئے صوبے کے رسم و
رواج پر بنی ضابطۂ قوانین پنجاب تیار کیا لیکن فوجداری مقدمات کے لئے رزیڈنسی کے
دورانِ حکومت کا سابقہ قانون نافذ رہا۔ ۱۸۷۱-۷۲ء میں قوانین پنجاب ایکٹ منظور ہوا
جس کے رُو سے ۱۸۷۴-۷۵ء میں باقاعدہ دیوانی عدالتیں قائم ہوئیں۔ جن کے اجراء سے
ضلع کے افسر اور ماتحت عملہ زمینداروں کے خلاف مقدمات قرضہ جات سے سبکدوش ہوگیا۔
چیفکورٹ۔ الحاق کے وقت پنجاب کا انتظام ایک بورڈ کے سپرد ہوا۔ جس میں تین افسروں
کے ماتحت علیحدہ علیحدہ محکمے رکھے گئے۔ جوڈیشل کمشنر عدالتی انتظام کا ذمہ دار تھا۔ لیکن
جب ہندوستان کی حکومت فرمانروائے برطانیہ کے قبضے میں آگئی اور لارڈ کیننگ ہندوستان
کا پہلا وائسرائے مقرر ہوا۔ تو موجودہ عدالتوں کے انتظام کے لئے ایکٹ ہائی کورٹ ۱۸۶۱ء
منظور ہوا۔ جس کے رُو سے ہند کے بڑے بڑے صوبوں میں عدالتہائے عالیہ (ہائیکورٹ)
قائم ہوئیں ۱۸۶۶ء میں پنجاب میں جوڈیشل کمشنر کے بجائے دو ججوں پر مشتمل اعلیٰ عدالتہائے مرافعہ
(اپیل) یعنی چیفکورٹ قائم ہوا۔ جس کے احاطۂ اختیارات میں عدالتہائے ماتحت کے فیصلوں
کی اپیل اور یوروپین رعایا کے فوجداری مقدمات کی سماعت تھی۔ ۱۸۶۹ء میں عملے میں ایک
جج کا اضافہ ہوا۔ لیکن روزِافزوں مقدمات کی بھرمار کی وجہ سے موجودہ عملہ ناکافی ثابت
ہوا۔ اِس لئے ۱۸۸۱ء میں چوتھا جج عارضی طور پر مقرر کیا گیا۔ لیکن ۱۸۸۲ء میں معلوم ہوا
کہ دیوانی مقدمات کی اپیلوں کی تعداد پچھلے سال کی نسبت زیادہ ہے۔ اس لئے بقیہ کام ختم
کرنے کے لئے دو عارضی جج مقرر کئے گئے۔ اور ۱۸۸۶ء میں عملے میں چوتھے جج کا اضافہ مستقل
طور پر ہوا۔ لیکن ۱۸۸۶ء میں ڈویژنل عدالتوں میں پنچ کا طریقہ منسوخ ہونے پر اس عدالت
میں اپیلوں کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی۔ اس دقت کو دُور کرنے کے لئے پنجاب کورٹ ایکٹ منظور
ہوا۔ اور قانون متعلقہ مرافعہ میں بہت سی ترمیمیں کی گئی۔ لیکن ۱۸۹۵ء اور ۱۸۹۶ء میں پھر بقیہ کام
میں روز افزوں ترقی ہونے لگی۔ اس لئے ۱۹۰۴ء میں بقیہ کام ختم کرنے کے لئے چار عارضی جج

مقرر کئے گئے اور پانچویں جج کا تقرر مستقل کیا گیا لیکن یہ تمام ذرائع ناکافی ثابت ہوئے۔ اس لئے وقتاً فوقتاً مقدمات کی تعداد کے لحاظ سے کام ختم کرنے کے لئے ایک یا دو عارضی زائد ججوں کا تقرر کرنا پڑا۔ ۱۹۱۲ء میں پنجاب ایکٹ کے مطابق قانون متعلقہ مرافعہ میں بہت سی ترمیمیں ہوئیں لیکن عملہ میں کسی قسم کی تخفیف نہیں کی گئی۔ چنانچہ یکم اپریل ۱۹۱۹ء کو چیفکورٹ ہائیکورٹ قرار دیا گیا۔ اور سر شادی لال صاحب اس کے پہلے پنجابی چیف جج بنائے گئے۔

ہائی کورٹ پنجاب۔ ہائیکورٹ اور چیفکورٹ کے ججوں کے رُتبے میں یہ نمایاں فرق ہے۔ کہ اوّل قسم کے ججوں کا تقرر بادشاہ سلامت خود کرتے ہیں اور دوسری قسم کا تقرر حکومتِ ہند کے اختیار میں ہے۔ اس لئے چیفکورٹ کا رتبہ ہائیکورٹ سے کمتر ہوتا ہے۔ صوبۂ پنجاب کے دامن پر یہ ایک بے عزتی کا دھبّہ تھا۔ جس کو دُور کرنے کے لئے یہاں کے باشندوں نے وقتاً فوقتاً سکرٹری آف سٹیٹ کی خدمت میں کئی عرضداشتیں ارسال کیں ۱۹۱۶ء میں وزیر ہند نے پنجاب چیفکورٹ کو ہائیکورٹ میں منتقل کرنے کی منظوری دیدی۔ لیکن جنگِ یورپ کی وجہ سے اس تجویز پر عمل نہ ہو سکا۔ اس لئے یکم اپریل ۱۹۱۹ء کو پنجاب میں ہائیکورٹ قائم ہوا۔ جس میں ایک چیف جج اور چھ ماتحت جج مقرر ہوئے۔ دو سال کے لئے آٹھ عارضی زائد ججوں کا تقرر عمل میں آیا لیکن کثیر التعداد مقدمات کی وجہ سے عملے میں دو اور عارضی زائد جج ایک سال کے لئے ایزاد کرنے پڑے۔

ڈسٹرکٹ اور سشن جج کی عدالتیں۔ چیف کورٹ کے ماتحت ڈویژنل ججوں کی عدالتیں پائی جاتی تھیں لیکن ۱۹۱۴ء کے پنجاب کورٹ ایکٹ کے رُو سے یہ عدالتیں بند ہوگئیں۔ اور اُن کے بجائے ڈسٹرکٹ اور سشن جج کی عدالتیں قائم ہوئیں۔ ان ججوں کا احاطہ عملداری سشن اور سول ڈویژن تک محدود ہے۔ یہ ڈویژن ایک یا دو ضلعوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان کو ڈسٹرکٹ جج کے طور پر دیوانی مقدمات کی درجہ اوّل کی اپیل سننی پڑتی ہے اور بطور سشن جج کے ان ملزموں کی اپیل سنتے ہیں۔ جن کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ یا درجۂ اوّل

کے مجسٹریٹ نے سشن سپرد کیا ہو۔

ڈویژنوں کی فہرست۔ پنجاب میں اس وقت مندرجہ ذیل ڈویژن پائے جاتے ہیں:-

ڈویژن	نام اضلاع (جو ڈویژن میں شامل ہیں)	ڈویژن	نام اضلاع (جو ڈویژن میں شامل ہیں)
۱- حصار	حصار۔ گوڑگانواہ	۱۲- سیالکوٹ	سیالکوٹ
۲- کرنال	کرنال۔ رہتک	۱۳- جہلم	جہلم
۳- انبالہ	انبالہ۔ شملہ	۱۴- راولپنڈی	راولپنڈی
۴- ہوشیارپور	ہوشیارپور۔ کانگڑہ (ماسوائے کلو)	۱۵- اٹک	اٹک
۵- جالندھر	جالندھر	۱۶- میانوالی	میانوالی
۶- لدھیانہ	لدھیانہ	۱۷- شاہ پور	شاہ پور جھنگ (صرف دیوانی مقدمات)
۷- فیروزپور	فیروزپور	۱۸- لائل پور	لائلپور جھنگ (صرف سشن) شیخوپورہ
۸- لاہور	لاہور	۱۹- ملتان	ملتان۔ منظفر گڑھ
۹- امرت سر	امرت سر	۲۰- ڈیرہ غازیخاں	ڈیرہ غازی خاں
۱۰- گورداسپور	گورداسپور	۲۱- منٹگمری	منٹگمری
۱۱- گوجرانوالہ	گوجرانوالہ۔ گجرات	. . . .	. . . .

نوٹ:- کلو سب ڈویژن بذاتِ خود علیحدہ سول ڈویژن ہے جس میں ضلع کانگڑہ کا ڈپٹی کمشنر ڈسٹرکٹ جج کے فرائض انجام دیتا ہے۔ لیکن سشن کے مقدمات سماعت کی غرض سے ہوشیارپور کے سشن جج کی عدالت میں آتے ہیں۔

دیوانی کی ماتحت عدالتیں۔ ڈسٹرکٹ جج کی امداد کے لئے ماتحت جج مقرر ہیں لیکن ۱۹۲۲ء تک دیوانی مقدمات کی سماعت منصف کیا کرتے تھے جو تین درجوں پر منقسم تھے۔ (۱)۔ درجہ اول۔ درجہ دوم۔ درجہ سوم۔ ان کی عدالتیں عموماً ضلع یا تحصیل

کے صدر مقام میں پائی جاتی ہیں۔ ان کے فیصلوں کی اپیل بلحاظِ مالیت سینئر سب جج کی عدالت میں۔ یا ڈسٹرکٹ جج کے ہاں دائر ہوتی ہے۔ پنجاب کورٹ ایکٹ ترمیم ۱۹۲۲ء کے مطابق منصف کے بجائے لفظ سب جج مقرر کیا گیا ہے۔ اور ان مقدمات کی سماعت جو پہلے منصف صاحبان کیا کرتے تھے۔ اب سوم یا چہارم درجے کے سب جج کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ امرت سر۔ لاہور۔ دہلی اور شملہ میں عدالتہائے خفیفہ بھی پائی جاتی ہیں۔ بعض اوقات مختلف مقامات میں آنریری سول جج سرکار کی طرف سے مقرر کئے جاتے ہیں۔ جو سب جج کے اختیارات رکھتے ہیں +

ضلع کی فوجداری عدالتیں۔ ڈپٹی کمشنر بطور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے فوجداری کی تمام ماتحت عدالتوں کا نگران ہوتا ہے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور بعض دیگر مجسٹریٹ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۳۰ کے اختیارات رکھتے ہیں جس کے ماتحت وہ ملزم کو (سوائے سزائے موت) سات سال تک قید کی سزا دے سکتے ہیں۔ اور درجہ دوم وسوم درجے کے مجسٹریٹ کے فیصل کئے ہوئے مقدمات کی اپیل سنتے ہیں۔ لیکن بعض اضلاع میں اس غرض کے لئے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مقرر کئے گئے ہیں۔ میانوالی۔ ڈیرہ غازیخاں اور تحصیل لیہ ضلع مظفرگڑھ میں ڈپٹی کمشنر جرگے کے صلاح ومشورہ سے ضابطۂ جرائم سرحدی کے ماتحت ملزم کو چودہ سال تک سزا دے سکتا ہے۔ لیکن سات سال سے زائد سزا کے لئے اُسے کمشنر سے منظوری لینی پڑتی ہے۔ ڈپٹی کمشنر کے ماتحت تمام مجسٹریٹوں کو فوجداری مقدمات سننے کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ تحصیلدار صاحبان درجہ دوم اور نائب تحصیلدار درجہ سوم کے اختیارات رکھتے ہیں۔ سرکار بعض مقامات میں آنریری مجسٹریٹ بھی مقرر کرتی ہے اور یہ مجسٹریٹ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۵ کے ماتحت اکیلے یا دو باہم مل کر عدالت کرتے ہیں۔ ڈپٹی کمشنر بطور کلکٹر کے مالگذاری وصول کرنے کا ذمہ دار ہے۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے اس کے ماتحت چند اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، تحصیلدار اور نائب تحصیلدار مقرر ہیں تحصیلدار اور

نائب تحصیلدار کلکٹر درجہ دوم اور اکثر اسسٹنٹ کمشنر درجہ اول کے فرائض ادا کرتے ہیں۔ کلکٹر درجہ دوم کے حکم کی اپیل درجہ اول کے پاس اور اس کے فیصلہ کی اپیل کلکٹر کی عدالت میں دائر ہوتی ہے۔ ڈپٹی کمشنر صیغہ مالگذاری میں کمشنر کے ماتحت اور کمشنر فنانشل کمشنر کے ماتحت ہے۔ اس لئے ڈپٹی کمشنر کے فیصل کئے ہوئے مقدمہ کی اپیل کمشنر کی عدالت میں۔ اور اس کے حکم کی اپیل فنانشل کمشنر کی عدالت میں دائر ہو سکتی ہے۔ یہ تمام کارروائی ضابطہ دیوانی کے ماتحت عمل میں آتی ہے +

لیگل ریمیمبرنسر LEGAL REMEMBRANCER پنجاب گورنمنٹ کے قانونی صیغہ میں گورنمنٹ کا سکرٹری ہوتا ہے۔ اور قانونی معاملات کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ جتنے قانون ملک میں نافذ ہوتے ہیں ان کے مسودے وہ تیار کرتا ہے +

گورنمنٹ سرکاری مقدمات کی پیروی کے لئے کئی ماہرین قوانین (وکلا، بیرسٹر اور ایڈوکیٹ) کی خدمات حاصل کرتی ہے۔ جن کو سرکاری خزانے سے باقاعدہ تنخواہ ملتی ہے عدالت عالیہ (ہائیکورٹ) کے لئے ایک گورنمنٹ ایڈوکیٹ۔ دو اسسٹنٹ لیگل ریمیمبرنسرز اور ایک پبلک پراسیکیوٹر مخصوص ہیں۔ اسی طرح ہر ضلع میں ایک پبلک پراسیکیوٹر (سرکاری وکیل) سرکاری مقدمات کی پیروی کے لئے سرکار کی طرف سے مقرر ہے۔ لیگل ریمیمبرنسر کے علاوہ باقی اصحاب کو گورنمنٹ کی طرف سے اپنی نج کی پریکٹس کرنے کی اجازت حاصل ہے +

رجسٹریشن کا محکمہ۔ انڈین رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۰۸ء کے رُو سے ڈپٹی کمشنر اپنے ضلع میں بحیثیت عہدہ EX-OFFICIO رجسٹرار اور تحصیلدار تحصیل میں جوائنٹ سب رجسٹرار کے عہدے پر سرفراز ہوتے ہیں۔ لیکن اس محکمے کا کام زیادہ تر رجسٹریشن کے محکمے کا سب رجسٹرار انجام دیتا ہے جو دیگر سرکاری فرائض سے مبرا ہوتا ہے۔ اس محکمے کا اعلیٰ افسر انسپکٹر جنرل آف رجسٹریشن ہے۔ تمام اشیائے غیر منقولہ کے انتقال اراضی کا رہن اور بیع کرنا، پٹہ اور دیگر باہمی معاہدات کا رجسٹری کرانا ضروری ہے۔ سرکار اس صورت میں ان تمام تبدیلیوں کی ذمہ دار

ہوتی ہے اور کوئی غاصب شخص دوسرے کے حقوق کو زبردستی نہیں چھین سکتا۔ رجسٹری کے وقت ایک ہزار روپیہ کی مالیت پر سرکار ۱۰ روپیہ فیس وصول کرتی ہے۔

جیل۔ سرکار انگریزی کی ابتدائی عملداری میں جیلخانوں کی حالت اچھی نہیں ہوتی تھی۔ مکانات کی تنگی۔ افسروں کی ناتجربہ کاری اور وبائے ناگہانی کے سبب جیل خانوں میں شرح اموات تقریباً ۵ فیصدی رہی ہے۔ ان تمام دقتوں کو رفع کرنے اور تمام ہندوستان میں جیل کے قواعد اور ضوابط میں مشابہت و یکسانیت پیدا کرنے کے لئے ۱۸۹۴ء میں جیل ایکٹ پاس ہوا۔ ۱۸۹۴ء سے ۱۹۰۵ء تک ۲۰ جیل خانوں کی نئی عمارات تیار کی گئیں۔ جن میں تقریباً دس ہزار قیدی رہ سکتے تھے۔ ۱۹۲۰ء میں پنجاب میں ۳۰ جیل اور ۱۰ املادی جیل پائے جاتے تھے۔ جن میں ۱۳۷۰۰ قیدیوں کی گنجائش تھی۔ آجکل ہر ضلع میں ایک جیل خانہ پایا جاتا ہے۔ جہاں قیدی آکر جمع ہوتے ہیں۔ اور کچھ عرصے کے بعد سنٹرل (مرکزی) جیل خانوں میں تبدیل کئے جاتے ہیں۔

پنجاب کا جیل کا محکمہ ۱۸۵۴ء میں جیل کا محکمہ انسپکٹر جیل کے ماتحت قائم ہوا۔ ۱۹۰۵ء میں انسپکٹر جیل کے عہدے میں تبدیلی کرکے اسے جیل انسپکٹر جنرل کے لقب سے نامزد کیا اور قیدیوں کی صحت و طبی امداد کی ضرورت محسوس کرکے بتدریج میڈیکل سپرنٹنڈنٹ مقرر کئے گئے۔ یہاں تک کہ ۱۹۲۰ء میں ۳۳ جیل خانوں میں سے ۳۰ کے ذمہ دار حکام یہی میڈیکل افسر تھے۔ اس وقت پنجاب میں جیلخانہجات کا سب سے اعلیٰ افسر انسپکٹر جنرل ہے جس کے ماتحت تین سنٹرل جیلخانجات (لاہور، ملتان، منٹگمری) کے سپرنٹنڈنٹ اور ایک بورسٹل انسٹی ٹیوشن نوعمر قیدیوں کے لئے اور زنانہ جیل لاہور کے سپرنٹنڈنٹ کام کرتے ہیں۔ لیکن قیدیوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ گورنمنٹ دو اور مرکزی جیلوں کے بنانے کی تجویز کر رہی ہے مگر روپیہ کی کمی کے باعث یہ تجویز ابھی تک معرض التوا میں ہے۔ ڈسٹرکٹ جیل صرف ۱۰ اضلاع کے صدر مقام میں صاحب سول سرجن کے ماتحت پائے جاتے ہیں جن کو جیل کے

کام کے عوض میں مقررہ تنخواہ کے علاوہ الاؤنس ملتا ہے TUBERCULAR JAIL شاہ پور
میں واقع ہے جو مرض سل والے قیدیوں کے لئے ہے اور علیحدہ میڈیکل افسر کے ماتحت ہے
اسی طرح کھیوڑہ میں جیلر سپرنٹنڈنٹ کے ماتحت کیمپ جیل ہے۔ جہاں سے نمک کی کان
کے لئے مزدور مہیا کئے جاتے ہیں ۹ اضلاع کے صدر مقامات اور راجن پور ضلع ڈیرہ غازیخاں
میں امدادی جیل بنائے گئے ہیں۔ جہاں قیدی اپنی منزل مقصود پر پہنچنے سے پہلے ٹھیرائے
جاتے ہیں۔

قیدیوں سے سلوک۔ زمانہ سابق میں مجرم جیل خانے میں صرف سزا کی غرض سے
اور دوسرے لوگوں کو عبرت دلانے کے لئے رکھے جاتے تھے۔ اور ان کے ساتھ نہایت
جابرانہ سلوک کیا جاتا تھا۔ نہ ان کے لئے عمدہ خوراک مہیا کی جاتی تھی اور نہ ان کی جائے سکونت
میں صفائی۔ روشنی اور تازہ ہوا کا انتظام ہوتا تھا۔ جس کی وجہ سے بہت سے قیدی تپ دق میں مبتلا
ہو جاتے تھے۔ لیکن اب مہذب حکومتیں ان قیدیوں کو نیک اور عمدہ شہری بنانے کے
لئے کئی وسائل اختیار کر رہی ہیں۔ بعض اشخاص صرف روزی کے نہ ملنے کی وجہ سے
چوری جیسے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس لئے سرکار بمصداق ایک پنتھ دو کاج جہاں
ان کو جرم کے سرزد ہونے پر سزا دیتی ہے۔ وہاں ان کو کئی قسم کے روزی کمانے کے
طریقے۔ مثلاً پارچہ بافی۔ دری بافی۔ نمدہ دوزی۔ چھپائی۔ بید سے مختلف اشیاء تیار کرنا۔
صابون سازی۔ دیسی کاغذ تیار کرنا۔ رسے اور مونج کی چٹائیاں بنانا۔ برتن بنانا۔ لوہار
اور بڑھئی کا کام وغیرہ سکھاتی ہے۔ تاکہ وہ اپنی سزائے مقررہ کے بعد باہر جا کر اپنی
روزی کما سکیں۔

قیدیوں کی قسمیں۔ عام طور پر عدالتیں مجرموں کو دو قسم کی سزائیں دیتی ہیں (۱) قید محض
(۲) بامشقت محض قید والے قیدیوں سے کم مشقت لی جاتی ہے۔ اور ان کو جیل کے قواعد
کے مطابق معمولی کام کرایا جاتا ہے۔ لیکن دوسری قسم کے مجرموں کو کولھو چلانا اور دیگر سخت

مشقتیں اُٹھانی پڑتی ہیں۔ اگر کوئی قیدی جیل کے قواعد کی پیروی نہیں کرتا ہے تو اس پر جیل میں باقاعدہ مقدمہ چلایا جاتا ہے اور قصور وار ثابت ہونے پر اُسے سزائے بدنی دبید لگانا چکی پر مشقت کرنا۔ تن تنہا کوٹھڑی میں مقید کرنا۔ رعایتی ایّام کی بندش وغیرہ) دی جاتی ہے لیکن قیدیوں کو قید کے دنوں میں ان کی نیک چلنی اور حسن سلوک کے عوض زمانۂ اسیری میں کچھ دنوں کی رعایت دی جاتی ہے اور وہ اپنی میعاد کے اختتام سے پیشتر ہی رہا کئے جاتے ہیں۔

نوعمر مجرموں کے ساتھ سلوک۔ نوعمر مجرم بالغ قیدیوں سے علٰحدہ رکھے جاتے ہیں تاکہ اِن پر عمر رسیدہ قیدیوں کا بُرا اثر نہ پڑ سکے۔ اور بُری عادات ان کی طبیعتوں میں راسخ نہ ہو جائیں۔ گورنمنٹ نے ان نوعمر قیدیوں کی حالت پر رحم کھا کر ان کے لئے اصلاحی سکول قائم کئے ہیں۔ جہاں ان کو دستکاری کی تعلیم دی جاتی ہے تاکہ وہ مختلف ہُنر سیکھ کر باامن شہری بن سکیں۔ پہلے ہی پہل ۱۸۶۲ء میں گورنمنٹ نے پندرہ سال کی عمر تک کے نوعمر قیدیوں کے لئے اس قسم کا اصلاحی سکول سیالکوٹ میں قائم کیا۔ اس کے بعد ۱۹۰۴ء میں دہلی ریفارمیٹری سکول اور ۱۹۱۲ء میں لاہور بورسٹل انسٹی ٹیوشن قائم ہُوا۔ لاہور میں ان قیدیوں کو مختلف قسم کے ہُنر سکھائے جاتے ہیں اور دُنیاوی تعلیم ٹرینڈ اُستاد صاحبان کے ذریعے سے دی جاتی ہے۔ مختلف اقسام کے فرقوں اور انجمنوں کے واعظ ان کو مذہبی تعلیم دیتے ہیں لیکن زیادہ تر ان کے چال چلن کی درستی پر توجہ مبذول کی جاتی ہے اسی انسٹی ٹیوشن میں ان قیدیوں کے چار درجے ہیں (۱) بامشقت (۲) محض۔ (۳) سپیشل۔ (۴) سٹار سپیشل۔ پہلی قسم میں عام طور پر وہ قیدی شامل ہوتے ہیں جو سرکش اور غیر شائستہ ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کو سادہ غذا تن تنہا سکونت اور کام کی مشقت اُٹھانی پڑتی ہے۔ قیدیوں کا زیادہ حصہ دوسری کلاس میں پایا جاتا ہے۔ تیسری اور چوتھی کلاس میں تعداد بہت کم ہے۔ یہ مانیٹر ڈرل سرجنٹ اور محافظ انسٹی ٹیوشن کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ یہ نوعمر قیدی باقاعدہ کرکٹ اور فٹ بال کھیلتے ہیں اور جنگی قواعد میں تربیت حاصل کرتے ہیں۔ غرض یہ انسٹی ٹیوشن قیدیوں کی اصلاح کے لئے

گورنمنٹ کی لگاتار کوششوں کا نمونہ ہے۔ جہاں یہ بچے ایک طرف تو سپاہیوں کی طرح جسمانی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف مدرسے کے طلباء کی مانند دماغی اور روحانی تربیت پاتے ہیں ؛

سوالات

۱۔ انگریزی عملداری سے پہلے پنجاب میں کس طرح انصاف حاصل ہوتا تھا۔ اور قدیم و موجودہ زمانے کے طریقہ انصاف میں کیا فرق ہے ؟

۲۔ ہائی کورٹ اور چیف کورٹ کے درجے میں کیا فرق ہوتا ہے۔ پنجاب میں کس طرح ہائیکورٹ قائم ہوا؟

۳۔ عدالتہائے فوجداری و دیوانی میں کیا فرق ہوتا ہے۔ نیز ان عدالتوں کے حکام کو کیا کیا اختیارات حاصل ہوتے ہیں ؟

۴۔ ماتحت عدالتوں کے فیصلوں کی اپیل کن عدالتوں میں دائر ہوتی ہے۔ اور مقدماتِ مالگذاری کس طرح فیصل ہوتے ہیں ؟

۵۔ جیل کے محکمے کا انتظام کس طرح کیا جاتا ہے۔ نیز اس وقت پنجاب میں کتنے جیل پائے جاتے ہیں۔ اور قیدیوں کے ساتھ کس قسم کا سلوک ہوتا ہے ؟

۶۔ نابالغ مجرموں کی اصلاح کے لئے سرکار نے کیا کیا کوششیں کی ہیں اور ان کا کیا نتیجہ برآمد ہوا ہے ؟

۷۔ رجسٹریشن کے محکمے کی معرفت کیا کام طے ہوتے ہیں۔ نیز اس محکمے کے کون کون سے اعلیٰ افسر ہوتے ہیں ؛

فصل ہشتم

گورنمنٹ کی آمدنی اور خرچ کے وسائل

سکھوں کے وقت میں آمدنی کے ذرائع۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے وقت میں خالصہ سلطنت مختلف اضلاع میں منقسم تھی۔ ہر ضلع میں شاہی دربار کی طرف سے کاردار مقرر تھے۔ جو مالگذاری وصول کرتے تھے اور کاشتکاروں سے کل پیداوار کا ایک تہائی یا نصف حصہ لیتے تھے۔ لیکن زر مالیہ نقد یا پیداوار کی صورت میں وصول کیا جاتا تھا۔ اور یہی حکومت کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ تھا۔

دوسرا طریقہ محصولات اشیائے متفرقہ تھا۔ یہانتک کہ رنجیت سنگھ کے زمانے میں ۴۸ قسم کے ٹیکس وصول کئے جاتے تھے۔ اشیائے خوردنی اور ایندھن تک محصول کے زیر اثر تھے لیکن ضابطہ فوجداری کے ماتحت وصول شدہ جرمانہ بھی سرکاری خزانے میں داخل ہوتا تھا۔ اس زمانے میں مجرموں کو دو قسم کی سزائیں دی جاتی تھیں (۱) جرمانہ (۲) کسی عضو کا قطع کر دینا عموماً لوگ دوسری قسم کی سزا کے بچاؤ کی خاطر جرمانہ ادا کر دیتے تھے۔ اس طریقے سے شاہی خزانہ میں کافی روپیہ جمع ہو جاتا تھا جس کا کثیر حصہ فوجی ضروریات کے پورا کرنے میں خرچ ہوتا تھا۔ اس وقت محاصل زمین ۱۶۵ لاکھ روپیہ (زر نقد۔ اجناس) اور ۲۱ لاکھ بذریعہ ٹیکس حاصل ہوتا تھا۔

سکھوں کی دوسری لڑائی کے بعد پنجاب انگریزی سلطنت میں شامل ہوا۔ اور بورڈ نے طرز حکومت کی اصلاح کا کام اپنے ہاتھ میں لیا۔ سب سے پہلے انہوں نے بندوبست اراضی کی طرف اپنی توجہ مبذول کی اور باقاعدہ شرح مالیہ مقرر کی۔ بعض علاقہ جات میں پنج سالہ بندوبست کا انتظام کیا۔ محصول آبکاری اور دیگر ٹیکسوں میں کئی قسم کی ترمیمات کیں۔ یہانتک کہ ۴۸ قسم کے

ٹیکسوں کے بجائے چھ قسم کے ٹیکس وصول ہونے لگے۔ ۵۰-۱۸۴۹ء میں سرکار کی آمدنی جو مختلف صیغہ جات سے وصول ہوئی تخمیناً مندرجہ ذیل تھی:-

(۱)۔ مالیہ زمین (جس میں محصول چراگاہ۔ آمدنی جنگلات و معدنیات وغیرہ شامل ہے) ۱۵۲ لاکھ

(۲)۔ محصولِ آبکاری (نمک۔ شراب۔ مسکرات) اور زرِ آبیانہ و تمسکات۔ ۲۶ لاکھ

(۳)۔ ریاستوں کا خراج۔ ۵ لاکھ

(۴)۔ ڈاک خانے کا محکمہ ۳½ لاکھ

(۵)۔ متفرق ۲½ لاکھ

کُل میزان ۱۹۰ لاکھ

لیکن بغاوتِ سپاہیاں کے بعد دہلی اور حصار کے علاقہ جات صوبہ پنجاب میں شامل ہوئے جس سے سرکاری آمدنی میں ۲۲ء۶۶ لاکھ کا اضافہ ہُوا۔

صوبجاتی حکومتوں کو نئے مالی اختیارات ۱۸۳۳ء تک ہر صوبہ کی گورنمنٹ محاصل کو اپنی ضروریات کے لئے خرچ کرنے میں خود مختار تھی لیکن ۱۸۳۳ء کے شاہی فرمان کے مطابق اخراجات کے تمام اختیارات صوبہ کے حاکموں سے واپس لئے گئے۔ اور تمام روپیہ حکومتِ ہند کی تحویل میں لایا گیا۔ حکومتِ ہند ہر صوبے میں اس کی ضرورت کے موافق روپیہ تقسیم کرتی تھی۔ لیکن اس طریقے میں پوری پوری کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ صوبجاتی حکومتیں ہر وقت زائد روپے کے لئے مطالبہ کرتی رہتی تھیں۔ جس سے بعض اوقات دونوں حکومتوں کے مابین کئی قسم کے تنازعات پیدا ہو جاتے تھے۔ اس لئے لارڈ میو نے اپنی مجلس انتظامیہ کے رکن مال سے صلاح و مشورہ کر کے ۱۸۷۰ء میں صوبے کی گورنمنٹوں کو اپنے صوبے کی آمدنی میں سے مقررہ رقم خرچ کرنے کا حق عطا کیا اور اس غرض کے لئے آٹھ مدات یعنی جیل کا محکمہ۔ رجسٹری۔ پولیس۔ تعلیم۔ طبی ملازمت۔ چھاپہ خانے بارگ ماسٹری (سرکاری عمارتوں اور سڑکوں کا محکمہ) اور متفرق صیغہ جات ان کے

سپرد کئے۔ جس سے بہت عمدہ نتائج پیدا ہوئے (۱) دونوں گورنمنٹوں کے درمیان خوشگوار اور عمدہ تعلقات قائم ہو گئے۔ اور سرکاری کام جلدی اور عمدگی کے ساتھ سرانجام ہونے لگے (۲) صوبے کے حاکموں کو اپنی جواب دہی اور ذمہ داری کا خیال زیادہ ہو گیا +

۱۸۷۷ء میں لارڈ لٹن نے اپنے رکن مال سے متفق ہو کر صوبے کی گورنمنٹوں کے ماتحت اور زیادہ مدات منتقل کیں یعنی مثلاً زر مالیہ۔ جنگل کا محصول۔ ٹکٹ۔ عام حکومت۔ سٹیشنری قانون اور عدالتیں۔ اور ان محکمہ جات کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے مقررہ رقم کے بجائے ان سے حاصل شدہ آمدنی کا سالم یا کچھ حصہ صوبے کی گورنمنٹوں کے حوالے کیا لیکن لارڈ رپن کے عہدِ حکومت میں اس طریقے میں بہت کچھ تغیر و تبدل ہوا۔ اس نے سرکاری محاصل کی کچھ مدیں حکومتِ ہند کے اختیار میں محفوظ کر دیں (مثلاً افیون۔ نمک۔ سرکاری بلج۔ ڈاکخانہ کا محکمہ اور افواج وغیرہ) اور کچھ صوبوں کی حکومتوں کے تحت میں رکھ دیں +

زر مالیہ۔ جنگل کا محصول۔ ٹکٹ اور اسٹامپ۔ جنگلات۔ رجسٹری وغیرہ حکومتِ ہند۔ اور صوبجاتی گورنمنٹوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوئیں۔ لیکن صوبے کے سالانہ بجٹ میں خسارہ کی حالت میں حکومتِ ہند نے سرکاری مالیہ کی مد سے کچھ فیصدی حصہ دینا منظور کیا۔ اس قسم کا طرزِ انتظام پنجسالہ مقرر ہوا۔ ۱۸۸۷ء ۱۸۹۲ء اور ۱۸۹۷ء میں کچھ ترمیمات ہوتی رہیں لیکن لارڈ کرزن نے ۱۹۰۴ء میں اس طریقے کو بطور مستقل رائج کیا۔ جس سے صوبجاتی گورنمنٹوں کو اپنے انتظام میں زیادہ آزادی نصیب ہوئی۔ اور انہوں نے اپنے وسائل آمدنی میں بڑی سرگرمی سے حصہ لینا شروع کیا +

اخراجاتِ قحط۔ ۱۸۷۸ء سے سرکار ہند قحط کے انسداد کے لئے ہر سال ڈیڑھ کروڑ روپیہ علٰحدہ رکھ لیتی ہے تاکہ اگر کسی حصۂ ملک میں قحط کے آثار نمایاں ہوں۔ تو اس فنڈ سے امداد دی جائے۔ پہلے پہل جب قحط کسی صوبے میں نازل ہوتا تھا تو وہاں کی گورنمنٹ کا فرض تھا۔ کہ وہ اس کو رفع کرے۔ اور تمام اخراجاتِ قحط کو برداشت کرے حکومتِ ہند اس وقت مدد دیتی

تھی۔ جب صوبے کی گورنمنٹ کے تمام ذرائع ختم ہو جاتے تھے۔ لیکن بعد میں قحط سے محفوظ رہنے کے لئے گورنمنٹ نے ایک سکیم تیار کی جس کے رُو سے قحط والے صوبوں کے نام ایک خاص رقم مقرر کی تاکہ وہ اس سے اپنے اخراجات پورے کر سکیں۔ اس رقم کے اختتام پر اگر اور امداد کی ضرورت پڑتی تھی تو یہ روپیہ دونوں گورنمنٹوں کے مابین نصف نصف تقسیم ہوتا تھا۔ اس صورت میں حکومتِ ہند تمام روپیہ اپنے خزانے سے مہیا کرتی تھی۔ لیکن ۱۹۱۷ء میں امداد قحط منقسم مد میں شامل کی گئی اور حکومتِ ہند اور صوبے کی گورنمنٹ کے درمیان خرچ کا تناسب ۳ اور ۱ قرار پایا۔

مرکزی اور صوبوں کی گورنمنٹوں کے درمیان مالی تعلقات کی درستی کے لئے لارڈ ہارڈنگ کے عہد میں صوبوں کی گورنمنٹوں کو انکی آمدنی میں زیادہ حصہ دیا گیا اور ۱۹۱۲ء میں طریقہ مروجہ کو مستقل قرار دیا گیا جس سے مرکزی گورنمنٹ صوبے کی آمدنی و خرچ کی فرد میں کم مداخلت کرنے لگی۔

موجودہ اصلاحات کے رُو سے تبدیلیاں۔ ریفارم ایکٹ ۱۹۱۹ء کے رُو سے اس انتظام میں بھی کئی قسم کی تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ اب ہر صوبے میں تمام آمدنی کی مدّیں واں کی گورنمنٹ کے ماتحت ہیں جن سے وہ اپنے روز افزوں اخراجات پورا کرتی ہیں۔ گورنمنٹ ہند نے خاص مدّیں (مثلاً افیون۔ نمک۔ انکم ٹیکس۔ ریلوے۔ ڈاکخانجات و تار برقی وغیرہ) اپنے قبضے میں رکھی ہیں۔ ان مدات کی آمدنی سے صوبوں کی گورنمنٹوں کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن حکومتِ ہند کو اپنے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے روپے کی ضرورت رہتی ہے، اس لئے ہر صوبے کی طرف سے سالانہ مقررہ رقم حکومتِ ہند کو ادا کرنی پڑتی ہے۔ اس انتظام کے ماتحت پنجاب کو ۱۷۵[1] لاکھ روپیہ سالانہ حکومتِ ہند کے اخراجات کے لئے ادا کرنے پڑتے ہیں علاوہ بریں۔ مُلک کو قحط سے بچانیکے لئے ہر صوبے کی گورنمنٹ پر ذمہ داری عاید کی گئی ہے۔

چونکہ یہ صوبہ آبپاشی کی وجہ سے باقی صوبوں کی نسبت قحط کے اثرات سے زیادہ محفوظ

---

[1] ۱۹۲۷-۲۸ء کے بجٹ میں حکومت ہند نے اس رقم میں ۸۶ لاکھ روپے معاف کر دئے ہیں۔

ہے اس لئے اس کے حصے ۳ ۳/۴ لاکھ روپیہ سالانہ کی رقم مقرر ہوئی ہے ؛

نئے انتظام سے پنجاب کو فوائد۔ پنجاب کو نئے انتظام کی وجہ سے بہت فائدہ حاصل ہُوا ہے ۱۹۲۳-۲۴ء میں صوبے کی آمدنی کی مختلف مدات میں جو نفع ہُوا۔ وہ مندرجہ ذیل تھا۔

دھرمالیہ	ٹکٹ اور رجسٹریشن	محصول آبکاری وغیرہ	آبپاشی
۲۹۹ لاکھ روپیہ	۹۶ لاکھ روپیہ	۱۰۴ لاکھ روپیہ	۳۹۲ لاکھ روپیہ

جنگلات	تعلیم	متفرق مدات	دیگر مفید محکمے	کل میزان
۴۴ لاکھ	۹ لاکھ	۶۶ لاکھ	۱۱ لاکھ	۱۰۲۱ لاکھ

خرچ کی تفصیل۔

عام نظم و نسق	جنگلات	پولیس	تعلیم
۲۴۵ لاکھ	۳۰ لاکھ	۱۱۱ لاکھ	۱۰۷ لاکھ

آمدورفت	مفید امدادی محکمے	آبپاشی پر متفرق خرچ
۴۲ لاکھ	۸۶ لاکھ	۱۷ لاکھ

سود سرکاری قرضہ برائے انہار وغیرہ	متفرق چھوٹی چھوٹی مدات
۸۵ لاکھ	۸۱ لاکھ

گورنمنٹ ہند کا مقررہ حصہ	میزان	نفع
۱۷۵ لاکھ	۹۷۹ لاکھ روپیہ	۴۲ لاکھ روپیہ

ٹکٹ۔ رجسٹریشن۔ اس مد میں دو طریقوں سے روپیہ حاصل ہوتا ہے (۱) کورٹ فیس ٹکٹ (۲) اسٹامپ اور ٹکٹ وغیرہ۔ دوسری قسم کے ٹکٹ اکثر معاہدات اور باہمی لین دین کے موقعے پر استعمال کئے جاتے ہیں۔ انڈین سٹیمپ۔ ایکٹ ۱۸۹۹ء کے مطابق ان کا استعمال لازمی ہے۔ لیکن کورٹ فیس ایکٹ ۱۸۷۰ء کے بموجب عدالتوں میں عرضی دعوے دائر کرنے کے لئے پہلی قسم کے ٹکٹ مستعمل ہوتے ہیں۔ حال ہی میں قوانین مندرجہ بالا میں بہت سی ترمیمیں ہُوئی ہیں۔ چنانچہ ۱۹۲۲ء کے ترمیم ایکٹ کے بموجب ان ٹکٹوں کی قیمت

گراف متعلق اخراجات پنجاب گورنمنٹ (بڑی بڑی مدات) I از ۱۹۱۳ء تا ۱۹۲۱ء
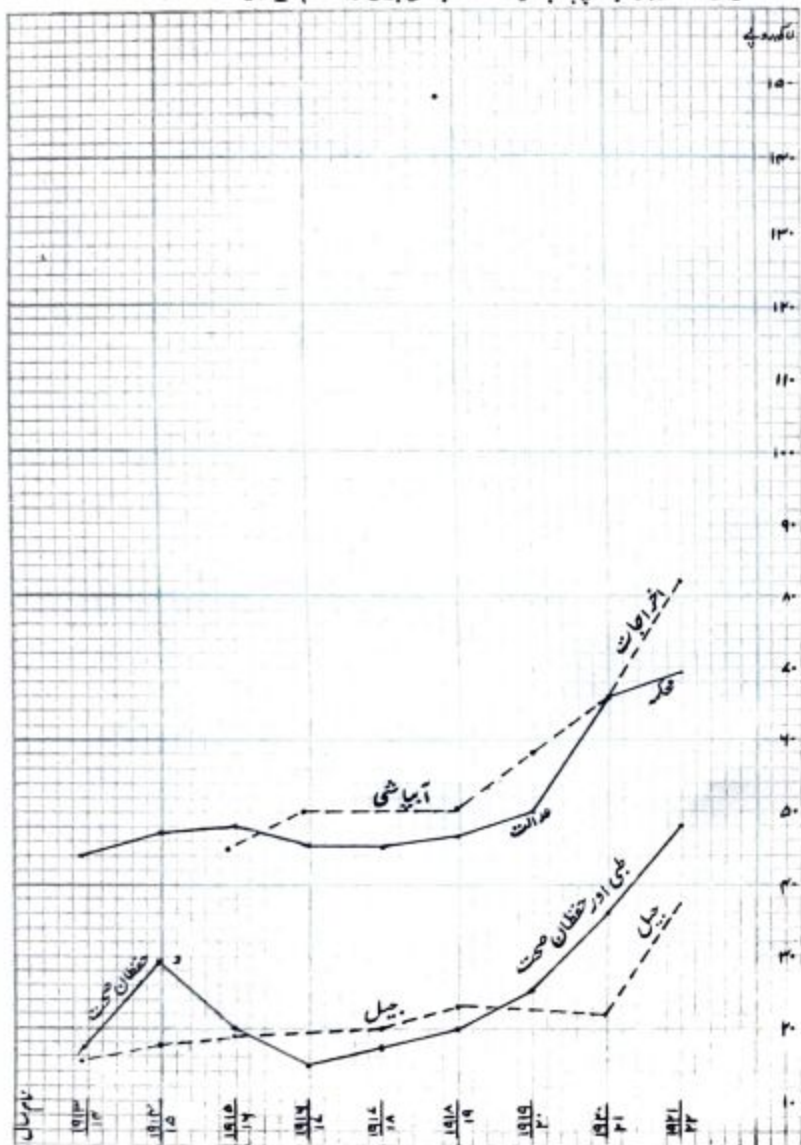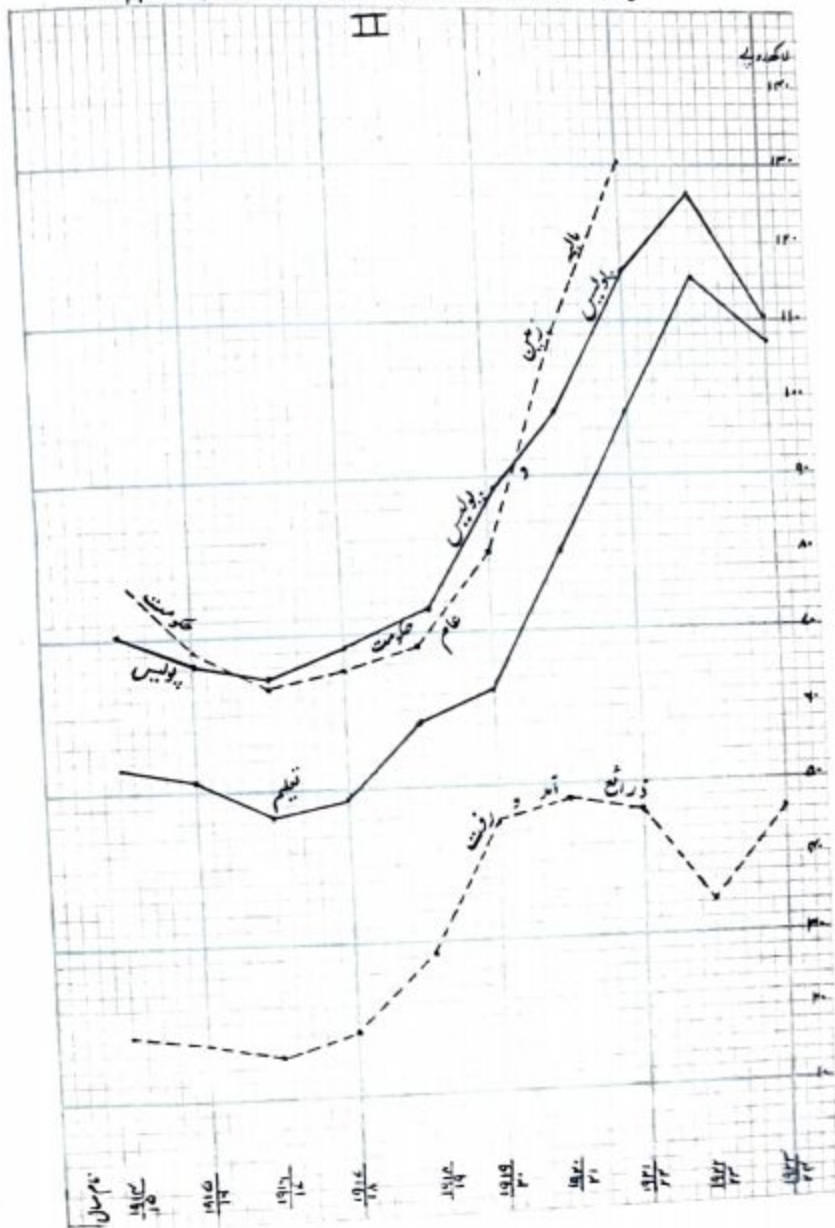
میں دُگنا اضافہ ہوگیا ہے۔ گورنمنٹ پنجاب کو ۲۴-۱۹۲۳ء میں اس مد سے ۹۴ لاکھ روپے کی خالص آمدنی ہوئی۔ ہر سرکاری خزانے میں اس قسم کے ٹکٹوں کا ذخیرہ جمع رہتا ہے۔ اور خزانچی بحیثیت عہدہ ان ٹکٹوں کو فروخت کرتا ہے ۔

محصول آبکاری۔ آبکاری وہ محکمہ ہے جو منشی اشیاء کی خرید و فروخت پر نگرانی رکھتا ہے چونکہ گورنمنٹ ان ناجائز اور نامناسب اشیاء کی فروخت اور تجارت کو نقصان پہنچانا چاہتی ہے۔ اس لئے ان پر شرح محصول بھی زیادہ ہے۔ حال ہی میں سرکار نے شراب کی بندش کے لئے لوکل آپشن ایکٹ پاس کیا ہے۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ اگر کسی خاص محدود علاقے کے لوگ شراب خریدنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے ہیں۔ تو وہاں شراب کا ٹھیکہ بند کر دیا جاتا ہے۔ عام طور پر شراب۔ افیون۔ بھنگ۔ چرس وغیرہ سے یہ محصول وصول کیا جاتا ہے سرکار کو ۲۴-۱۹۲۳ء میں اس محکمے سے ۱۰۴ لاکھ روپے کی آمدنی ہوئی ۔

پنجاب میں اکثر دیسی شراب استعمال کی جاتی ہے۔ جو کھانڈ سے تیار کی جاتی ہے ۱۸۶۳ء میں تمام پنجاب میں کل ۱۰۸ شراب خانے سرکار کی زیر نگرانی موجود تھے۔ جہاں پرائیویٹ اشخاص کو سرکار کی طرف سے شراب کشید کرنے کی اجازت حاصل تھی۔ محکمہ آبکاری کے حکام تمام کشیدہ شراب کو سٹور میں جمع رکھتے تھے۔ اور خوردہ فروشوں کے پاس قیمتاً فروخت کرتے تھے۔ لیکن اب یہ طریقہ منسوخ کیا گیا ہے اور اس کے بجائے چھ لائسنسدار شراب خانے سوجانپور (ضلع گورداسپور) امرتسر۔ راولپنڈی۔ کرنال۔ سولن اور شملہ میں کھولے گئے ہیں ۔

عملہ محکمہ آبکاری۔ ہر ضلع میں اس محکمے کے انتظام کی فوری ذمہ داری صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر پر عاید کی گئی تھی۔ کمشنر صاحب بہادر اپنے ڈویژن میں بطور نگران کام کرتے تھے۔ اور فنانشل کمشنر صاحب بہادر ہر دو مذکورہ بالا افسروں کے کام کی پڑتال کرتے تھے ۱۸۸۸ء میں اس محکمے کی بڑھتی ہوئی آمدنی اور زیادہ تر نگرانی کے سبب ایک نیا عہدہ کمشنر اکسائز مقرر کیا گیا لیکن ۱۹۱۰ء میں اکسائز کمیٹی کی سفارشات پر اس عہدے کو منسوخ کیا گیا۔ اور ناجائز شراب کی کشید کی

دور کرنے اور نگرانی کی خاطر ہر ضلع میں ایک انسپکٹر ایک یا دو سب انسپکٹر اور چند چپڑاسیوں کا تقرر منظور ہوا ہے۔ ہر ضلع میں اس محکمے کا اعلیٰ افسر اسسٹنٹ یا اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہوتا ہے ٭

افیون۔ چرس۔ بھنگ۔ افیون سے جو آمدنی ہوتی ہے۔ وہ حکومت ہند کے خزانے میں جمع کر دی جاتی ہے۔ افیون کی پیداوار کے لئے پوست کی فصل کی اجازت صرف ضلع شملہ اور کلو ڈویژن میں دی گئی ہے ٭

پنجاب میں دو قسم کی افیون مستعمل ہوتی ہے (۱) سرکاری (پختہ) جو غازی پور (بنارس) کے سرکاری کارخانے میں تیار ہوتی ہے (۲) پہاڑی۔ یہ افیون دیسی ریاستوں میں تیار ہوتی ہے۔ اور جس وقت پنجاب میں فروخت کے لئے آتی ہے تو اس پر محصول درآمد وصول کیا جاتا ہے چرس یارقند سے سلطان پور (کانگڑہ) ہوشیار پور اور راولپنڈی میں آتا ہے۔ اور چنگی کے محصول کے زیر اثر ہے ٭

بھنگ کی کاشت سرکار کی طرف سے ممنوع ہے لیکن ضلع ڈیرہ غازیخاں میں کاشتکار سرکاری لائسنس لیکر اس کی کاشت کرتے ہیں اور سرکاری محصول ادا کرتے ہیں ٭

جس وقت مسکرات ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں پہنچائے جاتے ہیں تو ان پر چنگی کا محصول ٹرانسپورٹ وغیرہ وصول کیا جاتا ہے۔ سرکار ان اشیاء کی فروخت کے لئے لائسنس شائع کرتی ہے، جس میں خوردہ فروشوں کے لئے نیلامی کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ اور سب سے زیادہ بولی دینے والے کے نام لائسنس شائع کیا جاتا ہے۔ لیکن تھوک فروشوں کو مقررہ رقم سرکاری خزانے میں داخل کرنی پڑتی ہے ٭

سٹیشنری۔ پنجاب گورنمنٹ تمام سرکاری دفاتر کے لئے کنٹرولر آف سٹیشنری اینڈ سٹیمپ کلکتہ CONTROLLER OF STATIONERY AND STAMP CALCUTTA سے سٹیشنری یعنی کاغذ لفافے۔ پنسل خریدتی ہے۔ جس پر تقریباً پانچ لاکھ روپیہ سالانہ خرچ ہوتا ہے ٭

زر مالیہ اور بندوبست اراضی۔ ہر گورنمنٹ کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ زمین کی مالگذاری

ہے۔ ہندوستان میں تمام زمین کی مالک سرکار ہے۔ ملکیت کے سوال کے متعلق سیاست دان مختلف الرائے ہیں۔ بعض کی رائے میں سرکار اراضی کی مالک ہے اور بعض اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں۔ قدیم زمانے میں ہندوستان میں راجہ تمام اراضی کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ ہندوؤں کے زمانے میں رعایا سے پیداوار کا نصف یا تہائی حصہ محاصل وصول کیا جاتا تھا۔ لیکن آجکل شرح مالیہ پہلے کی نسبت کم ہے۔ قدیم زمانے میں زمیندار لوگ لگان جنس کی صورت میں ادا کرتے تھے۔ یہی طریقہ مسلمانوں اور سکھوں کے وقت میں رائج رہا۔ اگرچہ شیرشاہ سوری اور اکبر اعظم نے اپنے لائق وفائق وزیر ٹوڈرمل کی وساطت سے اس طریقے کو بہتر بنانے میں سعی بلیغ کی۔ اس نے کُل زمین کو بلحاظ پیداوار مختلف اقسام میں منقسم کیا۔ اور دہ سالہ بندوبست جاری کیا۔ آجکل سرکار اپنے مالکانہ کے عوض میں نقد روپیہ لیتی ہے۔ اور ہر قطعہ زمین پر کئی سال کیلئے ایک خاص مقررہ رقم وصول کرتی ہے، اس نقدی کو جو زمیندار سرکار کو ادا کرتے ہیں معاملہ زمین کہتے ہیں۔

دیہات کی اقسام۔ پنجاب ایک زراعتی صوبہ ہے جو کئی دیہات کا مجموعہ ہے۔ موضع یا دیہہ اُس قطعۂ زمین کو کہتے ہیں۔ جو مال کی مثلوں میں علیحدہ نام سے لکھا ہُوا ہو۔ اور اس کی حدود بھی مقرر ہوں۔ پنجاب میں تین قسم کے دیہات بلحاظِ ملکیت اراضی پائے جاتے ہیں۔

(۱)۔ زمینداری موضع۔ (۲)۔ پتی دار موضع۔ (۳)۔ بھیا چارہ موضع۔

زمینداری موضع میں ایک ہی شخص یا کئی شخص مل کر کھیوٹ دار ہوتے ہیں۔ اس صوبے میں ایسے دیہات کم پائے جاتے ہیں۔ جہاں ایک ہی شخص تمام قطعہ زمین کا واحد مالک ہو۔ ایسے شخص کی وفات کے بعد اس کی اولاد مشترکہ ملکیت پر قابض ہوتی ہے اور کئی اشخاص مالکانِ دیہہ تصور کئے جاتے ہیں۔ اس طرح ایسے مواضع دو حصوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں (۱)۔ خاص زمینداری جہاں صرف واحد شخص مالک دیہہ ہو۔ (۲) مشترکہ جہاں وارثانِ مشترکہ حصہ دار ہو۔

۲۔ بعض اوقات موضع کی زمین کئی حصوں یا پتیوں میں منقسم ہوتی ہے۔ اور ہر پتی کے جُدا جُدا

درستی کی بابت دریافت کرتے ہیں اور بڑے غور و خوض کے بعد تصدیق کرتے ہیں۔
جب پیمائش اور اس کے متعلق تمام ضروری امور طے پا چکتے ہیں تو صاحب مہتمم بندوبست بہادر ہر گاؤں میں تشخیص کے لئے دورہ کرتے ہیں اور اس دوران میں گاؤں کے تمام غیر مالکان باشندوں کو جمع کر کے ان کے حقوق اور رواجوں کے متعلق جو واجب العرض میں درج ہوتے ہیں، دریافت کر کے اُن میں حالات کے مطابق کمی بیشی کرتے ہیں۔ جب سب لوگوں کی رائے ان رواجوں کی بابت متفق ہو تو حاکم موصوف اس کی تصدیق کر دیتا ہے۔ اس میں مفصلہ ذیل امور درج ہوتے ہیں:۔
(۱)۔ زمین شاملات کی کاشت (۲) حق چرائی (۳) دیہہ کا ملبہ (۴) آبپاشی زمین (۵) بردبرآمد (۶)۔ پن چکیاں تالاب۔ ندی۔ نالے یا پانی کے نکاس کے قدرتی وسائل (۷) کھاد اور درختان شاملات میں حقوق کی نسبت (۸) گاؤں کے کمینوں کے حقوق۔ انکی سواجب اور فرائض۔
ان کے علاوہ پٹواری کے ماتحت اور کئی نقشہ جات اور مثلیں متعلقہ دیہہ ہوتی ہیں جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے:۔
(۱)۔ روزنامچہ۔
(۲)۔ گرداوری کے خسرے کا رجسٹر (اس کی خانہ پری فصل کے پکنے پر کی جاتی ہے) اور پنجاب میں فصل خریف اور ربیع کے موقع پر اس کا اندراج ہوتا ہے۔
(۳)۔ جمعبندی کا رجسٹر۔
(۴)۔ نقشہ چاہات۔
(۵)۔ لال کتاب وغیرہ۔
جب سب کام پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے اور قانونگو۔ نائب تحصیلدار۔ تحصیلدار اور مال افسر پڑتال کر چکتے ہیں تو مہتمم صاحب بہادر کاشتکاران و مالکان دیہہ کو اکٹھا کر کے اس گاؤں کی جمع لگان جو سرکار کو ادا کرنا ہوتا ہے سُناتے ہیں۔ بعض اوقات یہ جمع سابقہ بندوبست کی

نسبت کم ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات زیادہ۔ کیونکہ جمع کی کمی بیشی زمین کی زرخیزی اور پیداوار کی زیادتی پر منحصر ہے۔

سوالات

۱۔ پنجاب گورنمنٹ کی آمدنی کے بڑے ذرائع کیا ہیں؟ اور نئے انتظام کے رُو سے اس صوبے کو کیا فوائد حاصل ہوئے ہیں؟

۲۔ صوبجاتی سرکاروں کو مالی اختیارات کس طرح حاصل ہوئے ہیں؟ اپنے جواب میں ان مختلف مدارج کا ذکر کرو۔ جو وقتاً فوقتاً مرکزی گورنمنٹ کو اس بارے میں پیش آئے ہیں۔

۳۔ محکمۂ آبکاری کے نظام کے متعلق مختصر نوٹ لکھو۔ نیز بتاؤ کہ افیون کی پیداوار کے لئے سرکار نے کیا انتظام کر رکھا ہے؟

۴۔ مالی لحاظ سے دیہات کی کتنی اقسام ہیں۔ مختصراً بیان کرو؟

۵۔ کن اغراض کو مدِ نظر رکھ کر گورنمنٹ بندوبست اراضی کی منظوری دیتی ہے؟ یہ کام کس طرح پایۂ تکمیل تک پہنچتا ہے؟ مفصل بیان کرو؟

۶۔ پٹواری کے پاس گاؤں کی کون کونسی بڑی مثلیں ہوتی ہیں؟ نیز ان میں سے واجب العرض کیوں ضروری ہے؟

۷۔ امداد قحط کی تقسیم کس طرح ہوتی ہے۔ مفصل بیان کرو۔

ان کے علاوہ پرائمری دیہاتی مدارس کی فیس میلوں، منڈیوں اور کانجی ہوس کا محصول جرمانے کی رقوم اور مدد یاؤں کے ٹھیکے وغیرہ بھی آمدنی کی چھوٹی چھوٹی مدیں ہیں لیکن ڈسٹرکٹ بورڈوں کی آمدنی کا سب سے زیادہ حصہ صیغۂ تعلیم میں خرچ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سنہ ۱۹۲۳ء میں کل ۱۳۰،۱۶ لاکھ روپیہ اخراجات میں سے ۶۲،۰۷ لاکھ روپے تعلیم پر خرچ ہوئے۔ آئے دن مدرسوں کی عمارتیں۔ افسروں اور استادوں کی تنخواہیں۔ طبی امداد کا خرچ اور ذرائع آمدورفت بورڈوں کے خزانوں کو خالی کر رہے ہیں۔ گورنمنٹ اس مشکل سوال کو حل کرنے کے لئے اپنی تمام کوششیں صرف کر رہی ہے۔ لیکن ابھی تک کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔

سنہ ۱۹۲۳-۲۴ء میں ڈسٹرکٹ بورڈوں کو مختلف مدوں سے تقریباً ۸۰ لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی ہوئی اور کل خرچ ۱۳۰،۱۶ لاکھ روپیہ تھا۔

میونسپل کمیٹیاں۔ انگلینڈ میں ہر شہر و قصبہ کے انتظام کے لئے ایک کمیٹی مقرر ہوتی ہے۔ جس کے ارکان وہاں کے باشندوں سے منتخب ہوتے ہیں اور جو اپنے ماتحت علاقے کی صفائی۔ پانی کی بہم رسانی اور تعلیم کا انتظام کرتے ہیں۔ لارڈ رپن نے اس ملک میں بھی بڑے بڑے شہروں کے انتظام کے لئے میونسپل کمیٹیاں قائم کرنے کی غرض سے سنہ ۱۸۸۲ء میں لوکل سلف گورنمنٹ ایکٹ پاس کیا۔ تاکہ ایک طرف تو لوگوں میں انتظام سلطنت میں حصہ لینے کی قابلیت پیدا ہو جائے اور دوسری طرف مقامی ضروریات بھی پوری ہوتی رہیں۔ اس نے اس کمیٹی کے ذمے مندرجہ ذیل فرائض مقرر کئے:۔

(۱)۔ سڑکوں، پبلک عمارتوں، واٹر ورکس اور شاہراہوں کو تعمیر کرانا اور درست رکھنا۔

(۲)۔ گندی نالیوں اور علاقہ ماتحت میں پلوں وغیرہ کی تعمیر یا درستی کا خیال رکھنا۔

(۳)۔ شہر کی صفائی کیلئے ہیلتھ افسر، سینیٹری انسپکٹر، داروغہ صفائی، اور خاکروبوں کو مقرر کرنا۔

(۴)۔ شہر میں روشنی کا بندوبست کرنا۔ اور شہر کے گردونواح میں یا اندر کسی مناسب جگہ پر باغ لگوانا۔

گراف متعلقہ آمدنی و اخراجات ڈسٹرکٹ بورڈ بابت ۱۹۱۵-۱۶ء تا ۱۹۲۱-۲۲ء
آمدنی
اخراجات
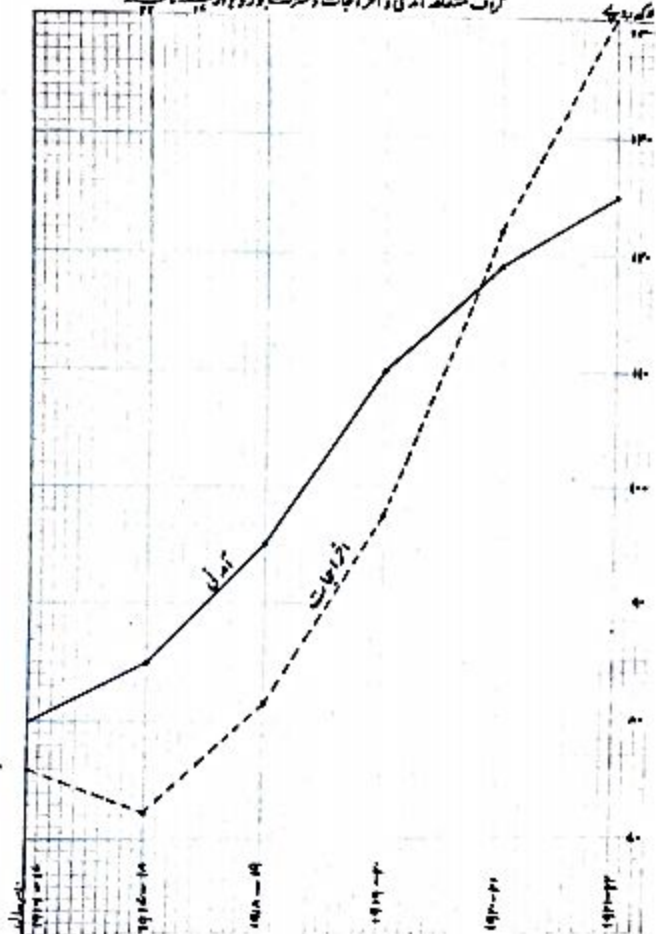
(۵)۔ اپنے محدود علاقے میں لوگوں کو تعلیم دینے کے لئے مدرسے قائم کرنا اور لائبریریاں اور کلب جاری کرنا۔

(۶)۔ لوگوں کو مکانات کی تعمیر کی اجازت دینا۔

(۷)۔ امراض وبائی سے بچنے اور انکے دفع کرنے کے لئے خاص تجاویز عمل میں لانا۔

میونسپل کمیٹیوں کے قائم ہونیکی تاریخ پنجاب میں میونسپل انتظام کو باقاعدہ صورت میں لانے کے لئے ۱۸۵۰ء کے ایکٹ کے مطابق شملہ اور بھوانی میں میونسپل کمیٹیاں قائم کی گئیں ۱۸۶۱ء کے انڈین کونسل ایکٹ کے بموجب ہر صوبجاتی گورنمنٹ نے میونسپل کمیٹیوں کی تعداد میں کافی اضافہ کیا اور ۱۸۶۲ء میں ہر ضلع کے صدر مقام میں میونسپل کمیٹیاں قائم ہوگئیں۔

۱۸۶۷ء میں پہلا میونسپل ایکٹ پنجاب پاس ہوا لیکن ۱۸۷۲ء میں اس میں کئی ترمیمیں کی گئیں۔ ۱۸۷۳ء کے ترمیم شدہ ایکٹ کے مطابق پنجاب میں ۱۹۰ کمیٹیاں قائم ہوئیں۔ جن میں سے ۸ (شملہ۔ دھرسالہ۔ ڈلہوزی۔ مری۔ دہلی۔ لاہور۔ امرت سر اور ملتان) درجہ اول ۱۷ درجہ دوم اور ۱۶۵ درجہ سوم میں شامل تھیں۔ یہ کمیٹیاں اپنے درجے کے مطابق مقامی گورنمنٹ کمشنر اور ڈپٹی کمشنر کے زیر اثر تھیں۔ ۱۸۷۹ء میں اعلیٰ درجے کی کمیٹیوں کی اصلاح کے لئے "لوکل باڈیز کا قانون قرضہ جات" اور ۱۸۸۲ء میں لارڈ رپن کا مشہور و معروف لوکل سلف گورنمنٹ ایکٹ منظور ہوا۔ کیونکہ سرکاری افسر کام کی زیادتی کی وجہ سے اس شعبے کی طرف زیادہ توجہ نہیں دے سکتے تھے۔ دوسری طرف گورنمنٹ بھی اہل ہند کو ملکی معاملات میں ماہر کرنا چاہتی تھی۔ اس ایکٹ کے رو سے میونسپل کمیٹیوں کے کانسٹی ٹیوشن (بنیادی نظام) اور گورنمنٹ کے احاطۂ اختیارات کے بارے میں کئی اہم تبدیلیاں واقع ہوئیں۔

نظم و نسق کے بارے میں فیصلہ ہوا کہ (۱) میونسپل کمیٹی کی عملداری زیادہ علاقے میں نہیں ہونی چاہئے کیونکہ اس طرح کمیٹی کے ارکان مقامی حب وطن سے زیادہ واقف نہیں ہونگے

(۲) ارکان میں غیر سرکاری ممبروں کا عنصر زیادہ ہو۔ (۳) ممبر منتخب شدہ ہونے چاہئیں۔ گورنمنٹ کے اختیار کے بارے میں یہ فیصلہ ہُوا کہ گورنمنٹ کمیٹی کے کام کی جانچ پڑتال کرے اور حتی الوسع سرکاری افسر صدر کے عہدے پر ممتاز نہ ہو۔

سنہ ۱۸۹۱ء میں رقبہ شہرہ کی کمیٹیاں قائم ہُوئیں سنہ ۱۸۹۶ء سے لے کر سنہ ۱۹۰۵ء تک اِس قانون میں کئی ترمیمیں ہوتی رہیں اور آخر کار سنہ ۱۹۱۱ء کے پنجاب ایکٹ نمبر ۳ میں تبدیل ہُوا۔

سنہ ۱۹۱۵ء میں گورنمنٹ ہند نے کمیشن کی سفارشات پر میونسپل ایکٹ میں بہت سی تبدیلیاں کیں۔ جنکے مطابق (۱) منتخب شدہ ممبروں کی تعداد میں اضافہ ہُوا (۲) نامزدگی صرف قلتِ اقوام اور سرکاری تجربہ کار افسروں کے لئے محدود کی گئی (۳) صدر خواہ غیر سرکاری منتخب ممبر ہو۔ خواہ سرکاری افسر دیا مر صوبے کی گورنمنٹ کے فیصلے پر رکھا گیا) (۴) کمیٹی کو محصول اور ٹیکس کے کم وبیش کرنیکا اختیار دیا گیا۔ (۵) کمیٹیوں کو اپنے آمدنی اور خرچ کے بیزانیہ پر آزادانہ کارروائی کرنیکا اختیار عطا کیا گیا۔ گورنمنٹ صرف مقرر کردہ بقایا کو مدنظر رکھے گی مگر اب یہ سیغہ محکمہ جات منتقلہ میں شامل ہے اور وزیر لوکل سلف گورنمنٹ کے سپرد ہے۔ اس لئے ڈسٹرکٹ بورڈوں اور میونسپلٹیوں کو پہلے کی نسبت بہت آزادی اور اختیارات عطا ہو گئے ہیں۔

کمیٹی کے ممبروں کا انتخاب۔ اس کمیٹی میں دو قسم کے ممبر ہوتے ہیں۔ ایک نامزد دوسرے منتخب۔ پہلی قسم کے ممبروں کو سرکار نامزد کرتی ہے۔ اور اس میں زیادہ تر سرکاری حکام اور کم تعداد اقوام کے نمائندے شامل ہوتے ہیں۔ اس کارروائی سے یہ فائدہ پیشِ نظر ہے کہ تھوڑی تعداد والے فرقے کو نقصان نہ پہنچے۔ دوسری قسم کے ممبروں کو لوگ منتخب کر کے کمیٹی میں بھیجتے ہیں۔ سرکار نے حق دہی کے لئے بڑی نرم شرطیں مقرر کر رکھی ہیں۔ ہر انٹرنس پاس شخص اور معمولی سی جائداد کا مالک رائے دے سکتا ہے۔ شہر کئی حلقوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ ہر حلقے سے ایک ممبر چنا جاتا ہے جس کو میونسپل کمشنر کہتے ہیں۔ ہر تیسرے سال کے بعد ممبروں کا نیا انتخاب ہوتا ہے۔ اس وقت ہر حلقے سے کئی شخص درخواستیں بھیجتے

ہیں۔ تاریخ مقررہ پر رائے دہندوں سے رایوں کی پرچیاں لی جاتی ہیں۔ جس امیدوار کے حق میں زیادہ رائیں ہوں وہ کامیاب مشہور کیا جاتا ہے۔ جب انتخاب کی کارروائی ختم ہو جاتی ہے تو وہ ارکان کمیٹی ہیں جا کر اپنے میں سے صدر کو منتخب کرتے ہیں۔

کمیٹی کے مختلف فرائض انجام دینے کے لئے کئی ماتحت کمیٹیاں ہوتی ہیں۔ مثلاً تعلیمی کمیٹی رفاہ عامہ کی کمیٹی۔ مالی کمیٹی وغیرہ۔ یہ کمیٹیاں منتخب ممبروں کے ماتحت ہوتی ہیں۔ جو گاہے گاہے اجلاس کر کے اپنی رپورٹ بڑی کمیٹی میں بھیج دیتی ہیں اور موخرالذکر اس کو منظور کر کے کمشنر کے پاس عمل درآمد کے لئے بھیج دیتی ہے۔ وہاں سے منظوری آنے پر وہ قانون کمیٹی کی عملداری میں نافذ کیا جاتا ہے۔

میونسپل کمیٹیوں کی آمدنی کے ذرائع۔ (۱) ٹیکس۔ ہر کمیٹی کو اپنے ماتحت ملازمین کی تنخواہوں اور شہر کی صفائی و بہبود کے لئے بہت سے روپے کی ضرورت ہے۔ ان اخراجات کو پورا کرنے کے لئے گورنمنٹ نے کمیٹی کو اہل شہر پر کئی قسم کے ٹیکس لگانے کی اجازت دے رکھی ہے۔ جن میں سے مندرجہ ذیل ٹیکس رائج ہیں:۔

۱۔ **چنگی کا محصول**۔ باہر سے جو اشیاء فروخت کے لئے کمیٹی کی عملداری میں آتی ہیں ان پر یہ ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ یہ محصول کمیٹی کی آمدنی کا بڑا بھاری ذریعہ ہے۔ مگر بعض اوقات اس کے وصول کرنے میں بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً محصول کی واپسی کی صورت میں بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور محصول دینے والے ناجائز فائدہ بھی اُٹھاتے ہیں۔ ان خرابیوں کو دُور کرنے کے لئے بعض میونسپلٹیوں میں ٹرمینل ٹیکس کے رائج کرنے کی تجویز پر غور کیا جا رہا ہے اور بعض میونسپل کمیٹیوں نے اس کے بجائے ٹرمینل ٹیکس[1] جاری کیا ہے چنانچہ لاہور میں بھی اس قسم کا ٹیکس مروج ہے۔ اس ٹیکس اور چنگی کے محصول میں نمایاں فرق یہ ہے

[1] یہ ایک قسم کا ٹیکس ہوتا ہے جو محکمہ ریل اشیائے درآمد و برآمد پر وزن کے مطابق وصول کرتا ہے اور کسی صورت میں اس محصول کو واپس نہیں کرتے۔

کہ سابق الذکر کسی شئے کے وزن پر لیا جاتا ہے اور آخر الذکر اس کی مالیت پر وصول کیا جاتا ہے۔ بعض کمیٹیوں نے ٹرمینل ٹیکس کا حساب اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور بعض نے محکمہ ریل کے سپرد کر دیا ہے۔

۲۔ ہتوس ٹیکس۔ اس قسم کے ٹیکس کے تخمینہ لگانے میں بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ بعض اوقات تباہ شدہ امراء اس ٹیکس کو ادا نہیں کر سکتے۔ گو وہ بڑے بڑے عالیشان مکانات میں بود و باش رکھتے ہوں۔

۳۔ پروفیشنل ٹیکس۔ پنجاب میں صرف ان قصبات میں یہ ٹیکس پایا جاتا ہے۔ جو علاقہ شہرہ کی ذیل میں آتے ہیں۔ ان جگہوں میں ڈاکٹروں، سرکاری ملازموں اور دیگر متمول باشندوں سے ان کی آمدنی کے مطابق ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔

۴۔ گاڑی۔ یکے وغیرہ کا ٹیکس۔ جب شروع سال میں گاڑیبان یا دیگر اشخاص کمیٹی کی سڑکوں کو استعمال کرنے کے لئے اپنا لائسنس تازہ کراتے ہیں تو اس وقت انہیں کچھ فیس کمیٹی میں داخل کرنی پڑتی ہے۔ یہ روپیہ اس مد کی آمدنی میں شامل ہے۔

۵۔ سرکاری امداد۔ گورنمنٹ میونسپل کمیٹیوں کو ان کے تعلیمی اور حفظانِ صحت کے اخراجات کے لئے کچھ حصہ اپنی طرف سے عطا کرتی ہے۔ تاکہ وہ اپنے اخراجات پورے کر سکیں۔

۶۔ سرکاری قرضہ۔ ۱۸۸۴ء میں میونسپل کمیٹیوں کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ گورنمنٹ سے یا لوگوں سے اپنے اخراجات پورے کرنے کے لئے قرضے لے سکتی ہیں۔ صوبے کی گورنمنٹ ان کو ۴ روپیہ شرح پر قرضہ دیتی ہے جو ۲۰ سال تک واجب الادا ہوتا ہے۔

۱۹۲۳-۲۴ء میں پنجاب میں کل ۴۰ میونسپلٹیاں تھیں۔ اس سال کیمبل پور کے رقبہ شہرہ کمیٹی کا درجہ بڑھا کر میونسپل کمیٹی کیا گیا اور وزارت تعلیم کے جاری کردہ نئے اصولوں کے مطابق ۵۰ میونسپل کمیٹیوں میں نیا انتخاب ہوا۔ جس میں تقریباً ۶۰ فیصدی رائے دہندوں نے اپنی رائیں دیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لوگ اس محکمے کے انتظام میں کتنی دلچسپی لیتے ہیں۔

بعض میونسپل کمیٹیوں نے اپنے علاقہ ماتحت میں پرائمری تعلیم کو لازمی اور مفت کیا ہُوا ہے۔ اکیلے لاہور میں ہی پچاس سے زائد مدرسے جاری ہیں۔ ایسے ہی امرتسر ملتان راجن پور وغیرہ میں بھی تعلیم مفت اور لازمی ہے۔
۲۴-۱۹۲۳ء میں ۳۴ میونسپل کمیٹیوں کے علاقہ میں بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس وجہ سے کمیٹیوں کے اخراجات آمدنی کی نسبت روز بروز بڑھ رہے ہیں۔

سوالات

۱۔ لوکل سلف گورنمنٹ سے کیا مراد ہے؟ سرکار نے دیہات کے انتظام کو بہتر بنانے کے لئے وقتاً فوقتاً جو قوانین منظور کئے ہیں۔ ان کا مختصراً ذکر کرو۔
۲۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبروں کا انتخاب کس طرح عمل میں آتا ہے؟ نیز ان کے کیا فرائض ہیں؟
۳۔ ڈسٹرکٹ بورڈوں کے فرائض۔ اور آمدنی و خرچ کے وسائل کیا ہیں! مختصراً بیان کرو؟
۴۔ میونسپل کمیٹیوں کے قائم ہونے کی تاریخ سے آج تک اس محکمے کی وسعت و ترقی کے لئے سرکار نے جو تجاویز اختیار کی ہیں۔ ان کا مختصراً حال بیان کرو؟
۵۔ میونسپل کمیٹیوں کے فرائض اور آمدنی و خرچ کے کیا ذرائع ہیں۔ مفصل بیان کرو؟

فصل دہم

محکمۂ رفاہ عامہ (پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ)

کسی ملک کی ترقی اور بہتری کے لئے اس محکمے کی اشد ضرورت ہے۔ اسی واسطے گورنمنٹ اس محکمے کی ترقی کے لئے سخت کوشاں رہتی ہے۔ تجارت کے لئے ذرائع آمدورفت کا معقول ہونا لازمی ہے۔ زمانہ قدیم سے ہندوستان کی تجارت غیر ممالک سے بذریعہ خشکی و تری ہوتی رہتی ہے۔ لیکن انگریزی عہد میں اس میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے کیونکہ اس عہد میں سڑکیں، ریلوے لائنیں اور نہریں باقاعدہ اور درست حالت میں پائی جاتی ہیں۔ ملک میں ریلوں کا جال بچھا ہوا ہے لیکن پہلے زمانے میں راستے پُرخطر اور سڑکیں خراب تھیں۔ لوگ تن تنہا سفر نہیں کر سکتے تھے۔ اس وقت سفر کیا تھا سقر (دوزخ) تھا۔ تاجر لوگ اونٹوں کے ذریعے سے قافلوں میں شامل ہو کر ایک ملک سے دوسرے ملک میں تجارت کی غرض سے جاتے تھے۔

پہلے تجارتی راستے۔ زمانہ قدیم میں صوبہ پنجاب کی تجارت مغربی ممالک (روم و یونان) کے ساتھ افغانستان۔ فارس اور بحیرۂ اسود کے راستے سے ہوتی تھی۔ مگر سلطنت روما کے زوال پر یہ تجارتی تعلقات منقطع ہو گئے۔ وسطی زمانے میں خلیج فارس اور بحیرۂ قلزم کی تجارتی شاہراہیں کھل گئیں اور اسکندریہ کی تجارت اہل وینس و جنیوا کے ہاتھ میں چلی گئی۔ لیکن پندرھویں صدی میں ترکوں کی فتوحات اس تجارتی شاہراہ میں سد راہ ہوئیں۔

دوسرا تجارتی راستہ ملتان میں سے گذرتا تھا۔ اور یہاں سے مال کشتیوں کے ذریعے سے دیبل (کراچی) کی بندرگاہ سے شام اور بحیرۂ قلزم کے کنارے کے ملکوں میں پہنچتا تھا۔

تیسرا راستہ۔ وسط ایشیا سے دریائے سندھ کو عبور کر کے ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے ہوتا ہوا

پنجاب میں پہنچتا تھا۔ اس شاہراہ پر ملتان کھیڑا۔ شور کوٹ اور ہڑپہ بڑے بڑے تجارتی مقامات واقع تھے۔ آخری مقام پر ڈیرہ غازیخاں کی طرف سے ایک اور راستہ آکر ملتا تھا۔ جو پاک پٹن سے ہوتا ہوا دریائے ستلج کی گذرگاہ اور کنارے کے شہروں کو ملاتا تھا۔

چوتھی شاہراہ کشمیر سے ہوتی ہوئی تبت تک پہنچتی تھی اور اس راستے سے مشک اور چین کی پیداوار پنجاب میں فروخت کے لئے آیا کرتی تھی۔

سب سے پہلے شیر شاہ سوری نے ۱۵۴۳ء میں جرنیلی سڑک کلکتہ سے پشاور تک اور دوسری لاہور سے ملتان تک تیار کرائی۔ اس نے دس دس کوس کے فاصلے پر ایک ایک مسافر خانہ اور مسجد تعمیر کرائی جہاں مسافروں کو سامانِ خوراک مفت مہیا ہوتا تھا۔ اس کے بعد جہانگیر نے آٹھ آٹھ کوس کے فاصلے پر پختہ مسافر خانے بنوائے اور ہر تین کوس کے فاصلے پر سڑکوں کے کنارے ۲۰ سے ۳۰ فٹ بلند منارے تیار کرائے۔ لیکن سلطنتِ مغلیہ کے زوال اور خانہ جنگیوں کے باعث یہ تمام راستے ویران اور برباد ہو گئے۔

الحاق پنجاب کے بعد ذرائع آمد و رفت میں ترقی۔ الحاق کے بعد بورڈ (اجلاس انتظامی) نے تجارت کی ترقی کے لئے سوداگروں کی حالتِ زار دیکھ کر بہت سے ٹیکس موقوف کر دئے۔ اس سے پہلے سڑکیں صرف معمولی راستوں کی صورت میں ہوتی تھیں جو بارش کے دنوں میں کیچڑ سے بھر جاتی تھیں اور آمد و رفت میں بڑی دقتوں کا سامنا ہوتا تھا۔ بورڈ نے عمدہ سڑکیں بنانے پر بہت سا روپیہ صرف کیا۔ اور لاہور سے پشاور تک جرنیلی سڑک کی پیمائش اور مرمت کرا کرا سے فوجوں کی نقل و حرکت کے لئے از سرِ نو کار آمد بنا دیا اور لارڈ ڈلہوزی گورنر جنرل ہند نے اس سڑک کی درستی کی طرف خاص توجہ مبذول کی چنانچہ ۱۸۵۳ء میں بیاس سے لاہور تک کا حصّہ پختہ بنایا گیا۔ ۱۸۵۴ء میں محکمہ تعمیراتِ عامہ پنجاب قائم ہؤا۔ اور سڑکوں۔ نہروں وغیرہ کا انتظام چیف انجینئر کے سپرد کیا گیا جسکا نتیجہ یہ ہؤا کہ بڑے بڑے شہروں کے مابین بہت سی کچی سڑکیں تیار ہو گئیں۔

شروع شروع میں سرکار انگریزی نے بھی شیر شاہ سوری اور شاہان مغل کی مانند فوجی اغراض کو مدِ نظر رکھ کر مختلف مقامات میں سڑکیں اور ریلوے لائنیں بنائیں۔ تاکہ خطرے کے وقت فوجیں اور سامانِ جنگ بآسانی پہنچایا جاسکے۔ ۱۸۰۹ء میں لدھیانہ چھاؤنی قائم ہوئی جس کو سڑک کے ذریعے سے انبالہ صدر مقام سے سرہند کے راستے ملایا گیا۔ جو بعد میں فیروزپور تک گئی۔ دوسری سڑک پہاڑی راجاؤں کے علاقوں کو گورکھوں کی دست درازی سے بچانے کے لئے انبالہ سے کالکا تک تیار کی گئی۔

الحاق کے بعد لاہور۔ وزیرآباد۔ جہلم اور راولپنڈی میں چھاؤنیاں قائم ہوئیں۔ اس کے بعد سرحدی علاقے میں مختلف مقامات میں چھاؤنیاں قائم کی گئیں۔ ان تمام شہروں کو سڑک اور ریلوے لائن کے ذریعے سے ایک یا دوسرے کے ساتھ ملایا گیا۔ یہ لائنیں پنجاب کے دریاؤں کو قطع کرتی ہوئی ملک کے تمام طول و عرض میں پھیلی ہوئی ہیں۔

لوکل سلف گورنمنٹ کے ماتحت سڑکوں کی ترقی ۱۸۷۰ء اور ۱۸۸۲ء سے ۱۸۸۴ء تک لارڈ میو اور لارڈ رپن کے زمانے میں لوکل سلف گورنمنٹ کی ترقی کے لئے کئی مفید قانون منظور ہوئے۔ جن کی بدولت صوبے میں ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل کمیٹیاں قائم ہوئیں۔ ان کا یہ غرض تھا کہ وہ اپنے علاقہ عملداری میں سڑکوں اور تجارتی شاہراہوں کی درستی اور تعمیر کرائیں لیکن ان کمیٹیوں کی محدود آمدنی اتنے بڑے بھاری اخراجات کب برداشت کرسکتی ہے اس لئے کئی اضلاع میں سڑکیں اچھی حالت میں نہیں پائی جاتیں کچھ عرصے تک گورنمنٹ نے اپنی تمام طاقتیں صرف ریلوے لائنوں کے بنانے میں خرچ کیں۔ اور سڑکوں کا خیال بُھلا دیا۔ لیکن ۱۹۱۹ء میں جنگِ یورپ کی وجہ سے سڑکوں کی کمیٹی مقرر کی۔

جنگ کے خاتمے پر اس کمیٹی کو منسوخ کرکے پراونشل بورڈ آف کمیونیکیشن (صوبہ کی ذرائع آمد و رفت کی کمیٹی) مختلف قسم کے ذرائع آمد و رفت میں ترقی کے لئے مقرر ہوئی اور دو انجینئر اس غرض کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے مقرر کئے گئے۔ اس کمیٹی نے موجودہ زمانے

کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے ۱۹۲۳ء میں از سرِ نو سڑکوں کی جماعت بندی کی اور ان کو تین اقسام میں منقسم کیا (۱) صوبجاتی سڑکیں (۲) مین روڈز (بڑی بڑی سڑکیں) (۳) باقی سڑکیں۔ اس تقسیم سے قبل پہلی قسم کی سڑکیں جرنیل سڑک کی مانند صرف دامن کوہ کے ساتھ ساتھ پائی جاتی تھیں۔ مگر اب نئے انتظام کے رُو سے یہ سڑکیں صوبے کے اندرونی حصوں میں پھیل جائینگی۔ چنانچہ دہلی سے صوبہ کے جنوبی حصہ میں ملتان تک لاہور سے منٹگمری اور سرگودھا کی نہری بستیوں تک۔ سرگودھا سے میانوالی تک (جو میانوالی سے شمال مغربی کوہستانی علاقہ میں سے ہوتی ہوئی جرنیل سڑک کے ساتھ جا ملیگی) اور کانگڑہ وادی کی سڑکوں (جو منڈی کے بجلی کے ہالے اور کلو کے پھلوں کی پیداوار کے لئے مفید ثابت ہونگی) کے درمیان براہ راست آمد و رفت جاری رہیگی۔ ان سڑکوں کی تعمیر و نگہداشت کے تمام اخراجات صوبے کی آمدنی سے مجرا ئیے جائینگے ۔

دوسری قسم کی سڑکوں کے اخراجات صوبہ اور مقامی کمیٹیوں کے لوکل فنڈ سے مشترکہ ادا کئے جائینگے۔ صوبے کی حکومت مقامی بورڈوں کو چھ آنہ فی روپیہ کے حساب سے اخراجات ادا کریگی۔ تیسری قسم کی سڑکیں مکمل طور پر مقامی بورڈوں کے اختیارات میں رہینگی۔ اور وہی انکی دیکھ بھال اور مرمت کے اخراجات کے ذمہ دار ہونگے ۔

ہائیڈرو الیکٹرک سکیم۔ صوبہ پنجاب میں بجلی کی طاقت مہیا کرنے کے لئے ریاست منڈی میں جہاں برف اور پانی کا بہت سا ذخیرہ موجود ہے۔ کام شروع ہو گیا ہے۔ اس علاقے میں آمد و رفت کی سہولت کے لئے کانگڑہ وادی کے جنوبی حصے سے منڈی تک ۴۴ میل لمبی ٹرام وے لائن بنائی جائیگی۔ جس پر ۹۸ لاکھ روپے کے خرچ کا اندازہ کیا گیا ہے جب یہ لائن مکمل ہو جائیگی تو ہندوؤں کو اپنے مقدس مقامات کی زیارت کے لئے بہت آسانی ہو جائیگی ۔

وادیٔ ستلج کی بستی۔ پہلی نہری آبادیوں میں صرف نہری فوائد کو مدنظر رکھ کر

دیہات بسائے گئے تھے۔ مگر ان میں آمد و رفت کی سہولتیں ملحوظ نہیں رکھی گئی تھیں، اسی لئے ان آبادیوں میں سڑکوں کے تعمیر کرنے اور پلوں کے بنانے پر بہت خرچ ہوا۔ مگر اب نیلی بار میں ان نقائص کو دور کرنے کے لئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ کوئی گاؤں ریلوے لائن۔ پختہ سڑک اور منڈی سے آٹھ میل سے زیادہ فاصلے پر واقع نہ ہو۔ اس مطلب کے لئے ریلوے ستلج وادی کے علاوہ ۱۹۰۳ میل پختہ سڑکیں ۳۸۰۲ میل کچی سڑکیں۔ دس سرائیں اور آباد کاروں کے لئے کافی کنوئیں بنائے جائینگے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ اس تمام سکیم پر ۱۶۰ لاکھ روپیہ خرچ آئیگا۔ اور سرکار کو معقول آمدنی ہوگی۔

پختہ سڑکیں۔ (۱) جرنیلی سڑک کلکتہ سے پشاور تک جاتی ہے اور پنجاب میں کرنال انبالہ لدھیانہ۔ جالندھر۔ امرتسر۔ لاہور۔ گوجرانوالہ جہلم اور راولپنڈی سے گذرتی ہے۔ راستے میں تمام دریاؤں پر خوش نما ریلوے اور پختہ پل بنے ہوئے ہیں۔ اسکے ساتھ مختلف مقامات سے چھوٹی چھوٹی سڑکیں آ کر ملتی ہیں۔ جن میں سے چند مشہور ہیں (۱) دہلی سے گوڑ گانوہ اور رہتک (۲)۔ تھانیسر سے پٹوا اور چھچھرولی (۳)۔ انبالے سے کالکا اور شملہ (۴) راجپورہ سے پٹیالہ اور سنگرور۔ (۵)۔ لدھیانے سے فیروزپور (۶)۔ جالندھر سے ہوشیارپور۔ (۷) لاہور سے فیروزپور اور شیخوپورہ (۸)۔ گوجرانوالہ سے حافظ آباد (۹)۔ گوجرانوالہ سے سیالکوٹ (۱۰) وزیر آباد سے سیالکوٹ اور جموں (۱۱) راولپنڈی سے کشمیر براستہ مری۔

ان کے علاوہ مختلف اضلاع میں بھی پختہ سڑکیں پائی جاتی ہیں جو ایک مقام کو دوسرے سے ملاتی ہیں۔ مثلاً ملتان سے مظفر گڈھ اور ڈیرہ غازیخاں۔ پٹھانکوٹ سے ڈلہوزی کانگڑہ۔ دھرمسالہ اور بیجناتھ۔ پنجاب میں اس وقت ان سڑکوں کی لمبائی کا مجموعہ تین ہزار میل سے زیادہ ہوگا۔

کچی سڑکیں۔ صوبے کے ہر ضلع میں بہت سی کچی سڑکیں پائی جاتی ہیں لیکن مغربی حصے میں انکی تعداد کم ہے۔ اگرچہ ان میں سے بعض کچھ فاصلے تک پختہ بنی ہوئی ہیں لیکن ان میں صرف

چھکڑوں کے ذریعے سے آمد و رفت ہوتی ہے اور بڑی ابتر حالت میں ہیں۔ ذرائع آمد و رفت کی کمیٹی ان کی حالت بہتر بنانے کی طرف اپنی توجہ مبذول کر رہی ہے۔ ان کچی سڑکوں کی لمبائی کوئی بائیس ہزار میل ہے۔

محکمہ رفاہ عامہ کا انتظام۔ ۱۸۵۴ء میں چارلس نیپیر کے ماتحت یہ محکمہ قائم ہوا تھا۔ لیکن ۱۸۸۶ء میں پبلک ورکس کی روز افزوں ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اس محکمے کو تین علیحدہ علیحدہ شاخوں میں تقسیم کیا گیا (۱) ملٹری ورکس برانچ (۲) سول اور آبپاشی برانچ۔ (۳) ریلوے برانچ ۱۸۶۷ء میں ان کے ساتھ پبلک ورکس اکونٹس برانچ بھی شامل کیگئی اور لوکل باڈیز (مقامی خود مختار کمیٹیاں) کو سڑکوں اور لائینوں کی مرمت اور تعمیر کرنیکے لئے گورنمنٹ کی طرف سے مقررہ رقم بطور امداد ملنے لگی۔ جو ابتک بدستور ملتی ہے ۱۹۲۱ء میں نئی اصلاحات کے بموجب بلڈنگ اور روڈ برانچ (عمارات اور سڑکوں کی شاخ) وزیر زراعت کے تحت میں منتقل ہوگئی ہے۔

موجودہ انتظام۔ بلڈنگ اور روڈ برانچ ایک چیف انجینئر کے ماتحت ہے۔ جو صوبے کی گورنمنٹ میں سیکرٹری کے فرائض بھی ادا کرتا ہے۔ انتظامیہ لحاظ سے تمام صوبہ تین سپرنٹنڈنٹ کے احاطوں میں منقسم ہے (۱) حلقہ راولپنڈی (۲) حلقہ انبالہ چھاؤنی (۳) حلقہ لاہور جن کے ماتحت ۱۲ ڈویژن اور ۳۳ سب ڈویژن پائے جاتے تھے۔ مگر اب میانوالی کا سب ڈویژن بند کر کے اس کا کام ڈسٹرکٹ انجینئر کے سپرد کیا گیا ہے۔ اس طرح اب ۳۲ سب ڈویژن رہ گئے ہیں۔ مندرجہ بالا احاطوں کے علاوہ محکمے کی دو اور انتظامیہ جماعتیں ہیں (۱) سینٹری حلقہ (جس کا صدر مقام لاہور ہے) مع تین ڈویژنوں اور تین سب ڈویژنوں کے (۲) ہائیڈرو الیکٹرک (بجلی) سرکل (جس کا صدر مقام عارضی طور پر شملہ ہے) نیز گورنمنٹ سکول انجینئرنگ رسول۔ محکمہ فن عمارات۔ دفتر روڈ انجینئر بھی اسی افسر کے زیر اثر ہیں۔

ریلوے لائنیں۔ ریلوے کے لحاظ سے پنجاب نے قلیل عرصے میں حیرت انگیز ترقی کی ہے

نارتھ ویسٹرن ریلوے لائن صوبہ کے تمام طول اور عرض میں برانچ لائنوں کے ذریعے سے پھیلی ہوئی ہے۔ یہ لائن ایک طرف دہلی کو براہ لاہور پشاور سے ملاتی ہے اور دوسری طرف براہ بھٹنڈہ ملتان کراچی سے وابستہ کرتی ہے۔ لاہور خاص سے دو بڑی لائنیں براہ فیروزپور بھٹنڈہ اور جرنیلی سڑک کے پہلو بہ پہلو دہلی تک جاتی ہیں جو کئی برانچ ریلوے لائنوں کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔

اس وقت پنجاب میں مندرجہ ذیل بڑی بڑی ریلوے لائنیں پائی جاتی ہیں:-

بڑی لائن	مسافت	سن	برانچ لائن	مسافت	سن
لاہور سے جنوب	۲۳۱	۱۸۷۰	وزیرآباد خانیوال	۲۰۱	۱۹۰۰
لاہور سے مغرب	۴۱۸	۱۸۷۸	لدھیانہ جاکھل	۷۹	۱۹۰۱
لاہور سے شمال	۲۲۲	۱۸۸۰	کالکا شملہ	۵۹	۱۹۰۳
برانچ لائن	مسافت	سن	لدھیانہ میکلوڈ گنج	۱۵۲	۱۹۰۶
گورہ باس	۴۷	۱۸۸۱	بیج دوآب	۱۴۹	۱۹۰۶
امرتسر پٹھانکوٹ	۶۶	۱۸۸۴	شاہدرہ سانگلہ ہل	۵۵	۱۹۰۷
راجپورہ بھٹنڈہ	۱۰۷	۱۸۸۹	خانیوال لودھراں	۵۶	۱۹۰۹
سندھ ساگر	۳۴۲	۱۸۹۰	امرتسر پٹی (۱۹۰۶) قصور	۵۴	۱۹۱۰
سیالکوٹ جموں	۲۶	۱۸۹۰	خانپور چاچڑاں	۲۲	۱۹۱۱
رائے ونڈ فیروزپور	۳۳	۱۸۹۲	چیچو کی شورکوٹ روڈ	۱۳۶	۱۹۱۱
جنوبی پنجاب بڑی لائن	۴۰۰	۱۸۹۷	شورکوٹ روڈ سے جڑانوالہ	۸۸	۱۹۱۱
نروانہ کیتھل	۲۳	۱۸۹۹	جاکھل سے حصار	۵۰	۱۹۱۲
کندیاں کیمبل پور	۱۲۰	۱۸۹۹	لوہیاں سے پھلور	۳۹	۱۹۱۳
فیروزپور بھٹنڈہ	۵۵	۱۸۹۹	براستہ نکودر		

برانچ لائن	مسافت	سن	برانچ لائن	مسافت	سن
جالندھر شہر سے ہوشیار پور	۲۳	۱۹۱۳	پھگواڑہ سے راہوں (نواں شہر)	۲۶	۱۹۱۵
			نواں شہر سے جیجوں	۱۹	۱۹۱۷
فیروزپور چھاؤنی سے جالندھر شہر براستہ لوہیاں کپورتھلہ	۷۲	۱۹۱۲ ۱۹۱۴	سیالکوٹ سے ناروال	۳۸	۱۶-۱۹۱۵
			مندرا سے بھون	۴۶	۱۶-۱۹۱۵
نکودر سے جالندھر	۱۹	۱۹۱۴	شاہدرہ سے ناروال		۱۹۲۷
جالندھر شہر سے کیریاں	۴۵	۱۹۱۵			

حال میں سکرٹری آف سٹیٹ (وزیر ہند) نے چک امرو سے جسٹر۔ امرتسر سے ناروال۔ چک جھمرا سے چنیوٹ لائل پور سے جڑانوالہ اور کانگڑہ وادی میں ریل کی لائنیں بنانے کی منظوری صادر کر دی ہے۔ اس طرح ہر سال ۲۸۹ میل لمبی لائنیں زیر تعمیر رہا کرینگیں۔

سوالات

۱۔ قدیم اور موجودہ زمانہ کے ذرائع آمد و رفت میں کیا فرق ہے؟ تم کن کو پسند کرتے ہو۔ اور کیوں؟

۲۔ الحاق اور لوکل سلف گورنمنٹ کے تحت اس محکمے میں پنجاب نے کیا ترقی کی ہے؟ مفصل بیان کرو؟

۳۔ قانون اصلاحات سے پیشتر محکمہ رفاہ عامہ کا کیا انتظام تھا؟ نیز موجودہ انتظام کے رُو سے اس میں کیا تبدیلیاں ہُوئی ہیں؟

۴۔ پنجاب میں کون کون سی بڑی بڑی ریلوے لائنیں پائی جاتی ہیں؟ اور نارتھ ویسٹرن ریلوے لائن کی حدود نقشے میں ظاہر کرو۔

۵۔ اس صوبے میں کون کونسی برانچ لائنیں پائی جاتی ہیں؟ مختصراً ذکر کرو۔

۶۔ انگریزی عملداری سے پیشتر پنجاب کی تجارت غیر ممالک کے ساتھ کن تجارتی شاہراہوں کے ذریعے سے ہُوا کرتی تھی؟ اور ان پر کون کونسے بڑے قصبات اور تجارتی مرکز پائے جاتے تھے؟

فصل ۱۱ یازدہم

آبپاشی

صوبہ پنجاب موسمی ہواؤں کے خطّے سے باہر ہے۔ بخارات سے لبریز ہوائیں یہاں کم پہنچتی ہیں، اس لئے پنجاب میں بارش غیر یقینی اور کم ہوتی ہے خصوصاً پنجاب کا مغربی حصّہ تمام سال خشک رہتا ہے۔ مُلتان اور راولپنڈی کی کمشنریوں کے بہت سے حصّے میں ۵ سے ۱۰ انچ اور انتہائی مغربی حصّے میں ۵ سے بھی کم بارش ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں پیداوار کا ہونا بڑا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پنجاب میں انگریزی عملداری سے پہلے اکثر قحط نازل ہوتے رہتے تھے۔ ۱۸۰۲ء سے ۱۸۳۶ء تک یہاں ۶ بڑے بڑے سخت قحط نمودار ہوئے جن میں بہت سی جانیں تلف ہوئیں۔ یہاں تک کہ بعض مقامات میں لوگوں نے اپنے بیٹوں کو فروخت کر دیا۔

۱۸۶۰ء میں دریائے ستلج کے مشرقی حصّے میں خشکسالی ظاہر ہونے لگی۔ اور دہلی میں گندم کا بھاؤ ۲۴ سیر سے ۸ سیر فی روپیہ ہو گیا۔ گورنمنٹ نے قحط زدوں کی ہر طرح امداد کی لیکن امداد کے بروقت نہ پہنچنے سے ہزاروں جانوں کا نقصان ہو گیا۔ آئے دن کی مصیبتوں کے خاتمے کے لئے گورنمنٹ نے کمیشن کی سفارشات پر ۱۸۸۳ء میں ضابطہ قحط شائع کیا جس میں تین مسائل پر بحث کی گئی (۱) امداد قحط۔ (۲) قحط کے رفع کرنے کے وسائل (۳) قحط کا نظم و نسق ان امور پر عمل کرتے ہوئے قحط کی زد میں آنے والے ہر ضلع میں عملی خاکے بنائے گئے جن سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ قحط کے وقت کتنے آدمیوں کو امداد کی ضرورت ہے اور وہ کونسے امدادی کام کے قابل ہیں۔ آیا ایسا امدادی کام ضرورت کے وقت فوراً شروع کیا جا سکتا ہے

گراف متعلقہ رقبہ زیر کاشت سنہ ۲۱-۱۹۲۰
لاکھ ایکڑ
۱۵۰
۱۴۰
۱۳۰
۱۲۰
۱۱۰
۱۰۰
۹۰
۸۰
۷۰
۶۰
۵۰
۴۰
۳۰
۲۰
۱۰
۰
اراضی رقبہ
سرکاری انہار سے سیراب شدہ رقبہ
غیر سرکاری انہار سے سیراب شدہ رقبہ
چاہات سے سیراب شدہ رقبہ
تالاب اور دیگر ذرائع سے سیراب شدہ رقبہ
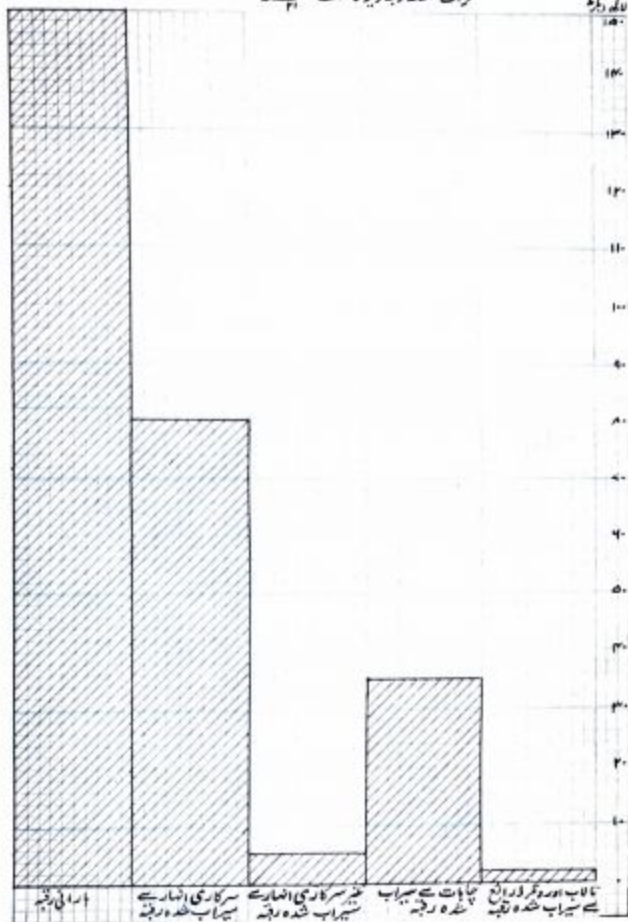
یانہیں، وغیرہ۔

اقسام آبپاشی۔ قحط کو دُور کرنے اور زراعت کی حالت بہتر بنانے کے لئے سرکار نے یہ مناسب خیال کیا کہ پنجاب میں نہریں کھودی جائیں۔ چونکہ اس صوبے کا بہت سا حصہ میدانی ہے۔ جہاں دریائے سندھ اور اس کے معاون ہاتھ کے پنجے کی طرح تمام ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس لئے نہروں کے کھودنے میں سرمایہ اور وقت کم صرف ہوتا ہے۔ سرکار نے اس تجویز پر عمل کرنا شروع کیا۔ جسکا فوری نتیجہ یہ ہے۔ کہ سنہ ۱۹۲۰ء میں پنجاب کے کل کاشت شدہ رقبہ میں سے نہری رقبہ کی تعداد مندرجہ ذیل ہے:۔

بارانی رقبہ =	۱۴۸ لاکھ ایکڑ	کُل میزان ۲۷۰ لاکھ ایکڑ
سرکاری انہار سے سیراب شدہ رقبہ	۸۰ لاکھ ایکڑ	
غیر سرکاری انہار سے " " " =	۵ لاکھ ایکڑ	
چاہات سے سیراب شدہ " " "	۳۵ لاکھ ایکڑ	
تالاب اور دیگر ذرائع سے سیراب شدہ =	۲ لاکھ ایکڑ	

چاہات سے آبپاشی کرنا۔ انگریزی حکومت سے پہلے بہت سے علاقوں میں زمیندار کنوؤں کے ذریعے سے آبپاشی کرتے تھے۔ اور عام طور پر رہٹ یا چرسہ استعمال کرتے تھے اندازہ کیا گیا ہے کہ چاہی رقبے میں نہری رقبے کی نسبت ایک تہائی پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔ ایسے کنوؤں کی تعداد سارے پنجاب میں دو لاکھ نوّے ہزار سے کچھ زیادہ ہے یہ زیادہ تر دامن کوہ کے علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ جہاں نہروں سے آبپاشی نہیں ہوتی۔ ان علاقہ جات میں جہاں پانی تھوڑے فاصلے پر کھودنے سے برآمد ہو جاتا ہے۔ یہی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ مثلاً جالندھر۔ سیالکوٹ۔ امرتسر۔ لدھیانہ۔ جھنگ۔ مظفر گڑھ۔ منٹگمری۔ لاہور اور گوجرانوالہ۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ جس کنوئیں میں ۳۵ فٹ پر پانی نکلتا ہے اور اس میں ۵ فٹ پانی گہرا ہو۔ اس پر ایک ہزار روپیہ خرچ آتا ہے۔

دیگر ذرائع سے آبپاشی کرنا۔ گوڑگانوہ اور ضلع ڈیرہ غازیخاں میں تالابوں اور ندی نالوں کے اوپر بند لگا کر پانی کو جمع کر لیتے ہیں اور پھر وہاں سے جھال یا ڈھینگلی کے ذریعے سے آبپاشی کرتے ہیں۔ مشرقی پنجاب کے بعض علاقوں میں کنوؤں میں پانی کی مقدار زیادہ کرنے کے لئے کئی تجویزیں عمل میں لائی گئی ہیں ان کی تہ میں سوراخ کئے جاتے ہیں۔ جو نچلی تہوں کے زمینی پانی تک پہنچ جاتے ہیں اور ان میں پاتال توڑ کنوئیں کا جالی دار نل لگایا جاتا ہے جس سے نچلی تہوں والا پانی کنوئیں کے پانی سے زیادہ اوپر چڑھ جاتا ہے۔

آبپاشی بذریعہ انہار۔ اوپر کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت پنجاب میں سرکاری انہار سے سیراب شدہ علاقہ ۱۰۰ لاکھ ایکڑ ہے۔ انگریزی راج سے پہلے پنجاب میں صرف ہنسلی نہر پائی جاتی تھی جو گورداسپور۔ امرتسر۔ لاہور وغیرہ اضلاع کو سیراب کرتی تھی۔ لیکن اب دو قسم کی نہریں پنجاب میں پائی جاتی ہیں۔ (۱) دائمی جو بارہ مہینے جاری رہتی ہیں۔ (۲) طغیانی کی نہریں۔ یہ نہریں صرف برسات کے موسم میں چلتی ہیں۔ کیونکہ اس وقت دریاؤں میں طغیانیاں بہت آتی ہیں۔ اور پانی کی مقدار بہت ہوتی ہے۔

پنجاب میں اس وقت پہلی قسم کی آٹھ بڑی بڑی نہریں ہیں۔

(۱)۔ نہر جمن غربی۔ پہلے ہی پہل فیروز شاہ تغلق کے عہد میں دریائے جمنا سے ایک نہر نکالی گئی جو علاقہ حصار اور شاہی شکارگاہوں کو سیراب کرتی تھی۔ لیکن تغلقوں کے زمانے کے بعد یہ علاقہ ویران ہو گیا۔ جب جلال الدین محمد اکبر دہلی کے تخت پر جلوہ افروز ہوا تو اس نے اپنے بیٹے سلیم کو یہ علاقہ بطور جاگیر عطا کیا۔ اور اس نہر کی دوبارہ مرمت شروع کرائی۔ لیکن انگریزی حکومت سے قبل یہ پھر غیر آباد ہو گئی۔ سرکار انگریزی نے ۱۸۷۳ء میں نہر کو کھدوانا شروع کیا۔ اور مقام تاجے والا ضلع انبالہ کے نزدیک دریا پر مستقل پشتہ باندھا۔ جہاں سے یہ نہر نکالی گئی ہے اور اس وقت سرسہ اور دہلی شاخ سمیت ۲۰۰۰ میل سے زائد علاقہ کو سیراب کرتی ہے۔ ۲۰-۱۹۱۹ء میں اس سے ۸۵۵۰۰۰ ایکڑ رقبہ سیراب ہوا جس سے گورنمنٹ کو کل خرچ شدہ سرمایہ ۷۵ لاکھ پر ½ ۱۱ فیصدی آمدنی ہوئی۔ یہ نہر صوبہ دہلی۔ اضلاع کرنال

رہتک۔ حصار اور ریاستِ پٹیالہ و جیند کے کچھ علاقے کو سیراب کرتی ہے ۔

۲۔ **نہر اپر باری دو آب** ۔ یہ نہر دریائے راوی سے مقام مادھوپور ضلع گورداسپور سے نکالی گئی ہے یہ سب سے پہلی نہر ہے۔ جو سرکار انگریزی نے پنجاب پر قبضہ کرنے کے بعد تعمیر کی اس کی تین بڑی بڑی شاخیں ہیں (۱) باری دو آب (۲) قصور شاخ (۳) سبراؤں شاخ ۔ باری دو آب شاخ میں سے ایک اور شاخ نکالی گئی ہے جو واہگہ کے قریب ضلع لاہور میں داخل ہوتی ہے۔ اور سیدھی لاہور پہنچتی ہے، پہلے پہل یہ نہر صرف اس خیال سے کھودی گئی تھی کہ سکھ سپاہیوں کو (جو خالصہ فوج سے برطرف کئے گئے تھے اور علاقہ ماجھا کے رہنے والے تھے) زراعت کے کام میں سہولتیں بہم پہنچائی جائیں ۔

کھدائی کا کام سالہ ۱۸۵۱ء میں شروع ہوا۔ اور سنہ ۱۸۵۶ء میں ۱۴۰ میل لمبی نہر بن کر تیار ہو گئی۔ قصور اور سبراؤں برانچیں بعد میں تعمیر کی گئیں۔ اس نہر سے ضلع گورداسپور، امرتسر اور لاہور میں آبپاشی کی جاتی ہے۔ اس پر ۱½ کروڑ روپیہ خرچ ہوا ہے ۔

منفعتِ انہار۔ دونوں انہار کے سیراب شدہ علاقے سے گورنمنٹ کو باقی علاقے کی نسبت زیادہ محاصل وصول ہونے لگا۔ اس لئے گورنمنٹ نے باقی علاقے میں بھی نہروں کے کھودنے کی تجویز منظور کی لیکن کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کافی سرمائے کی ضرورت تھی۔ گورنمنٹ نے سکرٹری آف سٹیٹ (وزیر ہند) کی منظوری سے نہروں کے کھودنے کے لئے پبلک قرضے کی بنیاد رکھی اور اس سرمائے سے پانچ بڑی بڑی نہریں تعمیر کیں ۔

۳۔ **نہر سرہند** ۔ یہ نہر ۵۸۰۰ مربع میل رقبہ کو سیراب کرتی ہے جن میں سے ۴۴ فیصدی انگریزی علاقہ ۳۵ فیصدی ریاست پٹیالہ اور ۱۸ فیصدی ریاست نابھہ۔ جیند۔ فرید کوٹ۔ مالیر کوٹلہ اور کلسیہ میں واقع ہے۔ یہ نہر دریائے ستلج سے روپڑ کے مقام سے نکالی گئی ہے۔ اسکی تین بڑی بڑی شاخیں ہیں (۱) بڑی نہر (۲) ابوہر اور بھٹنڈہ شاخ (۳) پٹیالہ شاخیں ۔ برٹش گورنمنٹ اور پٹیالہ۔ جیند اور نابھہ کی ریاستوں کے درمیان ۱۸۷۳ء میں

ایک معاہدہ ہُوا جس کے رُو سے قرار پایا کہ پہلی نہر کے سرمایہ کا ۴۶ فیصدی برٹش گورنمنٹ اور ۵۴ فیصدی تینوں ریاستیں برداشت کریں۔ دوسری نہر کے تمام اخراجات صرف برٹش گورنمنٹ ادا کرے اور تیسری نہر پر خرچ شدہ روپے کی ذمہ داری تینوں ریاستوں کے سر پر ڈالی گئی کیونکہ دوسری شاخ انگریزی علاقہ اور کلیہ وفرید کوٹ ریاست کو سیراب کرتی ہے لیکن تیسری شاخ صرف ریاستی علاقہ (پٹیالہ۔ جیند۔ نابھہ) کو سرسبز و شاداب بناتی ہے۔ یہ نہر تقریباً ۴۰۰ میل لمبی ہے اور ۱۴ لاکھ ایکڑ رقبہ سیراب کرتی ہے۔ جس میں سے ۱۰۵۰۰۰ ایکڑ انگریزی۔ اور ۵۵۰۰۰ ایکڑ ریاستی حصے میں شامل ہے۔ آجتک اس پر ۲۹۲ لاکھ روپیہ خرچ ہو چکا ہے جس میں انگریزوں کا حصہ ۲۵۸ لاکھ روپیہ ہے۔ اور اس کا ½۱۱ فیصدی بطور مالیہ وصول ہوتا ہے۔

۴۔ **نہر لوئر چناب**۔ پنجاب کے مغربی حصے میں بارش کم ہوتی ہے۔ انگریزی حکومت سے پہلے یہ سارے کا سارا علاقہ بنجر تھا۔ اور ساندل بار کے نام سے مشہور تھا۔ سرکار نے اس کو سرسبز و شاداب بنانے کے لئے دریائے چناب اور جہلم سے نہریں نکالیں۔ پہلی نہر دریائے چناب کے بائیں کنارے پر بمقام خانکے (ضلع گوجرانوالہ) نکالی گئی ہے۔ جو گوجرانوالہ۔ شیخوپورہ جھنگ اور لائل پور کے علاقے کو سیراب کرتی ہے۔ یہ علاقے پہلے ویران تھے۔ سرکار نے زمین کو سیراب کر کے قابل زراعت بنایا۔ اور بعد میں مربعبندی کر کے مختلف اقوام کے درمیان مندرجہ ذیل امور پیش نظر رکھ کر اراضی تقسیم کر دی (۱) ان غریب اور نادار زمینداروں کو جن کے پاس اپنے وطن میں اراضی کم تھیں۔ ایک یا دو مربع زمین (ایک مربع = ۲۷ ایکڑ) عطا کر کے ان حصوں میں آباد کیا۔ جو اپنی محنت شاقہ سے تھوڑے ہی عرصے میں مالامال اور امیر کبیر بن گئے۔ (۲) اپنے وفادار اور نمک حلال پنشن یافتہ سپاہیوں اور دیگر ملازمین کو اُن کی سابقہ خدمات کے عوض اس نہری حصے میں مفت اراضی عطا کی۔ تاکہ وہ وہاں آباد ہو کر اپنا گذارہ کر سکیں (۳) امیر اور دولتمند لوگوں کے پاس نقد قیمت پر اراضی فروخت کیں۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ تمام علاقے میں

پیداوار کافی سے زیادہ ہونے لگی اور بڑے بڑے شہر مثلاً لائل پور۔ گوجرہ وغیرہ آباد ہو گئے
گورنمنٹ کی اس ساری کوشش اور ہمت کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ لائل پور اور شیخوپورہ کے اضلاع
عالم وجود میں آ گئے ۔

اس نہر کی تین بڑی بڑی شاخیں ہیں (۱) رکھ برانچ (۲) جھنگ برانچ (۳) گوگیرہ
برانچ۔ پہلی نہر۔ گوجرانوالہ اور تحصیل لائلپور کے علاقوں کو سیراب کرتی ہے دوسری ٹوبہ ٹیک سنگھ
کی تحصیل اور ضلع جھنگ کو اور تیسری تحصیل سمندری اور ملتان کو شاداب کرتی ہے ۔

بڑی نہر ایک سیکنڈ میں ۱۰،۷۰۰ مکعب فٹ پانی خارج کرتی ہے اور ۴۲۷ میل لمبی
ہے لیکن اس کی شاخیں ۲۲۴۳ میل کی مسافت طے کرتی ہیں۔ گوگیرہ شاخ ایک سیکنڈ میں
۴۵۰۰ مکعب فٹ پانی خارج کرتی ہے۔ سنہ ۱۹۱۹-۲۰ء میں اس نہر سے سیراب شدہ رقبے میں ۱۶
کروڑ روپے کی پیداوار ہوئی۔ جو خرچ شدہ سرمائے کا ۵ گنا ہے۔ اس نہر کے تیار کرنے
میں کل ۳،۲۷ لاکھ روپیہ خرچ ہوا۔ اور سرکار کو ۴۵ فیصدی سالانہ آمدنی ہوئی ہے ۔

۵۔ لوئر جہلم۔ یہ نہر دریائے جہلم کے بائیں کنارے سے بمقام رسول (گجرات) نکالی گئی
ہے۔ اور ضلع جھنگ اور سرگودھا کی غیر آباد اور بنجر زمین (کرانا بار) کو سیراب کرتی ہے۔
اس کی بدولت یہ سارا علاقہ آباد ہو گیا ہے۔ اور سرگودھا جیسے مشہور مقام بس گئے ہیں
یہ نہر ایک سیکنڈ میں ۴۱۰۰ مکعب فٹ پانی خارج کرتی ہے اور ۳۹ میل دور جا کر دو شاخوں
یعنے شمالی اور جنوبی میں تقسیم ہو جاتی ہے جو ۲۰۸ میل کی مسافت طے کرتی ہیں۔ اس نہر پر
۱۸۴ لاکھ روپے کے خرچ کا اندازہ کیا گیا ہے۔ سنہ ۱۹۱۹-۲۰ء میں ۸۱۹۰۰۰ ایکڑ رقبہ سیراب
کیا گیا ہے۔ جس سے گورنمنٹ کو ۱۵ ۱/۲ فیصدی آمدنی ہوئی ہے ۔

سرگودھا بستی سنہ ۱۹۰۲ء میں آباد کی گئی جس میں کل رقبہ ۱۱۶۰۰۰ ایکڑ اراضی مع ۸۶۵۰۰۰
ایکڑ سرکاری بنجر کے شامل ہے۔ گورنمنٹ نے اس علاقے میں زمینداروں سفید پوشوں اور
سرکاری پنشن یافتہ لوگوں کو ہلکی ہلکی شرائط اور خاص نذرانے پر اراضی کے مربع عطا کئے ہیں ۔

۶-انہار ثلاثہ - ان نہروں کے تعمیر کرنیکا بڑا مدعا یہ تھا کہ لوئر باری دوآب کا علاقہ جو دریائے راوی اور ستلج کے درمیان واقع ہے - آباد کیا جائے - چنانچہ اس مدعا کو پورا کرنے کے لئے دریائے جہلم کا پانی خانکی کے اوپر چناب میں اور چناب کا پانی مرالہ سے نکال کر راوی میں بلوکی کے مقام پر ڈالا گیا ہے جس سے گنجی بار (لوئر باری دوآب) کا علاقہ سیراب ہو کر آباد ہو گیا ہے۔

ا- نہر اپر جہلم - یہ نہر دسمبر ۱۹۱۵ء میں تیار ہوئی - اور مقام منگلا (ریاست جموں) سے نکالی گئی ہے جو ضلع گجرات کے کچھ علاقے کو سیراب کرتی ہے - اس کا زائد پانی خانکی (سیالکوٹ) کے نزدیک دریائے چناب میں لایا گیا ہے۔

ب- اپر چناب - یہ نہر خانکی سے ۲۶ میل اوپر مرالہ کے مقام سے نکالی گئی ہے - جہاں وہ ایک سیکنڈ میں ۱۱۷۰۰ مکعب فٹ پانی خارج کرتی ہے اور ستائیسویں میل پر پہنچ کر تین شاخوں میں تقسیم ہو جاتی ہے - نوکھار شاخ مشرق کی طرف اور رعیہ شاخ مغرب کی طرف چلی جاتی ہے - لیکن بڑی شاخ سیدھی جنوب کو ۱۲۰ میل لمبی جا کر دریائے راوی میں بلوکی کے مقام پر گرتی ہے - یہ نہر ۱۹۱۲ء میں تیار ہوئی تھی۔

ج- لوئر باری دوآب - یہ نہر ۱۹۵ فٹ چوڑی ہے اور ۶۷۵۰ مکعب فٹ پانی ایک سیکنڈ میں خارج کرتی ہے - کلاں نہر ۱۳۴ میل لمبی ہے - اور دریائے راوی کے نچلے حصے سے بلوکی کے مقام (ضلع لاہور) سے نکالی گئی ہے - یہ نہر ۱۹۱۳ء سے جاری ہے - اور ضلع منٹگمری کے ویران علاقہ یعنی گنجی بار کو سیراب کرتی ہے - اس نہر کی بدولت لوئر باری دوآب بستی آباد ہو گئی ہے۔

اندازہ کیا گیا ہے کہ تینوں نہروں سے ہر سال ۱۸۷۵۰۰۰ ایکڑ رقبہ سیراب ہوا کریگا جس میں سے ۳۴۵۰۰۰ ایکڑ اپر جہلم ۶۴۸۰۰۰۰ ایکڑ اپر چناب اور ۸۵۰۰۰۰ ایکڑ لوئر باری دوآب سیراب کریگی - ۱۹۱۹-۲۰ء میں ان نہروں سے ۱۷۱۱۰۰۰ ایکڑ رقبہ سیراب ہوا ہے۔

نقشۂ پنجاب (انہار)
صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ
راجپوتانہ
بہاولپور
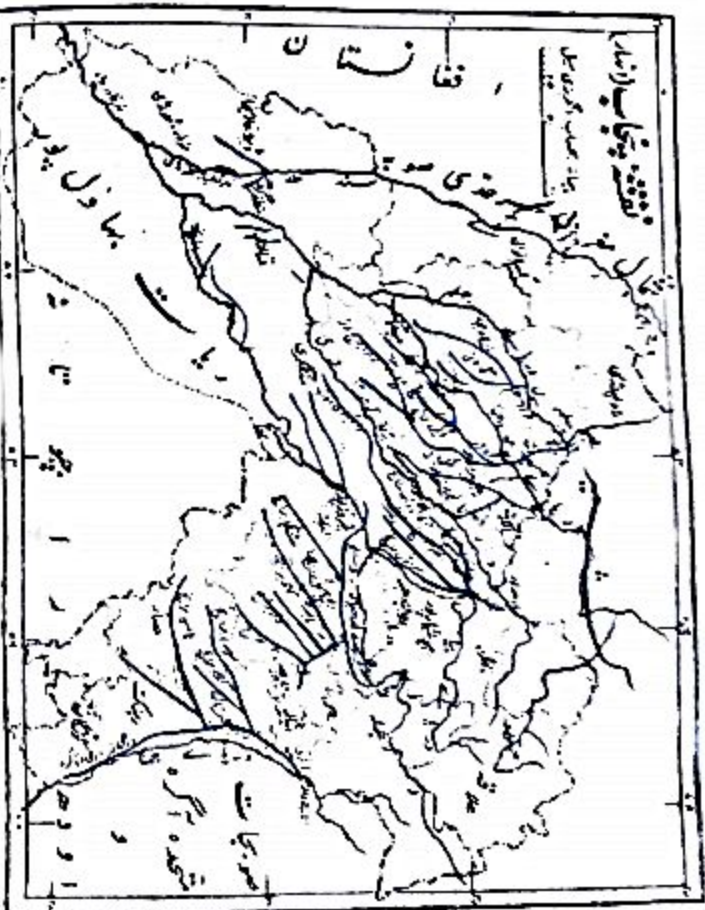
مندرجہ ذیل اعداد و شمار ۱۸۸۶ء سے ۱۹۲۴ء تک پنجاب میں نہروں سے سیراب شدہ رقبے کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ پنجاب میں آبپاشی اور زراعت میں کتنی ترقی ہوئی ہے۔

سنہ	رقبہ	
۱۸۸۶-۸۷ء	۲۳۴۴۶۲۲	ایکڑ
۱۸۹۶-۹۷ء	۵۲۱۴۲۵۸	ایکڑ
۱۹۰۶-۰۷ء	۶۰۳۹۹۴۴	ایکڑ
۱۹۱۶-۱۷ء	۹۰۶۳۹۰۱	ایکڑ
۱۹۲۱-۲۲ء	۱۰۲۳۵۸۵۳	ایکڑ
۱۹۲۲-۲۳ء	۱۱۵۰۰۰۰۰	ایکڑ
۱۹۲۳-۲۴ء	۱۰۹۰۰۰۰۰	ایکڑ

وادیٔ ستلج کی سکیم۔ دریائے ستلج کے دونوں کناروں پر انگریزی علاقہ اور ریاست میں طغیانی والی نہریں نکالی ہوئی ہیں۔ لیکن خشک سالی کے وقت ان میں پانی کی کمی ہو جاتی ہے اور طغیانی کے وقت زائد پانی فصلوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ ان سے اکثر دستی میں کام لیا جاتا ہے۔ تاہم ان کی بدولت وادیٔ ستلج میں ۱۵ لاکھ ایکڑ رقبہ زیر کاشت ہوتا ہے۔

اس سکیم کے تین بڑے بڑے مقاصد ہیں (۱) ان موجودہ غیر دائمی نہروں کی حالت درست کی جائے۔ تاکہ ان میں پانی اپریل سے اکتوبر تک یکساں حالت میں رہے (۲) سیراب شدہ رقبے میں اضافہ کیا جائے (۳) انگریزی علاقہ اور بہاولپور و بیکانیر کے خشک علاقے میں آبپاشی کا انتظام کیا جائے۔ پانی کے مہیا کرنے کے لئے دو قسم کی نہریں تیار کی جائینگی۔ (۱) جو بارہ مہینے جاری رہینگی۔ (۲) جو مون سون کے موسم میں پانی مہیا کرینگی۔ اندازہ کیا گیا ہے۔ کہ اس سکیم سے ۵۰ لاکھ ایکڑ رقبہ سیراب ہوگا۔ جس میں سے ۲۰ لاکھ پہلی قسم اور باقی دوسری قسم کے زمرے میں شامل ہوگا۔ کل خرچ کا اندازہ ۱۹ کروڑ ہے۔ جس پر سرکار کو ۱۰ فیصدی آمدنی صرف آبیانہ سے ہوگی۔ نہر کے جاری ہونے پر ۲۷ لاکھ ایکڑ تینوں سرکاروں کا بنجر علاقہ قابل زراعت ہو جائیگا۔ ۱۹۲۱ء میں وزیر ہند نے اس سکیم کو منظور کر لیا ہے اور ۱۹۲۲-۲۳ء میں چھ احاطے سپرنٹنڈنٹ انجینئروں کے ماتحت قائم کئے جن میں

۲۰ ڈویژن اور ۶۰ سب ڈویژن پائے جاتے تھے۔

مجوزہ نہریں۔ (۱) ستلج ڈیم دریائے ستلج کا بند۔ (۲) ستلج ویلی۔ یہ دونوں نہریں دریائے ستلج سے پانی مہیا کرینگی۔ اس غرض کے لئے مقام بھکڑا پر ایک بند اور چار پشتے لگائے گئے ہیں ان دونوں نہروں سے تقریباً ۶۰ لاکھ ایکڑ رقبہ سیراب ہوگا۔ اور نہر حمین غربی و سرہند بھی ان سے امداد حاصل کرینگی۔ جب یہ مکمل ہو جائینگی۔ تو بہاول پور۔ بیکانیر اور پنجاب کے خشک اضلاع کی پیداوار میں حیرت انگیز تبدیلی واقع ہوگی۔

علاقہ تھل یا دوآبہ سندھ ساگر سکیم۔ (۱) نہر سندھ ساگر۔ یہ نہر کوہستان نمک کے جنوبی حصے کے میدان کو سرسبز بنائیگی۔ اس علاقے میں نہروں کے مکمل ہونے سے بیس لاکھ ایکڑ رقبے میں آبپاشی ہوا کریگی۔

نہر حویلی۔ اس نہر سے دریائے چناب کی موسمی نہروں کو فائدہ پہنچانا منظور ہے۔ اندازہ کیا گیا ہے۔ کہ اس کے جاری ہونے سے اس علاقے میں ۲½ لاکھ رقبے کی آبپاشی میں اور اضافہ ہو جائیگا۔

نہر جھیل وولر۔ ریاست کشمیر میں دریائے جہلم پر بند لگایا جائیگا۔ اور نہر اپر و لوئر جہلم۔ اپر و لوئر چناب اور لوئر باری دوآب میں پانی حاصل کیا جائیگا۔

طغیانی والی نہریں زیادہ تر دریائے ستلج اور سندھ سے نکالی گئی ہیں۔ اور ضلع فیروز پور ریاست بہاولپور۔ ملتان ضلع مظفر گڑھ اور ڈیرہ غازیخاں کے کچھ حصوں کو سیراب کرتی ہیں ان میں سے اپر سوہاگ۔ کٹورا۔ عبدالحکیم۔ فضل شاہ اور سندھنٹی نہریں مشہور ہیں۔ یہ صرف برسات کے موسم میں جاری رہتی ہیں۔

شرح آبیانہ۔ گورنمنٹ ہر جنس پر یکساں شرح سے آبیانہ وصول نہیں کرتی۔ بلکہ ہر نہری علاقے میں آبیانہ کی شرح مختلف ہے۔ پنجاب میں گنے کی فصل کے لئے ۷½ روپیہ سے لے کر ۱۲ روپیہ فی ایکڑ۔ چاول ۴ روپیہ سے ۷½ روپیہ فی ایکڑ۔ گندم ۳¼ روپیہ

گراف متعلقہ رقبہ سیراب شدہ از انہار
لاکھ ایکڑ
۱۳۰
۱۲۰
۱۱۰
۱۰۰
۹۰
۸۰
۷۰
۶۰
۵۰
۴۰
۳۰
۲۰
۱۰
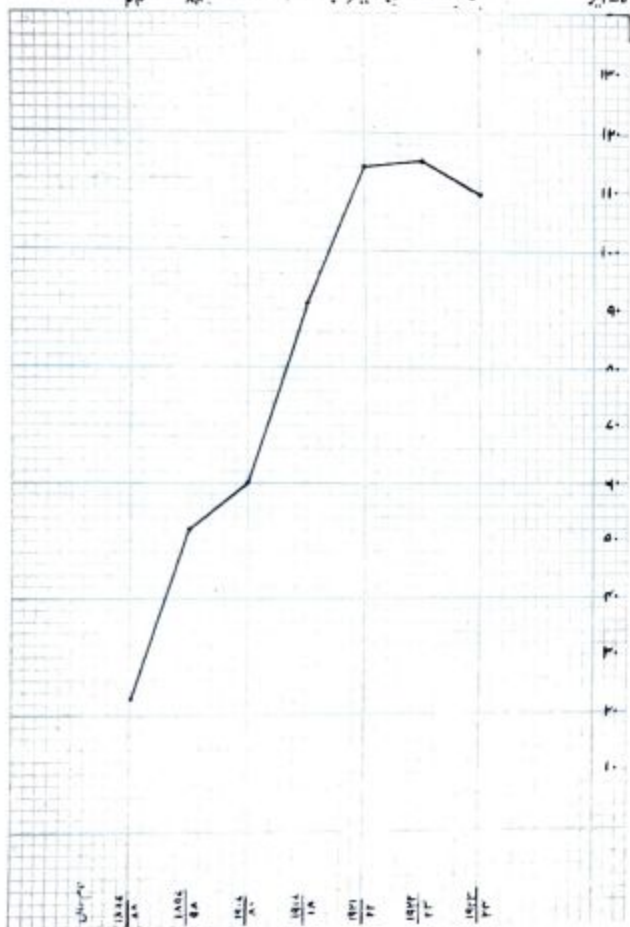
سے ۵½ روپیہ فی ایکڑ۔ کپاس ۳ روپیہ سے ۴½ روپیہ فی ایکڑ۔ باجرہ اور دالیں ۲ روپیہ سے ۳½ روپیہ فی ایکڑ وصول کیا جاتا ہے۔ لیکن خشک سالی میں گورنمنٹ پورا آبیانہ یا اس کا کچھ حصّہ معاف کر دیتی ہے۔

نہری کام کی جماعت بندی۔ یکم اپریل ۱۹۲۱ء سے پہلے تمام نہری کام سرمائے کے لحاظ سے تین اقسام پر منقسم تھا۔ (۱) منفعتی (۲) محافظتی (۳) خفیف۔ پہلی قسم کے کام کے لئے یہ شرط تھی کہ کام کے اختتام کے دس سال بعد وہ اتنی آمدنی پیدا کر سکے جو اس کے خرچ شدہ سرمائے کے سود اور انتظامیہ اخراجات کے مجموعے کے برابر ہو۔ ایسے کام کے سرمائے کے لئے گورنمنٹ روپیہ قرض لیتی تھی۔

دوسری قسم کا کام ایسے علاقوں میں شروع کیا جاتا تھا۔ جہاں قحط کا اندیشہ ہو۔ ان حصّوں میں گورنمنٹ اپنی آمدنی سے روپیہ خرچ کرتی تھی۔ باقی کام تیسری قسم میں شامل ہے لیکن پنجاب میں پہلی قسم کے کام کی تعداد زیادہ ہے۔

آئینی اصلاحات کے رُو سے اس محکمے کے انتظام میں کئی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں:-

(۱)۔ آئندہ سے سب کام کے لئے سرمایہ قرضہ فنڈ سے حاصل کیا جائیگا۔ اب صرف دو قسمیں مقرر کی گئی ہیں (الف) تجارتی جن کا حساب باقاعدہ رکھا جاتا ہے (ب) غیر تجارتی جن کا حساب نہیں رکھا جاتا۔

(۲)۔ ہر صوبے کی گورنمنٹ سابقہ قرضہ جات کا سُود ادا کرنیکی ذمہ دار ٹھہرائی گئی ہے۔ اور اگر ان کو نئے سرمائے کی ضرورت ہو تو وہ براہ راست یا حکومت ہند کی معرفت قرضہ حاصل کریں۔

محکمے کا انتظام۔ پبلک ورکس کی آبپاشی کی شاخ تین چیف انجینیروں کے ماتحت ہے چار انڈر سکرٹری اور ایک پرسنل اسسٹنٹ محکمے کے انتظام کے لئے صدر مقامات میں مقرر ہیں۔ نگرانی کے لئے چھ حلقہ جات بنے ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ دو خود مختار محکمے وادیٔ ستلج کی سکیم کے واسطے بنے ہوئے ہیں۔ (۱) ریلوے ڈویژن (۲) سنگ خارا

حاصل کرنے والا ڈویژن، اور ایک ڈسچارج ڈویژن لاہور میں پایا جاتا ہے ؞

سوالات

(۱)۔ پنجاب میں بارش کم اور غیر یقینی ہے۔ یہ کمی کس طرح پوری کی گئی ہے ؟

(۲)۔ پنجاب میں کہاں کہاں زیادہ بارش ہوتی ہے۔ اور کہاں کم۔ اور کیوں ؟

(۳)۔ اس صوبے میں کتنے طریقوں سے آبپاشی ہوتی ہے۔ پنجاب میں انہار کی کیوں زیادہ ضرورت ہے ؟

(۴)۔ پنجاب میں کتنی قسم کی نہریں پائی جاتی ہیں۔ انگریزی راج سے پہلے پنجاب میں کونسی نہر پائی جاتی تھی ؟

(۵)۔ پنجاب میں کون کون سی بڑی نہریں پائی جاتی ہیں۔ اور وہ کون کون سے علاقوں کو سیراب کرتی ہیں؟

(۶)۔ **پنجاب کا نقشہ کھینچو۔** اور اس میں دوامی نہریں مع شاخوں کے دکھاؤ ؞

(۷)۔ انہار ثلاثہ سے کیا مراد ہے۔ اور وہ کن مقامات سے نکالی گئی ہیں۔ اور کون کون سے علاقوں کو سیراب کرتی ہیں ؟

(۸)۔ گنجی بار۔ کرانہ بار۔ ساندل بار اور تھل کے علاقے کس طرح آباد ہوئے ہیں۔ مختصراً بیان کرو ؞

(۹)۔ وادی ستلج کی سکیم کے کیا بڑے بڑے مدعا ہیں۔ نیز اس کے مکمل ہونے پر کن علاقوں کو فائدے پہنچ سکتے ہیں ؟

(۱۰)۔ محکمہ انہار کے نظام کے متعلق تم کیا جانتے ہو ؟

فصل دوازدہم[۱۲]

تعلیم

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ "بے علم نتواں خدارا شناخت" واقعی تعلیم ہی کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات کہلانے کا دعوےٰ رکھتا ہے۔ لیکن اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی زمانے میں بہت سے لوگ تعلیم سے بے بہرہ تھے۔ دیہات میں تو یہ حال تھا کہ کہیں اکّادکّا خواندہ شخص نظر آ گیا۔ تو آ گیا۔ ورنہ سب ان پڑھ تھے۔ اس زمانے میں نہ کوئی باقاعدہ سکولوں کا محکمہ تھا۔ اور نہ کوئی خاص نظامِ تعلیم۔ پنڈت اور مولوی صاحبان اپنے اپنے گھروں کی چاردیواری میں پڑھنے پڑھانے کا کام کرتے تھے۔ جن میں زیادہ تر مذہبی کتابوں کا نصاب شامل ہوتا تھا۔ معمولی حساب میں ابتدائی چار قاعدوں کی مشق اور سادہ سود کافی خیال کیا جاتا تھا۔ موجودہ علوم وفنون کی واقفیت نہ تو اُستاد صاحبان کو بذاتِ خود تھی۔ اور نہ طلبا کو۔ جس وقت پنجاب سلطنت انگلشیہ میں شامل ہُوا۔ اس وقت تک تعلیم کی اشاعت کے لئے سابقہ گورنمنٹ کی طرف سے کوئی معقول انتظام نہیں تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانے میں لارڈ ولیم بنٹنگ گورنر جنرل ہند نے تعلیم کا معقول انتظام کیا۔ اس سے پہلے تعلیم کا انتہائی مقصود صرف یہ تھا۔ کہ فارسی، عربی اور سنسکرت کی تعلیم کو ترقی دی جائے۔ لارڈ میکالے نے ہندوستان میں انگریزی اور مغربی تعلیم کے جاری کرنے کی تحریک کونسل میں پیش کی۔ اس سوال پر بڑے جوش وخروش سے بحث ہُوئی۔ ایک فریق تو شرقی علوم کی تعلیم کے حق میں تھا۔ لیکن میکالے اور اس کے ہمخیال اس بات کے خلاف تھے۔ آخر کار حامیان علوم مشرقی کو شکست ہُوئی۔ اور گورنمنٹ کی تعلیمی حکمتِ عملی یہ قرار پائی۔ کہ

انگریزی زبان تحصیل علوم کا ذریعہ قرار دی جائے۔ اور ہند میں مغربی فنون و علوم (سائنس وغیرہ) کی اشاعت کی جائے۔ چنانچہ اس وقت سے انگریزی سکول کھلنے شروع ہوئے جو اس وقت بہت سی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ مگر لارڈ ڈلہوزی نے تعلیم کی طرف خاص توجہ کی ۱۸۵۴ء میں سر چارلس وُڈ کی رپورٹ کے مطابق "تعلیم کو ترقی دینا گورنمنٹ کا فرض اوّلین ہے۔" دیہاتی تعلیم کی طرف گورنمنٹ نے اپنی توجہ مبذول کی۔ چنانچہ ۱۸۵۴ء میں پنجاب میں محکمہ سررشتۂ تعلیم قائم ہوا اور اس کی نگرانی کے لئے ایک ڈائرکٹر مقرر ہوا۔ اُس وقت کُل ۱۰۸ اسکول پنجاب میں پائے جاتے تھے۔ جن کا سالانہ خرچ دولاکھ روپیہ محکمہ کو برداشت کرنا پڑتا تھا۔ دیہاتی سکولوں کے لئے ایک آنہ فی روپیہ زمینداروں سے مالیہ وصول کرتے وقت لیا جاتا تھا۔

ان سکولوں کے معائنہ کرنے والے افسر عموماً دوسرے صوبوں کی طرف سے مقرر ہو کر آتے تھے۔ اور وہ دیہاتی لوگوں کی ضروریات اور رسموں سے بالکل ناواقف تھے۔ اس لئے ۱۸۶۰ء میں ان سکولوں کا انتظام ڈپٹی کمشنر اور تحصیلداروں کے سپرد کر دیا گیا۔ اور مدرسوں میں فیس جاری کی گئی۔ ہر ضلع میں اعلیٰ اینگلو ورنیکلر سکول کھولے گئے۔ اور نصاب تعلیم میں ترقی ہوئی ۱۸۶۴ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے لاہور اور دہلی میں گورنمنٹ کالج کھولے گئے۔

۱۸۸۲ء کے تعلیمی کمیشن نے اس وقت کے طرز تعلیم اور نظام اور نصاب میں بہت سی تبدیلیوں کے لئے سفارشیں کیں کہ "پرائیویٹ سکولوں کو سرکاری خزانے سے مدد دی جائے۔ بشرطیکہ وہ محکمہ کی ہدایات کے مطابق انتظام اور تعلیمی کورس اختیار کریں۔ سرکاری وظائف کے لئے امتحان مقابلہ جاری ہو۔ اخلاقی اور جسمانی تربیت کے لئے جسمانی ورزش وغیرہ مدرسوں میں رائج کی جائے۔ فیس میں بتدریج اضافہ کیا جائے۔ ابتدائی تعلیم کی اشاعت کے لئے پرائمری مدرسے زیادہ تعداد میں کھولے جائیں اور معائنہ کنندہ افسروں کی تعداد بڑھائی جائے" غرض اس کمیشن کی بدولت محکمۂ تعلیم کے نظم ونسق میں جان پڑ گئی۔

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اعلیٰ تعلیم اور مغربی علوم کو حاصل کرنے کے لئے گورنمنٹ

نے کالجوں کا اجرا کیا۔ سرکار نے ۱۸۶۹ء میں انکے امتحانات اور دیگر انتظامات کے لئے پنجاب
میں ایک یونیورسٹی قائم کی۔ لیکن لارڈ کرزن کے عہد یعنی ۱۹۰۴ء میں تعلیمی کمیشن کی تحقیقات
اور رپورٹ پر یونیورسٹیز ایکٹ ﻠ منظور ہُوا۔ جس کے رُو سے یونیورسٹی کے نظام میں بہت
سی اصلاحیں ہُوئیں۔ سائنس کی تعلیم کے لئے گورنمنٹ نے مختلف انسٹی ٹیوشنوں
(درسگاہوں) کو معقول رقوم بطور امداد عطا کیں۔ سکولوں میں تعلیم کا معیار بڑھایا گیا۔ اور
ابتدائی تعلیم پر بھی خاص توجہ کی گئی۔ دیہاتی علاقے میں ورنیکلر تعلیم کو بڑھانے اور زمینداروں
کو تعلیم سے بہرہ ور کرنے کے لئے ۱۹۱۸ء میں خاص پروگرام (لائحہ عمل) بدِ نظر رکھا گیا جس کی
وجہ سے دیہات میں بہت سے نئے پرائمری مدرسے کھُل گئے۔ اور طلبہ کی تعداد میں کافی
اضافہ ہو گیا۔

اصلاحات کے بعد محکمہ تعلیم کا انتظام۔ ۱۹۲۱ء میں قانون اصلاحات تمام ہند
میں جاری کیا گیا۔ جس کے رُو سے صیغہ تعلیم محکمہ منتقلہ قرار پایا اور گورنر کے مقرر کردہ وزیر کے
ماتحت رکھا گیا۔ جو اپنی پالیسی کے لئے مجلس واضع قوانین کے سامنے جواب دہ ہے۔ یورپین
تعلیم۔ اور زراعتی کالج لائل پور کا انتظام بالترتیب فائنینس ممبر اور وزیر زراعت کے سپرد
کیا گیا۔ ڈائرکٹر سر رشتہ تعلیم، وزیر تعلیم کے مشورے سے حسب دستور محکمہ تعلیم کا انتظام کرتا ہے۔

پرائمری تعلیم۔ گورنمنٹ نے مندرجہ ذیل وجوہ کو مدنظر رکھتے ہُوئے پرائمری تعلیم کی اشاعت
کی ضرورت محسوس کی۔ (۱)۔ ان دنوں دیہات بھی بڑے بڑے قصبات کے ساتھ سڑکوں
اور ریلوں کے ذریعے سے وابستہ ہو گئے ہیں۔ زمیندار اپنی پیداوار کو فروخت کرنے کے
لئے بڑی بڑی تجارتی منڈیوں میں روزمرہ آتے جاتے ہیں۔ اس لئے ان کے مفاد اور
حقوق کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ وہ تعلیم یافتہ ہوں۔

(۲)۔ ساہوکاروں اور گاہکوں کے مقابلے میں پُورا اُترنے کے لئے انکو بھی ویسا ہی

ﻠ UNIVERSITIES ACT, 1904

ہوشیار اور خواندہ ہونا چاہیئے ۔

(۳)۔ نئے طریقوں کے مطابق وہ زراعت میں ترقی نہیں کر سکتے۔ جب تک اُنکو موجودہ ایجادات اور آلاتِ زراعت کے استعمال سے واقفیت نہ ہو۔ اور یہ بات تعلیم پر انحصار رکھتی ہے۔ اسی لئے اب گورنمنٹ اپنی تمام توجہ دیہاتی علاقوں میں مدارس کے کھولنے پر صرف کر رہی ہے ۔

پہلے پہل پرائمری حصّہ پانچ جماعتوں پر منقسم تھا۔ جہاں طلبہ کو لکھنا۔ پڑھنا۔ ابتدائی حساب مُلکی جغرافیہ۔ ساخت اور کاغذات زمین پنجاب کی تعلیم دی جاتی تھی۔ چونکہ سارا کام صرف ایک ہی اُستاد کو کرنا پڑتا تھا۔ جس کی وجہ سے تعلیم میں بہت ہرج ہوتا تھا۔ اس لئے اب پرائمری حصّہ کو چار جماعتوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اور جماعت پنجم کو حصّہ مڈل میں شامل کیا گیا ہے ۔

ہر ضلع میں ان سکولوں کا انتظام ڈسٹرکٹ بورڈوں اور میونسپل کمیٹیوں کے ہاتھ میں ہے۔ جو ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی معرفت اُنکی نگرانی کرتی ہیں۔ لیکن بعض مقامات میں مذہبی انجمنوں نے اپنے ماتحت ایسے مدارس جاری کر رکھے ہیں۔ جہاں طلبہ کو مذہبی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ گورنمنٹ ان سکولوں کو امداد دیتی ہے ۔

۱۹۱۲ء میں مسٹر گوکھلے مرحوم نے پرائمری تعلیم کو لازمی اور مفت قرار دئے جانے کے لئے مجلس واضع قوانین ہند میں ایک تجویز پیش کی تھی۔ مگر اس وقت یہ ریزولیوشن اخراجات کی زیادتی کے باعث منظور نہ ہو سکا۔ لیکن ۱۹۱۹ء میں تمام ملک میں یہ قانون صرف لڑکوں کے لئے نافذ کیا گیا۔ جس کے مطابق ہر بچّے کو پرائمری تعلیم حاصل کرنی پڑتی ہے۔ پنجاب میں بہت سی میونسپل کمیٹیوں کی حدود میں لازمی اور مفت تعلیم کا قانون جاری کیا گیا ہے۔ جہاں ہزاروں بچّے اُن سکولوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ محکمہ امداد باہمی کی طرف سے چند ایسی تعلیمی انجمنیں قائم ہوئی ہیں۔ جن کے ممبروں پر فرض ہے کہ

وہ اپنے بچوں کو ضرور پرائمری تعلیم دیں۔ایسی انجمنوں کی تعداد اس وقت ۹۷ ہے۔جن کے نام رجسٹرڈ ہو چکے ہیں۔اور انہی لگاتار کوششوں سے طلبہ کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔مندرجہ ذیل جدول سے بلحاظ تعداد طلباء پرائمری تعلیم کی ترقی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

سن	تعداد طلبہ پہلی جماعت	دوسری جماعت	تیسری جماعت	چوتھی جماعت
سنہ ۱۹۲۰-۲۱ء	۲۰۷۳۶۶	۸۱۶۲۵	۵۸۸۸۹	۴۶۴۶۵
سنہ ۱۹۲۱-۲۲ء	۲۲۵۵۱۷	۹۱۲۴۵	۶۹۲۸۰	۵۰۴۹۶
سنہ ۱۹۲۲-۲۳ء	۳۱۳۶۰۸	۹۹۸۹۹	۷۵۴۰۲	۵۷۲۲۱
سنہ ۱۹۲۴-۲۳ء	۳۱۷۵۲۰	۱۰۸۲۶۹	۷۸۸۷۱	۶۴۲۲۹
سنہ ۱۹۲۵-۲۴ء	۳۳۸۸۴۹	۱۲۱۵۰۵	۸۶۴۵۰	۶۷۴۴۲

ثانوی تعلیم۔اس طبقے میں دو قسم کے سکول پائے جاتے ہیں (۱) مڈل (۲) ہائی۔پہلی قسم میں چار جماعتیں ہوتی ہیں۔پہلی دو (پانچویں اور چھٹی جماعتیں) لوئر مڈل اور باقی دو (ساتویں اور آٹھویں) اپر مڈل میں شامل ہوتی ہیں۔جن مدارس میں صرف فارسی زبان کے ذریعے سے تعلیم دی جاتی ہے۔وہ ورنیکلر مڈل اور جن میں حصولِ علم کا ذریعہ انگریزی زبان ہے۔وہ انگریزی مڈل کہلاتے ہیں۔سنہ ۱۹۲۵ء میں لوئر مڈل سکولوں کی تعداد ۸۰۸ اور اپر مڈل کی ۳۰۰ تھی۔

لوگوں کی ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے محکمۂ تعلیم نے خاص خاص ورنیکلر مڈل سکولوں میں اختیاری طور پر انگریزی زبان کی تعلیم بھی رائج کر رکھی ہے۔ایسے سکولوں میں طلباء اردو۔فارسی۔(ہندی۔سنسکرت۔عربی۔گورمکھی) حساب۔تاریخ۔جغرافیہ۔جیومیٹری الجبرا ڈرائنگ اور سائنس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔مڈل پاس کرنے کے بعد طالب علم ہائی کے درجے میں داخل ہوتے ہیں۔اور انہیں مضامین میں دو سال تعلیم حاصل کرکے یونیورسٹی کے امتحان داخلہ (میٹریکولیشن) کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتے ہیں۔تین سال کے

عرصے سے یہ امتحان دو طریقوں پر ہوتا ہے۔(۱) آخری (فائنل) (۲) میٹریکولیشن۔ دوسری قسم کے کامیاب طلبہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے کالج میں داخل ہوتے ہیں اور فائنل امتحان پاس کرنے والے اُمیدوار صرف ٹائپ رائٹنگ اور شارٹ ہینڈ وغیرہ سیکھ کر دائرۂ ملازمت میں داخل ہوتے ہیں ۱۹۲۴-۲۵ء میں ایسے سکولوں پر جن میں ۳۳۶۸۵۸ طالب علم تعلیم حاصل کرتے تھے ۷۷،۶۲۴۹۴ روپے خرچ ہوئے تھے۔

اعلیٰ تعلیم۔ ۱۸۶۹ء میں مغربی علوم اور اعلیٰ تعلیم کے لئے گورنمنٹ نے پنجاب یونیورسٹی قائم کی۔ جس کے ماتحت اس وقت صوبے میں ۲۹ آرٹس کالج، ایک زراعتی کالج۔ ایک لا کالج۔ ایک ٹریننگ کالج۔ ایک میڈیکل کالج اور ایک اورینٹل کالج موجود ہے۔ سرکار اب بڑے بڑے شہروں میں ہائی سکولوں کے ساتھ انٹرمیڈیٹ کالج کھول رہی ہے۔ چنانچہ گجرات کیمل پور۔ جھنگ۔ لائل پور۔ ملتان۔ لدھیانہ۔ رہتک۔ ہوشیارپور اور دھرمسالہ میں ایسی درس گاہیں پائی جاتی ہیں جہاں سے طالب علم ایف اے کا کورس پورا کرکے بی اے کی جماعتوں میں داخل ہوسکتے ہیں۔

آرٹس کالجوں میں ایف اے۔ بی اے اور ایم اے کے امتحان کے لئے امیدوار تیار کئے جاتے ہیں جو انگریزی۔ ریاضی۔ سائنس اور مشرقی زبانوں میں بڑے بڑے ماہرین علوم سے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی بی اے۔ بی ایس سی۔ ایم اے میڈیکل ڈاکٹری، بی ٹی۔ ایل ایل بی اور مشرقی علوم کی ڈگریاں کامیاب امیدواروں کو عطا کرتی ہے۔

زنانہ تعلیم۔ انگریزی عملداری سے پہلے پنجاب میں زنانہ تعلیم کا نام ونشان نہ تھا۔ لوگ اپنے رسم ورواج کے مطابق لڑکیوں کو تعلیم دلوانا ممنوع سمجھتے تھے۔ لیکن اب ہر ضلع میں مشرقی علوم کے ورنیکلر سکول بڑے بڑے قصبات اور دیہات میں پائے جاتے ہیں جہاں صرف عورتیں ہی تعلیم دیتی ہیں۔ ان کو محکمے کی طرف سے باقاعدہ تنخواہ ملتی ہے بڑے بڑے شہروں میں اعلیٰ تعلیم کے لئے سرکار کی طرف سے ہائی سکول اور کالج

کھلے ہوئے ہیں۔ جہاں لڑکیوں کو پڑھنے لکھنے۔ حساب اور تاریخ جغرافیہ کے علاوہ سینا پرونا
اور کپڑوں پر بیل بوٹے نکالنا سکھایا جاتا ہے۔ چنانچہ لاہور خاص میں لیڈی مکلیگن سکول
وکٹوریہ سکول۔ مہارانی بردوان ہائی سکول۔ انٹرمیڈیٹ کالج برائے مستورات۔ کینارڈ
ہائی سکول و کالج پائے جاتے ہیں۔

سرکار کے علاوہ مختلف مذہبی انجمنوں مثلاً عیسائی مشن۔ آریہ سماج۔ برہمو سماج۔ انجمن
حمایت اسلام۔ سنگھ سبھا وغیرہ نے بھی اپنے ماتحت زنانہ سکول کھول رکھے ہیں۔ جن کا خرچ یہ
انجمنیں برداشت کرتی ہیں اور سرکار انکو عطیہ اور اعانت کے طور پر سالانہ امداد دیتی ہے۔
کنیا مہاودیالہ جالندھر۔ سکھ کنیا مہاودیالہ فیروزپور۔ اور دیو سماج ہائی سکول فیروزپور۔ ان انجمنوں
کی قربانیوں اور جانفشانیوں کا بیّن ثبوت ہیں۔ جہاں سینکڑوں لڑکیاں تعلیم حاصل کرتی ہیں۔
۲۵-۱۹۲۴ء میں کل زنانہ درسگاہوں کی تعداد ۲۰۷۵ تھی۔ جن میں ۹۵۵۶۹ لڑکیاں تعلیم
حاصل کرتی تھیں۔

صنعت و حرفت کے سکول۔ پنجاب ایک زراعتی صوبہ ہے۔ صنعت و حرفت کی طرف
لوگوں کی توجہ کم ہے۔ سرکار نے صوبے کی دستکاریوں کو فروغ دینے کے لئے مختلف مقامات
میں سکول کھول رکھے ہیں۔ جہاں طلبہ لوہار۔ بڑھئی۔ سنگ تراش۔ معمار۔ درزی۔ اور رنگریز کا
کام سیکھتے ہیں۔ لاہور میں آرٹس سکول ہے۔ جہاں طلبہ کو تصویر بنانا۔ نقاشی اور رنگسازی
کا کام سکھایا جاتا ہے۔ لیکن ابھی تک یہ تعلیم صرف ابتدائی حالت میں ہے ۲۵-۱۹۲۴ء
میں ۱۴ صنعتی مڈل سکول پائے جاتے تھے جن میں ۲۲۳۶۱ طالب علم تعلیم پاتے تھے۔

پس ماندہ اقوام کی تعلیم۔ اچھوت اور پس ماندہ اقوام کی تعلیم کی طرف محکمہ تعلیم نے
اپنی خاص توجہ مبذول کی ہے۔ اور اس بارے میں انکے بچوں کے لئے کئی قسم کی سہولتیں
پیدا کر دی ہیں۔ مثلاً گورنمنٹ کی چٹھی نمبری ۲۱۰ جی سی مورخہ شملہ ۱۳ جون ۱۹۲۳ء سے
بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ان اقوام کو تعلیم حاصل کرنے سے کیا کیا اقتصادی اور اخلاقی فوائد

حاصل ہونگے۔ کوشش ہو رہی ہے کہ ان اقوام کی تعلیم کے لئے گورنمنٹ ایک خاص مقررہ رقم انسپکٹر صاحبان کی تحویل میں رکھے تاکہ وہ اپنے حسب منشاء ان کی تعلیم پر صرف کر سکیں جس سے اُن کی معاشرت اور تمدن میں ترقی ہو۔

تعلیم بالغان۔ بچوں کی تعلیم میں پنجسالہ نظام کار کے مدعا اور منشاء کے مطابق بڑی سرعت سے ترقی ہوئی ہے۔ لیکن پنجاب میں ایسے بالغ اور عمر رسیدہ اشخاص کی اکثریت ہے جو نوشت و خواند سے بالکل محروم ہیں۔ محکمہ سررشتہ تعلیم اور وزارت تعلیم اپنی خاص توجہ تعلیم بالغان پر صرف کر رہی ہے۔ اور ان مدارس میں آسان نثر کی کتابیں۔ زبانی و معمولی حساب کے آسان آسان قواعد۔ نقل نویسی اور املا نصاب تعلیم میں رکھے گئے ہیں۔ تاکہ وہ زندگی کے لوازم سے آشنا ہو کر اپنی ضروریات پوری کر سکیں۔ ۲۵-۱۹۲۴ء میں علاقہ پنجاب میں ایسے سکولوں کی تعداد دو ہزار سے زیادہ تھی۔ جن میں ۶۱۹۹۱ بالغ اشخاص تعلیم حاصل کرتے تھے۔

سکاؤٹنگ۔ تعلیم کا اصل مدعا یہ نہیں کہ بچہ صرف دنیاوی تعلیم حاصل کرے۔ بلکہ یہ ہے کہ وہ ہر پہلو سے مکمل ہو۔ مگر موجودہ طرز تعلیم نے طلباء کی جسمانی حالت اور اخلاقی تربیت پر چنداں مفید اثر نہیں کیا۔ اس لئے بچوں کی تربیت اور اُن کی اخلاقی حالت سدھارنے کے لئے سر رابرٹ بیڈن پوول نے سکاؤٹ تحریک کی بنیاد ڈالی۔ تاکہ طالب علم تعلیم سے فارغ ہو کر دنیا میں تکلیفوں اور مصیبتوں سے گھبرا نہ جائیں بلکہ ہر قوم و ملت کے نوجوان باہم مل کر ایک دوسرے کی مدد سے ان کی تکلیفوں اور رکاوٹوں کو دور کریں۔

اس تحریک کی اشاعت کے لئے اس نے مندرجہ ذیل دس اصول مقرر کئے جن کی تعمیل ہر سکاؤٹ کے لئے لازمی ہے:۔

(۱)۔ سکاؤٹ کی عزت قابلِ اعتبار ہوتی ہے۔

(۲)۔ سکاؤٹ اپنے بادشاہ۔ آقا۔ بزرگ۔ ہمعصر اور اپنے سے چھوٹے کا وفادار ہوتا ہے۔

(۳)۔ سکاؤٹ کا فرض ہے کہ وہ مفید ہو۔ اور دوسروں کی امداد کرے ٭

(۴)۔ سکاؤٹ ہر شخص کا دوست ہوتا ہے اور ہر سکاؤٹ کو خواہ وہ کسی حیثیت کا ہو اپنا بھائی سمجھتا ہے ٭

(۵)۔ سکاؤٹ خوش اخلاق ہوتا ہے ٭

(۶)۔ سکاؤٹ جانداروں کا ہمدرد ہوتا ہے۔ اور ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا ہے ٭

(۷)۔ سکاؤٹ اپنے بزرگوں۔ سکاؤٹ ماسٹر اور پٹرول لیڈر کے احکام کی بلا حیل و حجت تعمیل کرتا ہے ٭

(۸)۔ سکاؤٹ دکھ اور مصیبت میں مسکراتا اور خوش رہتا ہے ٭

(۹)۔ سکاؤٹ کفایت شعار ہوتا ہے ٭

(۱۰)۔ سکاؤٹ اپنے خیالات۔ اقوال اور افعال میں پاکیزہ ہوتا ہے ٭

اس تحریک نے پنجاب میں بہت مقبولیت حاصل کی ہے، ہز ایکسلنسی سر میلکم ہیلی گورنر پنجاب چیف سکاؤٹ ہیں۔ مسٹر ہاگ کی خدمات جو سکاؤٹ ایسوسی ایشن کے پراونشل سکرٹری ہیں۔ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اُن کی کوشش سے سکاؤٹوں کی تعداد میں ہر روز اضافہ ہو رہا ہے، چنانچہ ۱۹۲۵ء میں سارے صوبے میں ان کی تعداد ۱۶۰۰۰ تھی۔ سکولوں میں یہ تحریک نہایت کامیاب صورت اختیار کر رکھی ہے۔ اور انسپکٹر صاحبان اس کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، بچوں میں اس تحریک نے قومی خدمت کا ایک جذبہ پیدا کر دیتا ہے، چنانچہ میلوں کا انتظام۔ مجالس میں مہمانوں کی آؤ بھگت۔ مشکلات میں مصیبت زدہ لوگوں کی بقدر ہمت امداد، اس بات کا بیّن ثبوت ہے، اگر یہ تحریک کچھ عرصہ اور جاری رہی اور ملک نے پوری قدر دانی کی تو اُمید ہے کہ اس سے بہت مفید نتائج پیدا ہونگے ٭

سوالات

۱۔ زمانہ قدیم اور موجودہ زمانے کے نصاب تعلیم و طرزِ تعلیم کا مقابلہ کرو۔

۲۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ملک میں تعلیم کی اشاعت کے لئے کیا طریقے اختیار کئے۔ مختصر طور پر ان سب کا ذکر کرو؟

۳۔ یونیورسٹی سے کیا مراد ہے۔ ۱۹۰۴ء کے تحقیقاتی کمیشن نے اس میں کیا تبدیلیاں کیں؟

۴۔ وہ کونسی وجوہ ہیں جن کو ملحوظ رکھ کر سرکار نے پرائمری تعلیم کی اشاعت ضروری خیال کی؟ نیز ۱۹۱۸ء کے لائحہ عمل سے اس بارے میں جو ترقی ہوئی ہے۔ اس کو گراف کے ذریعے سے ظاہر کرو؟

۵۔ قانون اصلاحات کے مطابق محکمہ تعلیم کے انتظام میں کیا تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ اور اس محکمے کا اعلیٰ افسر کون ہے؟

۶۔ ثانوی تعلیم سے کیا مراد ہے۔ اور اس طبقے میں کس قسم کی درسگاہیں پائی جاتی ہیں۔ نیز ان میں کن مضامین کی تعلیم دی جاتی ہے؟

۷۔ اس صوبے میں سرکار کے علاوہ اور کون کون سی انجمنیں تعلیمی اشاعت میں معروف ہیں؟

۸۔ پس ماندہ اقوام اور بالغوں کی تعلیم کے لئے سرکار کیا کیا کوششیں کر رہی ہے مفصل بیان کرو؟

۹۔ تعلیم کے کیا فائدے ہیں۔ آیا وہ فوائد انگریزی تعلیم حاصل کرنے سے میسر ہوتے ہیں یا مشرقی تعلیم حاصل کرنے سے۔ دونوں کا مقابلہ کرو؟

فصل سیزدہم

زراعت اور تجارت

صوبہ پنجاب کا کل رقبہ ۸۶۰ لاکھ ایکڑ ہے۔ جس میں سے انگریزی علاقے میں ۶۰۰ لاکھ ایکڑ ہے۔ ۲۴-۱۹۲۳ء میں زیر کاشت رقبہ تقریباً ۳۰۶ لاکھ ایکڑ تھا۔ نیچے کے جدول سے مختلف اجناس کا تناسب پیداوار اور قیمت بخوبی معلوم ہوتی ہے +

نام اجناس	اقسام فصل	زیر کاشت رقبہ (۱۰ لاکھ ایکڑ)			پیداوار (۱۰ لاکھ ٹن)	تخمیناً مالیت (کروڑ روپیہ)
		آبی	بارانی	میزان		
گندم	ربیع	۵	۴٫۶	۹٫۶	۳٫۵	۳۵
جو	ربیع	٫۳	٫۹	۱٫۲	٫۴	۲٫۵
چاول	خریف	٫۶	٫۲	٫۸	٫۴	۳٫۸
مکّی	خریف	٫۴	٫۶	۱	٫۴	۲٫۸
باجرا	خریف	٫۳	۲٫۵	۲٫۸	٫۴	۳٫۳
جوار	خریف	٫۱	٫۸	٫۹	٫۱	۱
دالیں (چنے)	ربیع	۱	۳٫۲	۴٫۲	۱٫۱	۸٫۳
تیل کے بیج	ربیع	٫۶	٫۶	۱٫۲	٫۲	۳٫۶
گنّا	خریف	٫۴	٫۱	٫۵	٫۴	۶٫۶
کپاس	خریف دیسی	٫۹	٫۲	۱٫۱	٫۳	۸٫۹
	خریف امریکن	٫۶	٫	٫۶	٫۲	۸٫۲

مندرجہ بالا اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ پنجاب میں سب سے زیادہ گندم کی فصل بوئی جاتی ہے اور قیمتی اجناس کی کاشت بارانی کی نسبت آبی علاقے میں زیادہ ہوتی ہے۔

فصلیں۔ پنجاب میں عام طور پر دو فصلیں بوئی جاتی ہیں (۱) فصل ربیع (۲) فصل خریف پہلی قسم کی فصلیں اخیر ستمبر سے شروع ہو کر دسمبر تک بوئی جاتی ہیں۔ اور مارچ یا اپریل میں کاٹی جاتی ہیں۔ پنجاب میں پیداوار کا تقریباً ۳/۵ حصہ فصل ربیع سے تعلق رکھتا ہے۔

فصل خریف۔ جون۔ جولائی میں بو کر ستمبر سے دسمبر تک کاٹی جاتی ہیں۔ کپاس کی فصل مارچ میں بوئی جاتی ہے۔ نیشکر بھی مارچ میں بویا جاتا ہے اور جنوری۔ فروری میں کاٹا جاتا ہے۔ اس لئے یہ دونوں جنسیں فصل خریف میں شامل کی جاتی ہیں۔

پنجاب ایک زراعتی صوبہ ہے۔ جہاں ہر دس باشندوں میں سے نو کھیتی باڑی پر گذارہ کرتے ہیں۔ گورنمنٹ زمینداروں کی حالت بہتر بنانے اور سدھارنے میں ہر وقت کوشاں رہتی ہے۔ انگریزی حکومت سے پہلے تمام رقبہ کاشت بارانی ہوتا تھا لیکن اب ۳۰.۷ لاکھ مزروعہ رقبے میں سے ۱۰۸ لاکھ ایکڑ نہروں کے ذریعے سے سیراب ہوتا ہے۔ اُمید ہے کہ نہر تھل اور دادیٔ ستلج کی سکیم کی تکمیل پر نوّے لاکھ ایکڑ کا اضافہ ہو جائیگا۔

گورنمنٹ کی اتنی کوششوں کے باوجود زمیندار روز بروز مفلس و تباہ حال ہوتے جاتے تھے۔ سرکار عالیہ نے زمینداروں کی تباہی اور بربادی کی وجوہ پر نظر ثانی کر کے محسوس کیا۔ کہ یہ لوگ ساہوکاروں کی سود خواری کا شکار بن رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کی حالت ناگفتہ بہ ہے اور وہ اپنی اولاد کا پیٹ کاٹ کر پیداوار کا کثیر حصہ اُن کی نذر کر دیتے ہیں۔ تعلیم سے یہ لوگ بے بہرہ ہیں۔ زراعتی طریقے دقیانوسی ہیں۔ مغربی ملکوں کے نت نئے تجربات اور طریقوں سے قطعی نابلد ہیں۔ وہی آباد اجداد کے زمانے کا ہل۔ سہاگہ اور دیگر آلات مستعمل ہیں ان تمام نقائص کو دُور کرنے اور زمینداروں کی حفاظت کے لئے سرکار نے کئی مفید تجاویز اختیار کیں۔ اوّل اُن کو ساہوکاروں کے پنجے سے رہائی دلانے کے لئے دیہات میں

زمینداری بنک اور مشترکہ سرمائے کی سوسائیٹیاں قائم کیں جن سے زمیندار تھوڑی شرح سود پر روپیہ قرض لے سکتے ہیں۔ دوم قانون انتقال اراضی ملک میں جاری کیا۔ جس کے رُو سے غیر زراعت پیشہ لوگ زمین خریدنے کے حقوق سے محروم کئے گئے۔ ۱۹۲۶ء کی کونسل کے اجلاس میں منتخب کمیٹی کی سفارشات کے بعد ساہوکارہ بل پیش ہُوا۔ مگر وہ نامنظور ہوگیا۔

۱۹۰۶ء میں زراعت کی ترقی کے لئے محکمۂ زراعت قائم کیا۔ ۱۹۱۹ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے مطابق محکمۂ زراعت بھی محکمۂ منتقلہ بن گیا۔ اور رعایا کے انتخاب کئے ہُوئے وزیر کے ہاتھ میں سونپ دیا گیا۔

محکمہ زراعت۔ اس محکمہ کے موجودہ فرائض تین مدّوں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں:۔ (۱)۔ زراعتی علوم وفنون کی تعلیم (۲)۔ مختلف اجناس اور بیجوں کے متعلق تجربات اور تحقیقات (۳)۔ مغربی زراعتی آلات کی نمائش اور نئے طرز زراعت کی اشاعت۔

زراعتی کالج لائل پور۔ زراعتی علوم وفنون کی تعلیم کے لئے سرکار نے ستمبر ۱۹۰۹ء میں زراعتی کالج قائم کیا۔ جس کے اغراض ومقاصد یہ تھے۔ کہ تعلیمیافتہ طبقہ طبعی اصولوں کے مطابق سکیم اور طرزِ جدید طریقہ تعلیم پر زراعتی تعلیم حاصل کرکے صوبے میں زراعت کی ترقی وبہبودی میں حصہ لے۔ اور دیگر ممالک کے ساتھ مقابلے میں پورا اُترے۔ ۱۹۱۷ء میں کالج پنجاب یونیورسٹی کے ساتھ شامل کیا گیا۔ جو کامیاب امیدواروں کو بی۔ اے (زراعت) کی ڈگریاں عطا کرتی ہے۔ اس وقت کالج میں مندرجہ ذیل جماعتیں پائی جاتی ہیں:۔

(۱)۔ یونیورسٹی کے امتحان کے لئے چار سالہ کورس (انگریزی میں) (۲) دو سالہ کورس سرٹیفکیٹ کے لئے (انگریزی میں) (۳) فارموں میں عملی کام سیکھنے کے لئے چھ ماہ کا ورنیکلر کورس۔ (۴) ورنیکلر ٹرینڈ اُستاد صاحبان کے لئے ایک سال کا کورس (تاکہ وہ مڈل سکولوں میں

زراعتی تعلیم دے سکیں)۔ (۵) نئے اسسٹنٹ کمشنر اور دیگر افسروں کی تربیت کے لئے دیہاتی اقتصادیات کا مختصر کورس۔

تعلیمی کام کے علاوہ طلباء میں تحقیقات اور تجربات کا مادہ پیدا کرنے کے لئے عملی کام کی طرف زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔ اس مطلب کے لئے کالج کے ساتھ سائنس کی مختلف شاخوں کی لیباریٹریاں (تجربہ گاہیں) مثلاً کیمیائی۔ نباتی وغیرہ) اور فارم (بڑے بڑے کھیت) شامل ہیں۔

تحقیقات اور تجربات۔ لائل پور۔ گورداسپور۔ ہانسی اور سرگودھا میں تجربات کے لئے فارم پائے جاتے ہیں جہاں مختلف اجناس اور بیجوں کے متعلق مغربی آلات کے ذریعے سے کاشت کی جاتی ہے اور پودوں کو ضرر پہنچانے والی بیماریوں کے انسداد و تدارک کے لئے تحقیقات کی جاتی ہے۔ تجربوں کے ذریعے سے دریافت کیا جاتا ہے۔ کہ فلاں پیداوار کن کن حالات کے اندر زیادہ ترقی کر سکتی ہے۔ زمیندار گاہے گاہے فارموں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا ہے کہ مکئی اور کپاس کی فصلوں میں موجودہ طرز زراعت کے مطابق کافی ترقی ہُوئی ہے۔ نہری علاقے میں اب زیادہ تر امریکن کپاس بوئی جاتی ہے۔ اسی طرح مظفر گڈھ۔ ڈیرہ غازیخاں اور ملتان کے علاقے میں کھجور کے درخت بصرہ سے منگوا کر لگائے گئے ہیں۔ جن کی مانگ آئے دن بڑھ رہی ہے۔ یہانتک کہ ۱۹۲۱ء میں ۰۰۰ ۶ پیڑ بصرہ سے منگوائے گئے تھے۔ شملہ کے پہاڑی حصے میں سکاٹ لینڈ کے آلوؤں کے متعلق تجربے کے طور پر کاشت کی گئی۔ اور ثابت ہُوا کہ ان کی پیداوار میں دیسی فصل کی نسبت ۵۰ سے ۷۵ فیصدی کا اضافہ ہوتا ہے۔ ان علاقوں میں اب ان کی ہر دلعزیزی بڑھ رہی ہے۔

نمائش اور آلات۔ زمینداروں کا متمول اور دولتمند طبقہ اب مغربی آلات اور مشینوں سے کاشت کا کام لے رہا ہے جن میں سے راجاہل اور میسٹن ہل بڑے مشہور ہیں۔ مگر اس کا کام زیادہ تر نہری حصے میں پایا جاتا ہے۔ محکمہ زراعت نے بھی ایک نئے قسم کا ہل ایجاد

کیاہے۔ جسے زمینداروں نے بہت پسند کیا ہے اور اس کی فروخت روز بروز زیادہ ہو رہی ہے ۔
آلات کی نمائش اور فروخت کے لئے محکمہ زراعت مختلف قسم کے وسائل اختیار کرتا ہے (۱)۔ صوبے کے مختلف مقامات میں آٹھ بڑے بڑے فارم اور بے شمار چھوٹے چھوٹے قطعات اراضی پائے جاتے ہیں جہاں علم طبعیات کے اصولوں پر تیار کردہ کھاد استعمال ہوتی ہے۔ زمیندار لوگ وہاں جاکر نئے طریقوں کو مشاہدہ کر کے اپنے ہاں رائج کرتے ہیں (۲)۔ میلوں کے موقع پر آلاتِ زراعت کی نمائش کی جاتی ہے (۳) منتخب کاشتکاروں کو آلات بطور قرضہ دئے جاتے ہیں (۴) محکمے کے تحقیق کردہ مضامین اور رسالے وغیرہ زمینداروں میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔ (۵)۔ محکمے کے ڈپو (ذخیرہ) میں مختلف اقسام کے بیجوں کی فروخت ہوتی رہتی ہے۔ ان کے علاوہ وہ آدمی جو پودوں کو ضرر پہنچانے والی بیماریوں اور ان کے علاج سے واقف ہوں۔ دیہات میں دورے پر بھیجے جاتے ہیں۔ تاکہ وہ زمینداروں اور باغبانوں کو ان کے انسداد کے لئے عمدہ ترین طریقے سکھائیں ۔

سول ویٹرنری ڈیپارٹمنٹ۔ سرکار نے مال مویشی کی خبرگیری اور عمدہ ترین نسل کے مویشی حاصل کرنے کے لئے جدا محکمہ قائم کر رکھا ہے۔ جس کو سول ویٹرنری ڈیپارٹمنٹ کہتے ہیں۔ پنجاب میں اس کا اعلیٰ افسر "ڈائرکٹر زراعت" ہے۔ اس محکمے میں چار شاخیں پائی جاتی ہیں (۱) بیل گلے وغیرہ کی نسل کے متعلق (۲) گھوڑے۔ خچر اور گدھے کی نسل کے متعلق (۳) محکمہ برائے امراض مواشی (۴) محکمہ برائے علاج مواشی۔ پنجاب میں اس محکمے کے تین بڑے بڑے احاطے پائے جاتے ہیں۔ (۱) وسطی پنجاب جو چیف سپرنٹنڈنٹ محکمہ سول ویٹرنری کے ماتحت ہے (۲) جنوبی پنجاب (۳)۔ شمالی پنجاب۔ یہ دونوں سپرنٹنڈنٹ کے ماتحت ہیں۔ چیف سپرنٹنڈنٹ کا فرض ہے۔ کہ اپنے احاطے کے کام کے علاوہ دونوں احاطوں اور حصار کے سرکاری مویشی خانہ کے کام کی نگرانی اور دیکھ بھال کرے۔ ہر سپرنٹنڈنٹ کے ماتحت ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ویٹرنری انسپکٹر اور اسسٹنٹ پائے جاتے ہیں ۔

اس وقت صوبے میں مویشیوں کے علاج کے لئے ۱۶۲ ہسپتال ہیں، جہاں لاکھوں مویشیوں کا علاج ہوتا ہے۔ مویشیوں کے فن طب کے لئے سرکار نے لاہور میں ایک کالج کھول رکھا ہے جہاں طالب علم فن جراحی اور طبابت میں تعلیم حاصل کر کے اسسٹنٹ وٹیرنری کا امتحان پاس کرتے ہیں۔ اور دیہاتی ہسپتالوں میں جاکر انچارج بنتے ہیں۔

حصار۔ مویشیوں کی نسل بڑھانے کے لئے سرکار نے حصار میں مویشی خانہ کھول رکھا جہاں سے ہر سال سیکڑوں سانڈ ڈسٹرکٹ بورڈ اور انجمن نسل کشی مواشی کے لئے باہر بھیجے جاتے ہیں ۱۹۲۳-۲۴ء میں تمام صوبے میں ۱۶۰۰ سے زیادہ سانڈ اس مویشی خانہ سے بھیجے گئے تھے۔ مویشیوں کی پرورش کے لئے ۴۰ ہزار ایکڑ کا فارم بنا ہؤا ہے۔ جس میں سے ۲۰ ہزار ایکڑ رقبہ زیر کاشت ہے۔ اور باقی چراگاہ کے لئے وقف ہے اس کا انتظام ایک علیحدہ سپرنٹنڈنٹ کے ماتحت ہے۔ اس کے علاوہ غیر نہری بستی۔ علاقہ دھنی (راولپنڈی۔ جہلم اور اٹک کے حصے) اور علاقہ ہریانہ (گوڑگانوہ۔ رہتک۔ حصار کے کچھ حصے) میں بھی سرکار اعلیٰ درجہ کے مویشی پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اور اس مطلب کے لئے وہاں کے ڈسٹرکٹ بورڈ نئی تجویزیں عمل میں لا رہے ہیں۔

مشترکہ سرمائے کی سوسائیٹیاں اور زمیندارہ بنک۔ سرکار نے زمینداروں کو مقروض ہونے سے بچانے کے لئے کواپریٹو سوسائٹی ایکٹ ۱۹۰۴ء میں منظور کیا۔ جس کے رُو سے دیہات میں زمیندارہ بنک قائم ہوئے۔ ان میں زمیندار اپنا سرمایہ جمع کرتے تھے۔ اور اگر کسی حصہ دار کو قرضے کی ضرورت ہوتی تھی۔ تو وہاں سے ایک روپیہ شرح سود پر رقم قرض لے سکتا تھا۔ اس طرح جو منافع بنک کو حاصل ہوتا تھا۔ وہ سرمائے میں جمع ہو جاتا تھا۔ اس طریق سے اپنی مدد آپ کرنے کا اصول زمینداروں کے ذہن نشین کیا گیا۔ پہلے پہل ان سوسائیٹیوں کی رفتار سست تھی۔ لیکن ۱۹۱۱ء سے ان میں حیرت انگیز ترقی ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ اس وقت تمام صوبے میں مرکزی۔ زمیندارہ۔ غیر زمیندارہ۔ "بیمہ مویشیاں"

گراف متعلقہ سرمایہ زراعتی بنک از ۱۹۱۶ء تا ۱۹۲۴ء
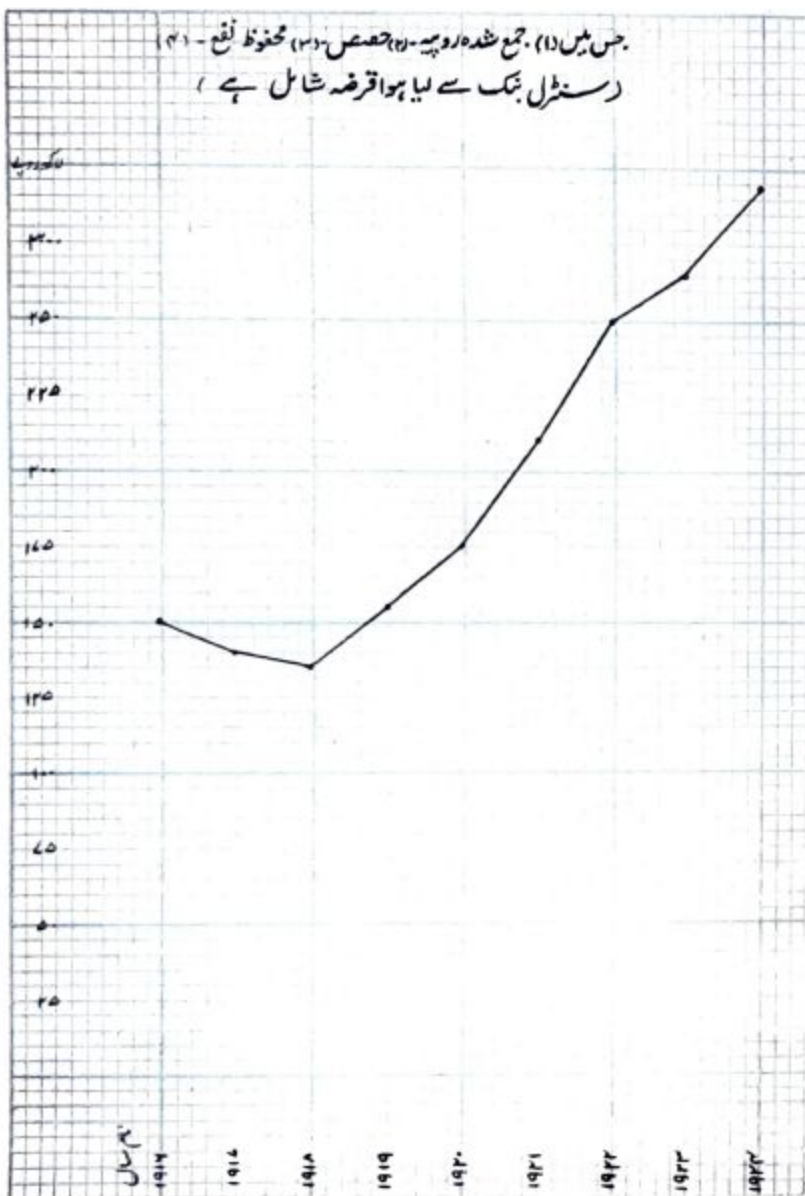
اور مرکزی غیر قرضہ انجمنیں پائی جاتی ہیں ۱۹۲۴ء میں ایسی انجمنوں کے ممبروں کی تعداد تقریباً تین لاکھ تھی اور کل سرمایۂ زیر کار تقریباً ۵ کروڑ ۱۵ لاکھ روپیہ تھا۔

سنٹرل بنک ایکٹ ۱۹۱۲ء۔ سنٹرل کواپریٹو بنک پہلے پہل ۱۹۰۹ء میں جالندھر میں کھولا گیا اور ۱۹۱۱ء میں مدار ضلع جالندھر ہی میں پہلے پہل بنکنگ یونین جاری ہوئی۔ ۱۹۱۲ء کے ایکٹ نے ان کو قانونی دائرہ میں لا کھڑا کیا۔ ۱۹۲۴ء میں ۱۱۴ سنٹرل بنک ۶۸ بنکنگ یونین اور ۴ بافندوں کی مرکزی انجمنیں پنجاب میں پائی جاتی تھیں۔ جو ابتدائی سوسائٹیوں کو قرضہ دینے کا کام کرتی تھیں۔ ان بنکوں کی معرفت دس سال میں ۲ کروڑ سے زیادہ روپیہ ابتدائی سوسائٹیوں کو بطور قرض تقسیم کیا گیا۔ اس طرح ایک سال میں تقریباً ۱۰ لاکھ روپیہ منافعہ حاصل ہوتا ہے اور یہ منافعہ ممبروں کے ریزرو (محفوظ) فنڈ میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ ایسی سوسائٹیوں اور ان کے ممبروں کی تعداد مع سرمایہ حسب ذیل تھی۔ جس سے اُن کی ہر دلعزیزی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

سال	سوسائٹیوں کی تعداد	ممبروں کی تعداد	سرمایہ
۱۹۱۰	۷۰۶	۳۹ ہزار	۱۶ لاکھ
۱۹۱۵	۳۲۹۷	۱۵۶ ہزار	۱۳۸ لاکھ
۱۹۲۰	۷۰۹۴	۱۹۸ ہزار	۱۷۸ لاکھ

تجارت اور صنعت و حرفت۔ پنجاب اس وقت ۲۹ مختلف اضلاع میں منقسم ہے۔ ان میں سے بعض علاقوں میں ایک جنس کی پیداوار کافی ہوتی ہے۔ لیکن دوسرے ضلع میں اس کی پیداوار کم یا بعض وقت بالکل نہیں ہوتی۔ لوگ اپنی ضرورت کے مطابق اپنے علاقے کی پیداوار دوسرے حصوں میں بھیج دیتے ہیں۔ اور وہاں کی پیداوار اپنے ہاں

منگوا لیتے ہیں۔ مال کے اس مبادلے کا نام تجارت رکھا گیا ہے ✦

تجارت دو قسم کی ہوتی ہے (۱) اندرونی (۲) بیرونی ✦

اندرونی تجارت صرف صوبے کے مختلف اضلاع کے درمیان محدود ہوتی ہے۔ اور بیرونی غیر ممالک کے ساتھ ہوتی ہے۔ جو اشیاء ہم اپنے صوبے سے باہر بھیجتے ہیں۔ وہ اشیائے بر آمد کہلاتی ہیں۔ اور جو بیرونجات سے ہمارے صوبے میں آتی ہیں۔ انہیں اشیائے در آمد کہتے ہیں ✦

ذرائع آمد و رفت۔ کسی ملک کی تجارت کی ترقی کے لئے آمد و رفت کے ذرائع کا اچھا ہونا نہایت ضروری ہے۔ انگریزی عملداری میں اس بارے میں بڑی ترقی ہوئی ہے۔ نارتھ ویسٹرن ریلوے دہلی کو ایک طرف پشاور سے اور دوسری طرف کراچی کے ساتھ ملاتی ہے۔ تمام پنجاب میں اس کی شاخیں جال کی طرح بچھی ہوئی ہیں۔ پختہ سڑکیں ایک ضلع کو دوسرے ضلع کے ساتھ ملاتی ہیں۔ بڑے قصبات اور تجارت کے مرکز کچی سڑک کے ذریعے سے ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے ہیں۔ دریاؤں کے ذریعے سے کشتیوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ مال پہنچایا جاتا ہے۔ غرض اس لحاظ سے پنجاب کافی ترقی کر رہا ہے ✦

اشیائے بر آمد۔ پنجاب میں گندم۔ کپاس اور تیل کے بیج بافراط پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے زیادہ تر یہی چیزیں کراچی کی بندرگاہ کے راستے سے یورپ اور انگلستان کو بھیجی جاتی ہیں لیکن ان کے علاوہ جو۔ چنے وغیرہ بھی باہر جاتے ہیں ✦

پنجاب کی تجارت سرحدی صوبہ افغانستان۔ تبت وغیرہ کے ساتھ دروں کی راہ اونٹوں کے ذریعے سے ہوتی ہے۔ باہر سے قافلہ والے لوگ آتے ہیں اور یہاں کی چیزیں خرید کر اپنے ہاں لیجاتے ہیں۔ لیکن یہ تجارت ریل کے مقابلے میں بہت کم ہے ✦

تبت کے ساتھ تجارت درہ شپکی کے راستے سے ہوتی ہے۔ اور وہاں سے اُون۔ سہاگہ اور نمک آتے ہیں۔ اور انکے بدلے اناج (چاول وغیرہ) روئی کا کپڑا اور دھاتیں بھیجی جاتی ہیں ✦

افغانستان کے ساتھ سرحدی صوبہ اور ضلع ڈیرہ غازیخاں کے ذریعے سے تجارت ہوتی ہے وہاں سے زیادہ تر بادام۔ پوستین۔ کشمش۔ ہینگ۔ اخروٹ۔ اُون اور گھوڑے آتے ہیں۔ اور یہاں سے اناج۔ چینی۔ دھاتیں اور کپڑا جاتا ہے ۔

وسط ایشیا کے ساتھ تجارت زیادہ تر کشمیر کے راستے سے ہوتی ہے۔ اور وہاں سے چرس۔ کچا ریشم۔ اُون اور مویشی آتے ہیں۔ اور یہاں سے سوتی کپڑا ۔ کھالیں۔ نیل۔ چاء وغیرہ بھیجی جاتی ہے ۔

مندرجہ ذیل اعداد پنجاب کی دہ سالہ اندرونی و بیرونی تجارت مختلف ممالک کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں۔

پنجاب کی اندرونی تجارت سنہ 1920-21ء			پنجاب کی بیرونی تجارت					
نام سال	اشیائے برآمد	اشیائے درآمد	اشیائے برآمد			اشیائے درآمد		
			افغانستان	وسط ایشیا	تبت	افغانستان	وسط ایشیا	تبت
سنہ 1920-21ء	۳۹۴۶ لاکھ روپیہ	۶۱۴۲ لاکھ روپیہ	۲۵۴ ہزار	۴۳۰۰	۳۶	۱۰۹	۲۰۴۶	۶۶۰
سنہ 1919-20ء	۴۴۰۵	۵۲۸۷	۱۱۰	۴۲۵۷	۳۸	۲۸	۱۰۹۱	۵۸۱
سنہ 1918-19ء	۵۲۲۵	۵۰۵۸	۶۸	۲۷۹۳	۱۸	۳۲	۱۵۳۲	۶۶۵
سنہ 1917-18ء	۳۸۶۴	۳۸۵۲	۵۹۸	۲۹۶۹	۲۹	۲۷	۱۳۴۲	۶۷۹
سنہ 1916-17ء	۳۳۹۰	۳۴۲۹	۸۵	۱۲۱۰	۵۰	۲۵	۱۰۲۲	۵۸۵
سنہ 1915-16ء	۳۱۲۹	۳۳۶۳	۱۸۵	۱۳۲۹	۳۲	۲۷	۱۱۴۱	۴۲۷
سنہ 1914-15ء	۲۷۵۸	۳۱۲۳	۵۱	۱۴۹۷	۳۷	۱۵	۸۷۷	۳۱۸
سنہ 1913-14ء	۳۴۱۱	۳۱۵۹	۷۱	۱۷۳۷	۳۱	۵۸	۱۰۹۵	۴۲۶
سنہ 1912-13ء	۳۲۰۲	۳۱۷۶	۱۵۱	۱۸۷	۴۸	۶۷	۳۵۷	۳۶۷
سنہ 1911-12ء	۲۷۶۳	۳۰۰۱	۲۳	۱۲۱	۵۰	۳۷	۱۷۹	۲۴۸

صنعت وحرفت کی چیزیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ اوّل جو ہاتھ سے تیار کی جائیں۔ وہ اشیائے دستکاری کہلاتی ہیں۔ دوم۔ جو کلوں کے ذریعے سے بنتی ہیں۔

پہلی قسم کی اشیاء تقریباً ہر جگہ پائی جاتی ہیں۔ لیکن دوسری قسم کے کارخانے پنجاب میں کم ہیں۔ کیونکہ یہاں کوئلہ اور لوہا کم پایا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے پنجاب باقی ممالک کی نسبت بہت پیچھے ہے۔ اگرچہ چند سال سے لوگوں کی توجہ اس طرف ہو رہی ہے۔ لیکن یہ رفتار سُست ہے۔ سرکار نے صنعت وحرفت کی ترقی کے لئے ایک علیحدہ محکمہ کھولا ہے جس پر سنہ ۲۴-۱۹۲۳ء میں ۸½ لاکھ روپیہ خرچ ہوا۔

یہ محکمہ ہر سال مختلف مقامات کی بنی ہوئی چیزیں نمائش میں لوگوں کو دکھانیکا انتظام کرتا ہے۔ تاکہ لوگوں میں شوق پیدا ہو۔ اور وہ بھی صنعت وحرفت کی ترقی میں حصہ لیں مکینیکل اور الیکٹرک انجینیروں کی تربیت کے لئے مغل پورہ میں انجینیرنگ کالج کھُلا ہُوا ہے۔ جہاں ہر سال ۵۰ لڑکے لئے جاتے ہیں۔ صنعت وحرفت کی ترقی کے بارے میں آنریبل سردار جوگندر سنگھ وزیر زراعت نے پنجاب کونسل کے موسم سرما کے اجلاس میں یہ اعلان کیا۔ کہ ہمارے ملک میں اشیاء خام کی بہتات ہے۔ ہمیں اپنی ضروریات اور انکے حاصل کرنے کے ذرائع کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔ اس غرض کے لئے ایک تحقیقاتی مجلس برائے تجارت قائم کی جائیگی۔ جس میں ہر خیال کے نمائندے شامل ہونگے۔ اور اس کی شاخیں صوبہ بھر کے صنعتی مرکزوں میں قائم ہو جائینگی۔ اس مجلس کی ایک اپنی انتظامیہ مجلس ہوگی۔ جو صوبے کے تجارتی معاملات اور صنعتی نشو و نما کے طریقے پیش کریگی۔ فی الحال نباتاتی تیل اور نیشکر میں ترقی کے لئے تحقیقات کی جائیگی اس مطلب کے لئے دوسرے صوبہ سے ایک ماہر بلایا جائیگا۔ اور چند پنجابی نوجوان اسکے ساتھ کام کرکے اس کی امداد کرینگے۔ اسی طرح لدھیانہ میں جرابوں کا مدرسہ کھولا جائے گا۔ جہاں طالب علم نئی مشینوں سے کام سیکھیں گے۔ اور امرتسر میں صابون سازی کی

پنجاب کی اندرونی تجارت کا گراف ۱۹۱۱ء سے ۱۹۲۱ء تک
لاکھ روپے
۶۰۰۰
۵۷۵۰
۵۵۰۰
۵۲۵۰
۵۰۰۰
۴۷۵۰
۴۵۰۰
۴۲۵۰
۴۰۰۰
۳۷۵۰
۳۵۰۰
۳۲۵۰
۳۰۰۰
۲۷۵۰
۲۵۰۰
اشیائے برآمد
اشیائے درآمد
سال
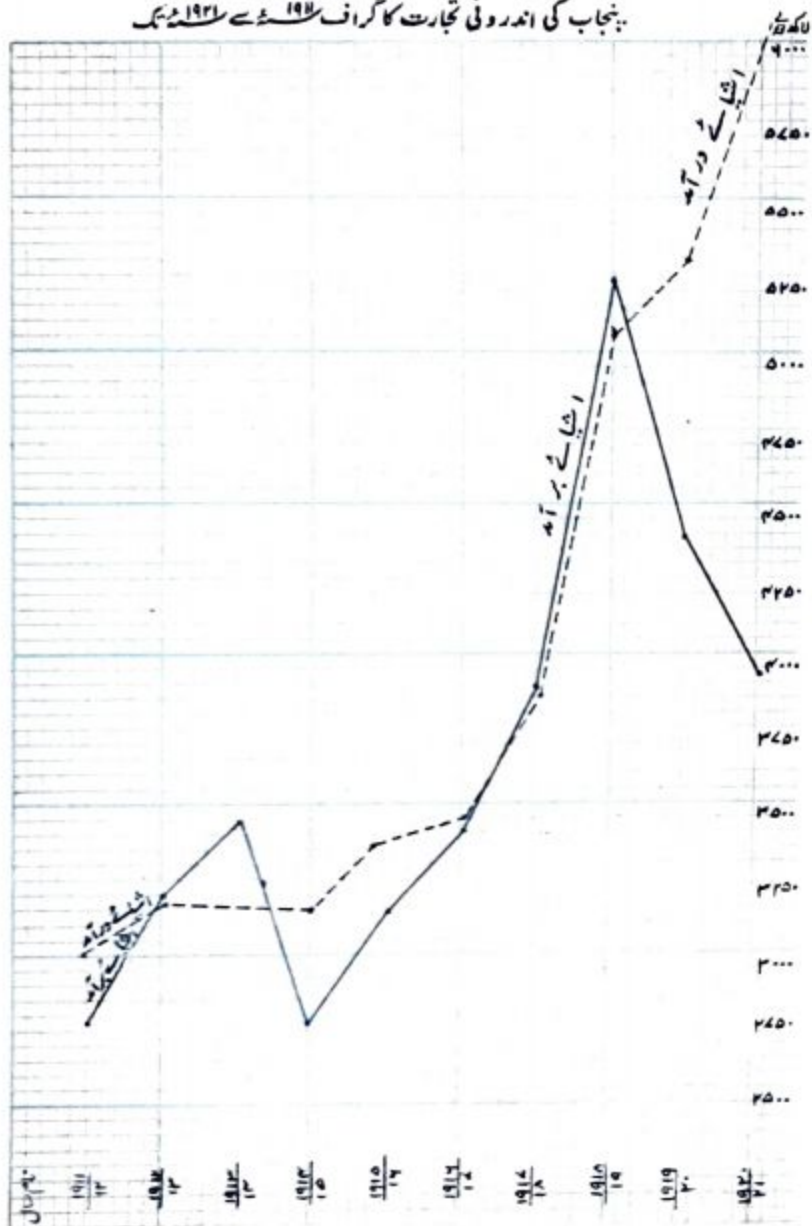
صنعت کی ترقی کے لئے کوشش کیجائیگی۔ کھدر کو گھر کی صنعت بنانیکے لئے شاہدرہ میں تین مشینی کھڈیاں جو برقی طاقت سے چلیں گی قائم کی جائینگی اور جلاہوں کے کچھ خاندانوں کو وہاں آباد ہونیکی ترغیب دی جائیگی۔ اس ساری کارروائی کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ جہاں بہت سی نئی صنعتیں جاری ہوجائینگی، وہاں پرانی صنعتیں ازسرنو زندہ کیجائینگی۔

کارخانے

اس وقت اس صوبے میں مندرجہ ذیل کارخانے پائے جاتے ہیں:-

۱- **آٹا پیسنے کے کارخانے**۔ پنجاب کی بڑی پیداوار گندم ہے۔ اس لئے بڑے بڑے شہروں میں آٹا اور میدہ پیسنے کے کارخانے قائم ہوگئے ہیں۔ مثلاً انبالہ چھاؤنی۔ شاہدرہ لاہور۔ امرتسر وغیرہ میں ایسے کارخانے نظر آتے ہیں۔

۲- **کپاس بیلنے کے کارخانے**۔ نہری اضلاع میں کپاس کی فصل زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے روئی حاصل کرنے کے لئے اس قسم کے کارخانے اِن حصّوں میں پائے جاتے ہیں لائل پور۔ قصور۔ لاہور۔ فیروز پور۔ لدھیانہ اور مالیر کوٹلہ میں کپاس بیلنے کے کارخانے پائے جاتے ہیں۔

۳- **اُونی کپڑا بُننے کے کارخانے**۔ پنجاب میں صرف دھاریوال (ضلع گورداسپور) میں نہر باری دوآب کے کنارے ایسا کارخانہ پایا جاتا ہے۔ جہاں اُونی کپڑا تیار ہوتا ہے۔ کلو۔ چمبہ۔ اور لاہول کی پہاڑیوں سے اُون یہاں کافی مقدار میں پہنچ جاتی ہے پہلے نہر کے پانی سے بجلی کی طاقت حاصل کی جاتی تھی۔ مگر اب کوئلہ کی طاقت سے کام لیا جاتا ہے۔

دستکاریاں۔ مقامی ضروریات کے پُورا کرنے کے لئے ہر قسم کی دستکاریاں یہاں پائی جاتی ہیں۔ ذیل میں مشہور مقامات کی دستکاریوں کی فہرست ضلع وار دی جاتی ہے:

نام ضلع	مقام	دستکاری
حصار	حصار	اون کے کمبل
	فتح آباد	ڈھول رسّے۔ ترازو کے چھاپے۔
	سرسہ	چمڑے کے حقّے اور دف
	بھوانی	آک کا کچا ریشم
رہتک	کلانور	کاٹھیاں۔ پگڑیاں
	جھجر	مٹی کے برتن
گوڑگانوہ	ریواڑی	سلیٹ۔ کانسی پیتل کے برتن۔ آک کا کچا ریشم۔
	فرخ نگر	نمک
کرنال	کرنال	جوتیاں۔ بوٹ
	پانی پت	چوڑیاں۔ کانسی پیتل کے برتن۔ ناٹکی ٹوکریاں کلاہ۔
	کیتھل	امونیم کلورائیڈ (شورہ)
انبالہ	انبالہ	دریاں۔ چمنی۔ شیشے کا کام۔ چقیں۔
	جگادھری	کانسی پیتل کے برتن
	روپڑ	قفل۔ کھلونے

نام ضلع	مقام	دستکاری
شملہ	شملہ	سلیٹ
کانگڑہ	کانگڑہ	سلیٹ
	نورپور	شال
ہوشیارپور	ہوشیارپور	ٹاٹ۔ لکڑی اور ہاتھی دانت کا کام۔
	ہریانہ حاجی پور	اون کے کمبل
	بستی غلام حسین	خرادی کام
	لال وان	موزے۔ جانگیے۔
جالندھر	جالندھر شہر	دریائی۔ ریشم۔ مٹی کے برتن قفل۔
	صت پور	چاقو۔ چھریاں۔ قینچیاں وغیرہ
	ملسیاں	سیپ کے بٹن۔
	کرتارپور	کرسیاں۔ میز۔ لکڑی کا دیگر کام۔
	بنگہ	کمبل
	سلطان پور	ابرے۔ چھینٹ۔
لدھیانہ	لدھیانہ	شال۔ لنگیاں۔ گبرون جرابیں۔ دستانے۔
	جگراؤں	کمبل
فیروزپور	فیروزپور	بارود

نام ضلع	نام مقام	دستکاری
فیروزپور	فاضلکا	اون۔ لوئیاں
لاہور	لاہور شہر	ٹوپیاں۔ دریائی گلبدن ریشم۔ ازاربند۔ جوتیاں دریاں
	قصور	جوتیاں۔ میتھی۔ تمباکو
	چلو	بیروزہ بنانے کا کارخانہ
	کھیم کرن	چاقو
	پٹی	چمچے
امرتسر	امرتسر شہر	ٹوپیاں۔ ہاتھی دانت کا کام۔ قالین۔ دوشالے گوٹہ۔ دریائی۔
	مجیٹھا	دریاں
	جنڈیالہ	کانسی پیتل کے برتن دریاں۔
گورداسپور	دینانگر	کاٹھیاں
	مراڑہ	چرخے اور پلنگ
	بٹالہ	گلبدن۔ سوسی۔ ازاربند ہنڈیا۔ لوہے کے بیلن
	سری گوبند پور	کنگھے۔ کنگھیاں

نام ضلع	نام مقام	دستکاری
گورداسپور	ڈیرہ نانک	شال
	سجان پور	کھانڈ اور شراب بنانیکا کارخانہ
	کلانور	ازاربند۔ موباف۔ چوٹیاں [illegible]
	گھروٹہ	سُتلی۔ اور ٹاٹ
	شاہ پور کنڈی	سُتلی
	مسرور	مونج کا بان
سیالکوٹ	سیالکوٹ	ٹرنک۔ گیند بلے۔ فٹ بال کا سامان۔ موٹا کاغذ۔ مٹی کے برتن۔ جوتیاں چمڑے کا کام۔
	قلعہ سوبھا سنگھ	شال۔ کانسی کے برتن۔
	کوٹلی لوہاراں	لوہے کا کام۔ تلواریں چھُریاں۔
	جاکی	کھدّر
گوجرانوالہ	گوجرانوالہ	آہنی پیٹیاں۔ لوہے کے ٹرنک۔ پیتل کے برتن
	وزیر آباد	چاقو۔ چھڑیاں۔ چھُریاں مٹی کے برتن۔
	نظام آباد	چاقو۔ چھُریاں۔
شیخوپورہ	چین والی	شورہ

نام ضلع	نام مقام	دستکاری
گجرات	گجرات	میز۔ کرسی۔ مٹی کے برتن سوتی کپڑے۔ نب حقہ
	جلالپور جٹاں	شال بافی
سرگودھا	خوشاب	کھیس۔ صافے۔ لنگیاں
	بھیرہ	لوہے کے چاقو اور قینچیاں چھریاں۔ نمدہ۔ لکڑی کا کام۔
	ساہیوال	خرادی کا کام کنگھے۔
	نورپور	
جہلم	کریالہ	لنگیاں
	چکوال	جوتے۔ لنگیاں۔
	ڈڈمیلی	کمبل اور پتھر
	پنڈدادنخاں	برتن
	جلالپور جگیاں	کشتیاں
راولپنڈی	راولپنڈی	رسے۔ بوریاں۔ مٹی کا تیل۔ جوتیاں۔ بوٹ
	کھوڑ	کمبل
کیمبل پور	کیمبل پور	ریشمی لنگیاں
میانوالی	کالا باغ	نمک اور لوہے کے برتن۔ کشتیاں۔
	عیسیٰ خیل	کشتیاں
	دریاخان	اُون۔
منٹگمری	منٹگمری	سوسی۔ کھیس
	گوگیرہ	کھیس۔ دریاں۔
	پاکپتن	لکڑی کا کام
	کمالیہ	چھینٹ
جھنگ	جھنگ	روئی۔ لنگیاں۔ کجاوے
	مگھیانہ	رسے۔ ڈھول۔ دف
	چنیوٹ	کھیس مٹی کے برتن۔ لکڑی کا خرادی کام
ملتان	ملتان	مٹی کے برتن۔ اُون کے آسن۔ لنگیاں قالین لکڑی کا کام۔ جوتیاں۔
	جلالپور پیروالا	کاغذ
ڈیرہ غازیخاں	ڈیرہ غازیخاں	مصلے۔ چٹائیاں۔ کمبل اونٹ کی کاٹھیاں۔
مظفر گڑھ	مظفر گڑھ	رسیاں۔ کھجور کا بان
	لیہ	ہاتھی دانت کے بٹن
	کوٹ ادو	نمدے۔

معدنیات

پنجاب معدنیات کے لحاظ سے دولتمند نہیں ہے۔ صرف کوئلہ - لوہا۔ مٹی کا تیل تانبا اور نمک تھوڑی سی مقدار میں مختلف اضلاع میں پایا جاتا ہے ۔

مٹی کے تیل کے کنوئیں ضلع اٹک میں پانٹے جاتے ہیں، کچھ عرصے سے راولپنڈی میں مٹی کے تیل کو صاف کرنے کا ایک بڑا کارخانہ اٹک آئل کمپنی قائم ہوگیا ہے ۔

پتھر کا کوئلہ ۔ کوئلے کی کانیں زیادہ تر کوہستان نمک کے علاقے میں پائی جاتی ہیں ۱۹۲۳-۲۴ میں یہاں سے ۶۲ ہزار ٹن کوئلہ نکالا گیا تھا۔ اس حصے میں ڈنڈوت۔ کھیوڑہ کی کانیں مشہور ہیں۔ شاہ پور اور میانوالی کے اضلاع میں بھی کوئلہ پایا جاتا ہے۔ لیکن یہ اچھی خاصیت نہیں رکھتا۔ اُمید ہے کہ جوں جوں ذرائع آمدورفت میں ترقی ہوتی جائیگی۔ کوئلہ زیادہ مقدار میں نکالا جائیگا

لوہا۔ کانگڑہ کے ضلع میں دھولادھار کے ساتھ ساتھ ملتا ہے۔ لوہے کی کانیں کوٹ کھائی اور دیسی ریاستوں مثلاً جُبّل - بوشہر۔ منڈی سکیت اور سرمور میں بھی پائی جاتی ہیں ۔ لیکن کوئلے کی کمی سے کھودا نہیں جاتا ۔

تانبا اور سلیٹ کا پتھر۔ تانبا کلّو کے علاقے میں اور سلیٹ کا پتھر کلّو۔ کانگڑہ۔ منڈی اور ریواڑی میں ملتا ہے ۔

شورہ۔ اسکے صاف کرنیکا بڑا کارخانہ قصبہ اوکاڑہ ضلع ٹنٹگمری میں پایا جاتا ہے ۔

نمک۔ پنجاب کی سب سے زیادہ معدنی پیداوار نمک ہے۔ جو کوہستان نمک سے نکالا جاتا ہے۔ جہاں کھیوڑہ اور نون میانی کی مشہور کانیں ہیں۔ انکے علاوہ ریاست منڈی میں بھی نمک نکالا جاتا ہے ۔

جنگلات۔ پنجاب میں تین قسم کے جنگلات ملتے ہیں (۱)۔ کوہستانی جنگلات جو پانچ ہزار فٹ سے زیادہ بلندی پر ملتے ہیں (۲)۔ پہاڑی حصے کے جنگلات جو دو ہزار سے پانچ ہزار فٹ کی

بلندی تک ملتے ہیں۔ (۳)۔ میدانی حصے کے جنگلات۔ پہلی قسم میں ہمالیہ کے جنگلات شامل ہیں ان پہاڑیوں پر زیادہ بارش ہوتی ہے۔ اس لئے انکی ڈھلانیں ہمیشہ درختوں سے ڈھکی رہتی ہیں۔ سمندر کی سطح سے ۰۰۰ ۵ فٹ کی بلندی پر دیودار۔ کیل۔ پڑتل۔ شاہ بلوط۔ صنوبر اور شمشاد کی قسم کے درخت ملتے ہیں۔ ۳ ہزار فٹ اور پانچ ہزار فٹ کے درمیان چیڑ کا درخت اور اس کے نیچے بانس کا درخت بکثرت پایا جاتا ہے۔ اس حصے میں املتاس۔ سنبل۔ ریٹھہ۔ تُن اور ہل کے درخت پائے جاتے ہیں جو شوالک کی پہاڑیوں اور ہمالیہ کے سلسلوں میں اُگتے ہیں۔ مگر کوہستان نمک کے خشک حصے میں کاہو اور پھلاہی کے درخت دیکھے جاتے ہیں۔

تیسرے حصے میں دریائے ستلج اور دریائے جہلم کے درمیان کے جنگل اور بار کے علاقے کے جنگل شامل ہیں، جہاں آب و ہوا خشک ہے۔ وہاں درخت بھی ایسے ہی ملتے ہیں۔ جو خشک آب و ہوا کو برداشت کر سکیں۔ چنانچہ فراش۔ کریل۔ جنڈ۔ بن اور کیکر کے درخت پائے جاتے ہیں۔ ان درختوں میں کیکر بڑا فائدہ مند درخت ہے۔ اس سے ہل۔ رہٹ کے چکر اور چھکڑے بنتے ہیں۔ پنجاب کے نہری اضلاع اور سیلابی علاقے میں اکثر شیشم کا درخت ملتا ہے جو بڑی مفید اور کارآمد شئے ہے۔ لوگ اس سے مکان کی کڑیاں۔ کواڑ وغیرہ تیار کرتے ہیں۔

پنجاب کے نئے جنگلات۔ جنگلات سے لوگوں کو بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں، کسی ملک کی آب و ہوا اور پانی کے بہم پہنچانے کے لئے ان کی اشد ضرورت ہے۔ اگر ان کا خاتمہ کر دیا جائے تو ملک کی زمین بالکل خشک ہو جائیگی۔ دریا۔ ندی نالوں میں پانی کی قلت ہو گی۔ آبپاشی کا سارا سلسلہ منقطع ہو جائیگا۔ اور نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ ملک میں خشک سالی کا دَور دَورہ رہیگا۔ کیونکہ درختوں کے باعث وہاں کی زمین نرم اور دلدلی ہو جاتی ہے، مرجس سے بارش کا زائد پانی اس کے اندر جذب ہو جاتا ہے۔ اگر وہاں درخت نہ ہوں تو سب پانی ایک ہی دفعہ بہہ کر ملک میں طغیانیوں کا تانتا باندھ دے۔ جیساکہ ۱۹۲۱ء میں ہمالیہ پہاڑ کے جنگلات میں آگ کے پھیل جانے سے ان کا بہت سا حصہ ضائع ہو گیا تھا۔ اور گنگا

اور جمنا میں سخت طغیانیاں آگئی تھیں۔ اس کے علاوہ پانی حاصل کرنے کے لئے پہاڑی مقامات میں علاقہ بہم رسانئے آب میں نئے جنگلات لگانیکی سخت ضرورت ہے کیونکہ وہاں کے چشموں اور ذخیروں سے نلوں کے ذریعے سے ان مقامات میں بآسانی پانی بہم پہنچایا جاسکتا ہے۔ تمام صحت افزا مقامات پر یہی انتظام کیا گیا ہے۔ پنجاب کی نہری بستیوں میں آبادکاروں کو اپنے گاؤں میں درختوں کا ذخیرہ لگانا پڑتا ہے۔ محکمۂ جنگلات نے ضلع گجرات کی پبی پہاڑیوں میں نئے جنگل لگانے کا انتظام کیا ہے۔ اسی طرح وادی ستلج میں بھی جنگلات کے ذخیرے لگانے کا بندوبست کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ کوئی دس سال کے عرصے میں وہاں اسی ہزار ایکڑ کے رقبے میں جنگل کے ذخیرے قائم ہوجائیں گے۔ جوں جوں پنجاب میں جنگلات ترقی کرتے جائینگے مختلف قسم کی جنگلاتی پیداوار کے کارخانے کھلتے جائینگے اور ملک خوش حال اور دولتمند ہو جائیگا۔

محکمہ جنگلات۔ انگریزی حکومت سے پہلے پنجاب میں جنگلات بہت کم پائے جاتے تھے۔ بورڈ نے ان کی پیداوار بڑھانے کے لئے کئی وسائل اختیار کئے ۱۸۶۱ء میں انکی ترقی کے لئے باقاعدہ محکمہ جنگلات قائم کیا۔ لیکن ۱۸۷۰ء کے فارسٹ ایکٹ کے رُو سے نظام میں بہت سے تغیرات ہوئے۔ اس محکمے کے تین بڑے بڑے فرائض ہیں (۱) جنگلات کی حفاظت (۲)۔ نئے درختوں کا لگانا (۳)۔ جنگلات کی پیداوار کو اکٹھا کرکے فروخت کرنا۔

اس محکمے کی دو شاخیں ہیں (۱)۔ ایک اعلیٰ (۲) ادنےٰ۔ پہلی قسم مختلف قسم کی عمارتی جلانے والی لکڑی اور بانسوں وغیرہ کی آمدنی سے تعلق رکھتی ہے۔ اور دوسری قسم سوت۔ سن۔ کتان۔ گھاس۔ روغنی بیج۔ درختوں کی چھال۔ رنگ۔ مختلف گوند۔ سریش۔ ربڑ۔ مصالحہ جڑی بوٹیوں وغیرہ کا محصول وصول کرتی ہے۔

سرکار نے جلو ضلع لاہور میں بیروزہ حاصل کرنیکے لئے کارخانہ کھول رکھا ہے ۱۹۲۳ء میں تمام پیدا کردہ بیروزہ ۱۵۰۶۳ من۔ اور تارپین کا تیل ۷۷۲۴ ۱۴ گیلن تھا۔ اس کارخانہ

کے کھلنے سے پنجاب کو بہت فائدہ ہوا ہے۔ اس سے پہلے یہ چیزیں یورپ کے ملکوں سے
آیا کرتی تھیں۔ مگر اب یہاں پیدا ہونی شروع ہو گئی ہیں۔ اور ملک کی تجارت میں ترقی کا
ذریعہ ثابت ہو رہی ہیں۔ اس کے علاوہ ہزاروں غریب آدمی چیڑھ کے درختوں سے بیروزہ جمع
کر کے اپنی روزی پیدا کرتے ہیں۔ سرکار نے اس کارخانے پر پونے دو لاکھ روپیہ صرف کیا
ہے مگر ۱۹۱۵ء سے ۱۹۲۶ء تک ساڑھے چودہ لاکھ روپیہ منافع حاصل کیا ہے۔

۱۹۱۰-۱۱ء میں اس محکمے سے گورنمنٹ کو ۱۲ لاکھ کی آمدنی ہوئی۔ جس میں سے ۷ لاکھ خرچ
اور ۵ لاکھ منافع ہے۔ یہ منافع روز افزوں ترقی کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ سرکار کو ۱۹۲۴-۲۵ء
میں اس محکمہ سے ۲۱ لاکھ کی خاص آمدنی ہوئی۔

انتظام: یہ محکمہ تین احاطوں اور ۵ ڈویژنوں میں منقسم ہے (۱) مشرقی (۲) مغربی (۳) منفعتی
UTILIZATION ان ڈویژنوں میں سے ایک سرکار نے ریاست بوشہر کے مستعار جنگلات
کے انتظام کے لئے بنا رکھا ہے۔ تینوں احاطوں کا اعلیٰ افسر چیف کنزرویٹو ہوتا ہے۔ اور ہر
ڈویژن ڈپٹی۔ اسسٹنٹ یا اکسٹرا اسسٹنٹ کنزرویٹو کے ماتحت ہے۔ یہ افسر امپیریل سروس
یا پراونشل سروس سے منتخب ہوتے ہیں۔ اور کنزرویٹو صاحب متعلقہ احاطہ ان کے کام
کی خود پرداخت کرتے ہیں۔

انگریزی علاقے میں ۵۶۲۷ مربع میل اور بوشہر ریاست میں ۳۵۸۸ مربع میل کل ۵۶۶
مربع میل رقبہ محکمہ جنگلات کے احاطہ اختیارات میں شامل ہے۔ جس میں سے ۵۳۲۲ مربع
میل رقبہ جنگلاتی پیداوار اور ۲۶۹۰ مربع میل غیر جنگلاتی ہے ۱۸۷۸ء کے فارسٹ ایکٹ
کے مطابق ۲۰۰ مربع میل محصور RESERVED ۳۰۳۵ مربع میل محفوظ PROTECTED
۵۲۲ مربع میل غیر منقسم UNCLASSED STATE اور ۱۸ مربع میل فوجی حکام کے ماتحت ہے۔

سوالات

۱- پنجاب میں کتنی قسم کی فصلیں بوئی جاتی ہیں۔ اور کب۔ نیز تم کس طرح ثابت کر سکتے ہو کہ قیمتی

جناس بارانی کی نسبت آبی علاقے میں زیادہ ہوتی ہیں؟

۲۔ سرکار انگلشیہ نے زمینداروں کی بہتری اور فلاح کیلئے کیا مفید تجاویز اختیار کی ہیں، مختصراً بیان کرو؟

۳۔ محکمۂ زراعت پنجاب میں کب قائم ہوا۔ اور اس محکمے کے کیا فرائض ہیں۔ ان پر مختصری سی روشنی ڈالو؟

۴۔ اس محکمے کے قائم کرنے سے زمینداروں کو کیا فوائد حاصل ہوئے ہیں؟ نیز زراعتی کالج لائل پور کا حال بیان کرو؟

۵۔ زمینداروں کو سول ویٹرنری کے محکمے سے کیا فوائد حاصل ہیں۔ نیز اس محکمے کے نظام کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟

۶۔ گراف کے ذریعے سے ظاہر کرو۔ کہ سنہ ۱۹۱۰ء سے سنہ ۱۹۲۰ء تک مشترکہ سرمائے کی سوسائٹیوں نے ممبروں اور سرمائے کے لحاظ سے کتنی ترقی کی ہے؟

۷۔ پنجاب سے کیا کیا چیزیں باہر کو جاتی ہیں۔ اور غیر ممالک سے یہاں کیا کیا چیزیں آتی ہیں؟

۸۔ اس صوبے کی تجارت زیادہ تر کن ممالک سے ہوتی ہے۔ تمہاری کتاب میں، شیلنے برآمد درآمد کے جو اعداد دیئے گئے ہیں۔ ان کو لے کر گراف کھینچو؟

۹۔ پنجاب میں آٹا پیسنے۔ اونی کپڑا بننے اور کپاس بیلنے کے کارخانے کہاں کہاں پائے جاتے ہیں۔ اور کیوں؟

۱۰۔ پنجاب کی بڑی بڑی دستکاریاں کیا ہیں؟

۱۱۔ اس صوبے میں مندرجہ ذیل معدنیات کہاں کہاں پائی جاتی ہیں؟ پتھر کا کوئلہ۔ لوہا۔ نمک۔ مٹی کا تیل۔ شورہ۔ اور سلیٹ کا پتھر۔

۱۲۔ ہمالیہ کے علاقے میں کس کس قسم کے درخت ملتے ہیں۔ نیز مندرجہ ذیل درخت پنجاب میں کہاں کہاں پائے جاتے ہیں؟ پھلاہی۔ شیشم۔ جنڈ۔ کیکر اور کاہو۔

۱۳۔ جنگلات سے لوگوں کو کیا فائدے ہیں۔ نیز اس محکمے کا انتظام کیسا ہے؟

فصل چہاردہم

محکمۂ طبّی اور حفظانِ صحت

ہر مہذب حکومت کا فرض ہے کہ وہ عوام النّاس کی صحت کا خاص خیال رکھے۔ اس اہم فرض کو پورا کرنے کے لئے سرکار انگریزی نے دو طریقے اختیار کئے ہیں (۱) بیماریوں کا انسداد بذریعہ علاج (۲) حفظ صحت کے اصولوں کی عام اشاعت جس میں گورنمنٹ کو خاطرخواہ کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ مگر ابھی تک ہمارا ملک سرکار کی کوششوں کے باوجود شرح پیدائش و اموات میں دیگر مغربی ممالک کے ہم پلّہ نہیں ہوا جس کی وجوہ مندرجہ ذیل ہیں:-

۱۔ افلاس۔ ادنےٰ طبقے کے لوگوں کی اقتصادی حالت اچھی نہیں جس کی وجہ سے وہ افلاس کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

۲۔ جہالت۔ بہت سے لوگ یورپین طریقوں کی خوبیوں کے قائل نہیں بلکہ ان میں عیوب اور نقائص بیان کرتے ہیں۔ لوگ ہسپتال کے نام سے ڈرتے ہیں۔ نیم حکیم خطرہ جان اور ناتعلیم یافتہ غیر مستند ویدوں سے علاج کرانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ بعض بُری رسمیں اور رواج بھی حفظ صحت کی ترقی میں سدِراہ ہیں۔ چنانچہ جب ہزاروں آدمی کسی مرض مہلک کا شکار ہو جاتے ہیں۔ تو وہ اس آفت کی وجہ کسی دیوتا کی خفگی اور ناراضی قرار دیتے ہیں۔

بچپن کی شادی اور رسم پردہ بھی اسی ذیل میں ہیں۔ جن سے بعض اوقات وہ خرابیاں اور بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ کہ اگر نہایت غور سے دیکھا جائے۔ تو کئی خوفناک منظر دکھائی دینگے۔

۳۔ **مکانات کی بناوٹ**۔ ہمارے ملک میں مکانات کی کیفیت بھی بڑی عجیب و غریب ہے۔ ان کا تنگ و تاریک اور قریب قریب واقع ہونا مضرِ صحت ہے۔ ایک ہی مکان میں کھانا پکانا۔ سونا۔ مویشی باندھنا آب و ہوا کو خراب کرتا ہے۔ مگر دیہاتی لوگ ابھی تک اپنے بزرگوں ہی کے نقش قدم پر چلنے میں مصلحت اور سلامتی خیال کرتے ہیں ۔

۴۔ **زچہ عورتوں کے ساتھ سلوک**۔ زچہ تنگ و تاریک کمروں میں رکھی جاتی ہے جہاں روشنی اور ہوا کا گذر کم ہوتا ہے۔ اس پر طرّہ یہ کہ ناتعلیم یافتہ۔ غلیظ اور ناپاک دایہ سے واسطہ پڑتا ہے۔ زچگی کا زمانہ بڑا نازک ہوتا ہے۔ مگر ہماری بے پروائی سے ہزاروں نوزائیدہ بچے اور مستورات لقمۂ اجل بن جاتی ہیں ۔

وبائی امراض اور ان کا انسداد

(۱)۔ **طاعون**۔ یہ لفظ طعن سے بنا ہے جس کے معنے بھالا کے ہیں۔ عرب میں جب یہ نامراد مرض پہلے نمودار ہؤا۔ تو مریض ایسا محسوس کرتا تھا کہ گویا کوئی آدمی اس کی گلٹی پر بھالا مارتا ہے۔ اسی واسطے اس کا نام طاعون پڑ گیا۔ ہندوستان میں اس خوفناک اور مہلک مرض کا ظہور ۱۸۹۶ء میں پہلے پہل شہر بمبئی میں ہؤا۔ ۱۸۹۷ء میں کھٹکھڑاں (ضلع جالندھر) اس کا شکار ہؤا۔ اور وہاں سے ہوشیار پور اور کپورتھلہ کے گرد و نواح میں پھیل گیا۔ ۱۹۰۰ء کے موسم سرما میں یہ وبا جنگلی آگ کی مانند ملک کے چاروں کونوں میں پھیل گئی جس سے ۱۹۱۱ء تک اس صوبے میں ۲۰ لاکھ سے زیادہ اموات واقع ہوئیں گورنمنٹ نے اس امر کے انسداد اور بڑھتی ہوئی شرح اموات کی روک تھام کے لئے کئی وسائل اور تدابیر اختیار کیں۔ سب سے پہلے عارضی طور پر محکمہ طاعون قائم کیا جس کے افسر طاعون زدہ علاقے میں جا کر گاؤں کے باشندوں کو زبردستی گھروں سے باہر نکال کر باقاعدہ کیمپوں میں داخل کرتے اور طبی امداد بہم پہنچاتے تھے ۔

تندرست آدمیوں کے لئے مرض کے دفعیہ کے واسطے طاعون کا ٹیکہ جاری کیا۔ چونکہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی تھی کہ طاعون کے بیج چوہوں کے پسوؤں سے پیدا ہوتے تھے اور یہی بیج انسان کے بدن میں داخل ہو کر اس پر حملہ کرتے تھے۔ اس لئے اس مرض کی روک تھام کے لئے چوہوں کی بربادی کا طریقہ اختیار کیا گیا اور مکانات کی صفائی پر زور دیا گیا۔ طاعون والے مکان کی دیواروں اور فرش کو ایسے پانی سے دھویا جاتا تھا جس میں پرمینگنیٹ آف پوٹیشن کا حل ملا ہُوا ہوتا تھا۔ غرض سرکار نے بہتیری کوشش کی مگر ناخواندہ اشخاص کی جہالت کی وجہ سے یہ مرض عالمگیر بن گیا۔

ہیضہ۔ ہندوستان ہیضہ کی جائے پیدائش خیال کیا جاتا ہے اور بعض مقامات میں یہ نامراد مرض بڑی تباہی پھیلاتا ہے۔ عام طور پر یہ مرض برسات کے موسم میں زوروں پر ہوتا ہے۔ اس کے بچاؤ کے لئے دو باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے (۱) صاف اور کشیدہ پانی کی بہم رسانی (۲) حفاظت۔ پہلی بات کے لئے سرکار نے صاف اور کشیدہ پانی کے نلکے بڑے بڑے شہروں میں لگوا رکھے ہیں اور دوسری غرض کے لئے سرکار امراض کے بارے میں کئی قسم کی دوائیں اور ہدایات لوگوں میں تقسیم کرتی رہتی ہے۔ ہسپتالوں میں بھی ایسے مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ جہاں اُن کو مفت دوا اور خوراک دی جاتی ہے۔

چیچک۔ یہ مرض تمام پنجاب میں پایا جاتا ہے۔ شاید ہی کوئی خوش قسمت آدمی اسکے پنجے سے رہائی پا سکتا ہے۔ ورنہ اس کا اثر عالمگیر ہے۔ گورنمنٹ نے اس مرض کو رفع کرنیکے لئے چیچک کا ٹیکہ جاری کیا ہے۔ ہر ضلع میں سول سرجن کے ماتحت ویکسی نیٹر کا عملہ پایا جاتا ہے۔ جو گاؤں میں دورہ کر کے بچوں کے ٹیکہ لگاتا ہے۔ جس کا اثر یہ ہُوا ہے کہ اب اس مرض سے شرح اموات کم ہو رہی۔ تاہم چیچک کے مریض کے پاس دوسرے آدمی کو نہ جانا چاہیئے۔ کیونکہ یہ مرض متعدی ہے اور چھونے سے ہو جاتا ہے۔

تپ لرزہ اور موسمی بخار۔ ہندوستان میں نصف سے زیادہ اموات بخار کی وجہ سے

ہوتی ہیں۔ یہ مرض عام طور پر برسات کے موسم میں شروع ہوتا ہے۔ بارش کے بعد جب سورج کی گرمی سے زمین خشک ہو جاتی ہے تو بخار کا زہر نہایت کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ زہر جسم میں گندہ اور غیر خالص پانی پینے سے داخل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے مرطوب علاقوں میں بخار بہت زوروں پر ہوتا ہے۔ سرکار اس مرض کو دُور کرنے کے لئے ہر سال کونین تقسیم کرتی ہے۔ یہ دوا ہر قسم کے بخار کے لئے دافع ثابت ہُوئی ہے۔ یہ سفوف سنکونا کے پودے سے بنتا ہے۔ ہر ہسپتال اور سرکاری ڈاک خانے میں فروخت کے واسطے سات سات گرین کے پیکٹ موجود رہتے ہیں۔ ہزاروں لوگ اس کا استعمال کر کے اپنے آپ کو محفوظ رکھتے ہیں۔

انفلوئنزا۔ یہ عالمگیر مرض جنگ یورپ کے زمانے میں فوجوں کی نقل و حرکت کی وجہ سے پنجاب میں ۱۹۱۸ء میں داخل ہُوا۔ اگرچہ جولائی سے ستمبر تک اس مرض کے تین حملے ہُوئے لیکن اکتوبر کے وسط میں پنجاب کے تمام طول و عرض میں پھیل گیا۔ اور وہ تباہی و بربادی پھیلائی کہ الامان۔ سڑکوں کے کناروں، سراؤں کے اندر، ریلوے گاڑیوں کے خانوں میں غرض جہاں کہیں دیکھو ہر جگہ لاشیں ہی لاشیں نظر آتی تھیں۔ اس نامراد مرض سے پنجاب کے شہری علاقے میں ۴۳ کس فی ہزار اور دیہاتی علاقے میں ۵۱ فی ہزار اموات واقع ہُوئیں۔

پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ (محکمہ صحت عامہ)۔ اس محکمے کا اعلیٰ افسر ڈائرکٹر حفظانِ صحت ہے۔ جو حفظ صحت کے لئے مفید تجاویز اور امراض کے انسداد کے لئے گورنمنٹ کو طبی مشورہ دیتا ہے۔ اس کے ماتحت دو اسسٹنٹ ڈائرکٹر ہیں۔ جن میں سے ایک محکمہ طاعون کا چیف میڈیکل افسر اور دوسرا موسمی بخار کے محکمے کا اعلیٰ افسر ہے۔

اس محکمے کے فرائض ادا کرنے کے لئے کئی کمیٹیاں ذمہ دار ہیں (۱) میونسپل کمیٹیاں (۲) ڈسٹرکٹ بورڈ (۳) سینٹری بورڈ (۴) چھاؤنی کی کمیٹی (۵) سینٹری انجینیر (۶) سرکاری محکمہ۔

بڑے بڑے شہروں (امرتسر۔ لاہور۔ ملتان۔ سیالکوٹ۔ شملہ وغیرہ) میں میونسپل کمیٹی

کے ماتحت عملہ حفظان صحت پایا جاتا ہے۔ جن کا بڑا افسر ہیلتھ افسر ہوتا ہے۔ ضلع گوڑگانوہ رہتک
جالندھر اور کانگڑہ میں ڈسٹرکٹ میڈیکل افسر جدا پایا جاتا ہے۔ اور باقی اضلاع میں حفظان صحت
کے فرائض سول سرجن ادا کرتے ہیں۔ سول سرجن اور اس کا ماتحت عملہ عالمگیر وبا کے دفعیہ کے
لئے ڈائرکٹر محکمہ حفظان صحت کی ہدایات پر کاربند ہوتا ہے۔

طبی محکمہ۔ اس محکمے میں کئی قسم کے ڈاکٹر پائے جاتے ہیں۔ گورنمنٹ سب کو تنخواہ دیتی
ہے۔ اس محکمے کا سب سے بڑا افسر انسپکٹر جنرل ہسپتال ہوتا ہے۔ جس کے ماتحت ہر ضلع میں
سول سرجن پائے جاتے ہیں۔ جو ضلع کے ہسپتال کے انچارج ہوتے ہیں۔ ان کے ماتحت
چھوٹے چھوٹے قصبات میں ہسپتال کھلے ہوئے ہیں۔ جہاں اسسٹنٹ سرجن اور
سب اسسٹنٹ سرجن کام کرتے ہیں۔

ڈاکٹروں کو فن جراحی اور طبابت میں تعلیم دینے کے لئے لاہور میں سرکار نے میڈیکل کالج
کھول رکھا ہے۔ جہاں ان کو اسسٹنٹ سرجن کلاس میں پانچ سال تعلیم حاصل کرنی پڑتی ہے
اس کے ساتھ ہی عملی کام کے لئے ہسپتال شامل ہے۔ جہاں طالبعلم اپنے پروفیسروں کے
ماتحت کام کرتے ہیں۔ لیکن انٹرنس پاس طلباء کے لئے امرتسر میں میڈیکل سکول قائم
ہے۔ جہاں تین جماعتیں پائی جاتی ہیں (۱) سول (۲) فوجی (۳) برما جماعت۔ لیکن ہر
طالب علم کو ضرورت کے وقت فوجی ملازمت کے لئے تیار رہنا پڑتا ہے۔

سنٹرل ریسرچ کسولی انسٹیٹیوٹ اور ہسپتال۔ دیوانے جانوروں کے کاٹے
کے علاج کے لئے سنہ ۱۹۰۱ء سے کسولی میں ایک ہسپتال کھلا ہوا ہے۔ جہاں تمام ہندوستان
سے اس قسم کے مریض برائے علاج آتے رہتے ہیں۔ اس ہسپتال کے اخراجات سرکاری
امداد۔ مقامی گورنمنٹوں۔ میونسپل کمیٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کی مقرر کردہ رقوم سے پورے
ہوتے ہیں۔ اسی طرح کسولی میں امراض کی تحقیقات اور معالجہ کے لئے سنٹرل ریسرچ انسٹیٹیوٹ
سنہ ۱۹۰۵ء سے قائم ہے۔ اب لاہور کے ہسپتال میں بھی باؤلے کتے کے کاٹے کا علاج ہوتا ہے۔

زنانہ ہسپتال۔ پردہ نشین اور اونچی ذات کی عورتوں کے لئے زنانہ ہسپتال کھلے ہوئے ہیں جہاں ہزاروں خواتین اور دائیاں کام کرتی ہیں۔ اس قسم کے شفاخانوں کی بنیاد ۱۸۸۴ء میں رکھی گئی تھی ۱۸۸۵ء میں خواتین ہند کے لئے لیڈی ڈاکٹر بہم پہنچانے کی غرض سے قومی انجمن قائم ہوئی۔ اور لیڈی ڈفرن نے اس کی صدر قرار پائیں ، انہوں نے اس غرض کے لئے لیڈی ڈفرن فنڈ " قائم کیا۔ جس کے خرچ سے مستورات کے علاج کے لئے انگلستان سے لیڈی ڈاکٹر بلوائے گئے ،

دیوانے اور پاگل آدمیوں اور عورتوں کے لئے سرکار نے لاہور میں ۱۹۰۰ء سے ایک پاگل خانہ کھول رکھا ہے۔ جس میں دونوں قسم کے پاگل معمولی اور مجرم رہتے ہیں ہسپتال کے اعلیٰ عملے میں سپرنٹنڈنٹ۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اور اسسٹنٹ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ شامل ہیں۔ زنانہ ہسپتال کی انچارج لیڈی ڈاکٹر ہے ،

جذامیوں کے شفاخانے۔ جذام (کوڑھ) سب سے زیادہ خطرناک مرض ہے اس وقت جذامیوں کے لئے انبالہ۔ راولپنڈی۔ سپاٹو۔ ترن تارن اور پالم پور میں ہسپتال کھلے ہوئے ہیں۔ ان سب کا انتظام عیسائیوں کی مختلف انجمنوں کے ہاتھ میں ہے۔ پہلے تین مشرق کے کوڑھیوں کی سوسائٹی کی مدد سے چل رہے ہیں۔ ترن تارن چرچ مشنری سوسائٹی اور پالم پور کینیڈین مشن کے زیر اہتمام کھلے ہوئے ہیں۔ جہاں ان غریبوں کا باقاعدہ علاج ہوتا ہے ،

بدررؤوں کے نکاس کی کمیٹی۔ سرکار نے مختلف شہروں اور قصبوں کے حفظ صحت کے لئے حفظ صحت بورڈ اور ۱۹۱۸ء میں بدررؤوں کے نکاس کی کمیٹی مقرر کی۔ سابق الذکر گورنمنٹ کو اس بارے میں مفید تجاویز کے متعلق صلاح و مشورہ دیتی ہے۔ اور منظور شدہ تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سرکاری افسر اور لائق و فائق ڈاکٹر اسکے رکن ہیں ، دوسری کمیٹی میں دو فنانشل کمشنر۔ چیف انجینئر محکمہ رفاہ عامہ۔ ڈائریکٹر زراعت پرنسپل

زراعتی کالج لائل پور۔ ڈائرکٹر محکمہ حفظان صحت اور سینٹری انجینئر شامل ہیں۔ ۱۹۲۱ء سے اس میں ایک کلاس میں ماہر انجینیئر شامل کیا گیا ہے۔ یہ کمیٹی مختلف تجاویز پر غور و خوض کر رہی ہے۔

ہفتہ اطفال۔ ہفتہ اطفال پنجاب کے بڑے بڑے شہروں میں ہر سال منعقد ہوتا ہے۔ اس ہفتے کے دوران میں لوگوں کی توجہ قدرتی طور پر بچوں اور عورتوں کی بڑھتی ہوئی شرح اموات کے روکنے کے مسئلے پر مبذول ہو جاتی ہے اور وہ سنجیدگی کے ساتھ اسکے مختلف پہلوؤں پر غور کرتے ہیں۔ اس ہفتے میں عوام کو احساس ہوتا ہے کہ حفظان صحت کے عام اور سادہ اصولوں کی ناواقفیت کے باعث ہر سال کتنے بچوں اور عورتوں کو لقمۂ مرگ بننا پڑتا ہے اور جو موت کے منہ سے بچ جاتے ہیں۔ انکی صحت پر کیسا برا اثر پڑتا ہے۔ حفظان صحت کے اصولوں کی عام اشاعت کرنیکا یہ واحد ذریعہ ہے جس سے ہمارے ملک کے بچوں اور عورتوں کی بڑھی ہوئی شرح اموات کی روک تھام ہو سکتی ہے۔ مغربی ممالک میں اس مسئلے کی طرف بڑی توجہ مبذول کی جاتی ہے۔ انگلستان اور ویلز میں فی ہزار ۹۰ بچے مرتے ہیں۔ لیکن وہاں شرح اموات کم کرنے کے لئے کئی تجاویز سوچی جارہی ہیں۔ اس واسطے عام اصولوں کی اشاعت کے لئے ہفتہ اطفال کا انعقاد ضروری اور لازمی ہے۔

پنجاب کی شرح پیدائش و اموات

سال	پیدائش	اموات
اوسط	فی ہزار	فی ہزار
۱۸۸۱ء سے ۱۸۹۰ء پنجاب	۳۹	۳۱
۱۸۹۱ء سے ۱۹۰۱ء پنجاب	۴۱	۳۳
۱۹۱۱ء سے ۱۹۲۰ء پنجاب	۴۴	۳۷

برٹش ہند ۱۹۱۹ء	۳۰	۳۶
انگلستان و یلز ۱۹۱۹ء	۱۹	۱۴

سوالات

۱- وہ کونسی وجوہ ہیں۔ جو اس صوبے کی حفظ صحت کی ترقی میں سد راہ ہیں مفصل بیان کرو؟

۲- پنجاب میں کون کون سے وبائی امراض پائے جاتے ہیں۔ سرکار ان کے انسداد کے لئے کیا وسائل اختیار کرتی ہے؟

۳- پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ اور طبی محکمہ سے لوگوں کو کیا فائدے پہنچتے ہیں۔ نیز اُن کے انتظام کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟

۴- زنانہ ہسپتالوں کی بنیاد کس طرح پڑی۔ نیز جذامیوں کے شفاخانے کہاں کہاں پائے جاتے ہیں؟ اور ان کا انتظام کن لوگوں کے ہاتھ میں ہے؟

۵- ہفتہ اطفال سے کیا مراد ہے۔ اور اس سے کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں؟

۶- پنجاب کی شرح پیدائش و اموات گراف کے ذریعے سے ظاہر کرو۔ اور برٹش ہند اور انگلستان سے مقابلہ کرو؟

سال	پیدائش فی ہزار	اموات فی ہزار
۱۸۸۱ء سے ۱۸۹۰ء تک بالاوسط	۳۹	۳۱
۱۸۹۱ء سے ۱۹۱۰ء تک "	۴۱	۳۳
۱۹۱۱ء سے ۱۹۲۰ء تک "	۴۴	۳۷
برٹش ہند ۱۹۱۹ء	۳۰	۳۶
انگلستان ۱۹۱۹ء	۱۹	۱۴

فصل پانزدہم

باشندے زبانیں اور مذاہب

مردم شماری ۱۹۲۱ء کے مطابق پنجاب کی کل آبادی ۲۵۱۰۱۰۶۰ نفوس کی ہے جن میں سے انگریزی علاقے میں ۲۰۶۸۵۰۲۴ آدمی بستے ہیں۔ سب سے پہلی مردم شماری ۱۸۸۱ء میں کی گئی۔

مندرجہ ذیل اعداد و شمار متعلقہ سابقہ مردم شماری یہاں کی آبادی کی زیادتی کو بخوبی ظاہر کرتے ہیں:-

نام سال	انگریزی علاقہ	دیسی ریاستیں	میزان
۱۸۸۱	۱۷۲۷۴۵۹۷	۳۸۶۱۶۸۳	۲۱۱۳۶۲۸۰
۱۸۹۱	۱۹۰۰۹۳۶۸	۴۲۶۳۲۸۰	۲۳۲۷۲۶۴۸
۱۹۰۱	۲۰۳۳۰۳۳۷	۴۴۲۴۳۹۸	۲۴۷۵۴۷۳۵
۱۹۱۱	۱۹۹۷۴۹۵۶	۴۲۱۲۹۷۴	۲۴۱۸۷۷۳۰
۱۹۲۱	۲۰۶۸۵۰۲۴	۲۴۱۶۰۳۶	۲۵۱۰۱۰۶۰

سامنے کے صفحے پر نقشے کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ پنجاب میں سب سے
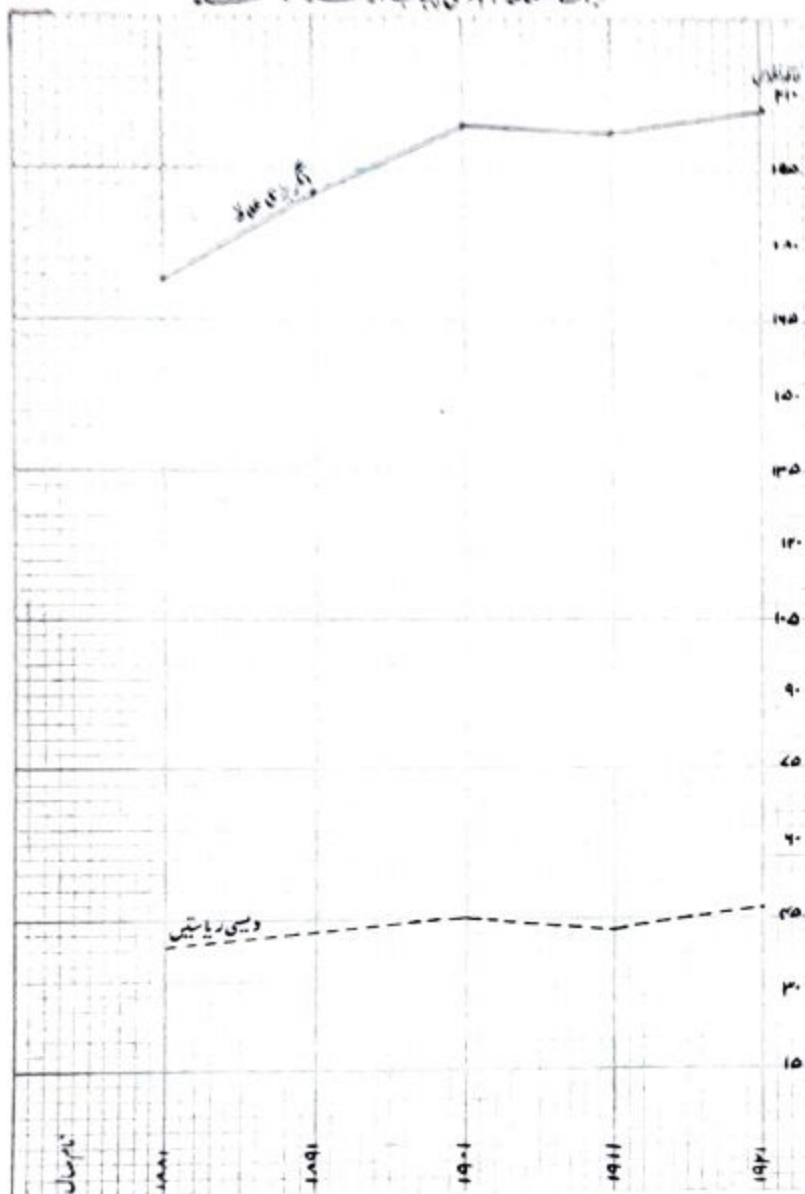
۲۱۰
۱۹۵
۱۸۰
۱۶۵
۱۵۰
۱۳۵
۱۲۰
۱۰۵
۹۰
۷۵
۶۰
۴۵
۳۰
۱۵
دیسی ریاستیں
۱۸۸۱
۱۸۹۱
۱۹۰۱
۱۹۱۱
۱۹۲۱

نقشہ پنجاب - آبادی
(بذریعہ خطوط متساوی الآبادی دکھائی گئی ہے - فی مربع میل)
Scale 1" = 80 Miles.
کشمیر
راولپنڈی
سیالکوٹ
امرتسر
لاہور
لائل پور
جالندھر
شملہ
منٹگمری
ملتان
بھٹنڈہ
انبالہ
دہلی
ریاست بہاول پور
راجپوتانہ
اضلاع متحدہ آگرہ و اودھ

زیادہ آباد [illegible] جہاں [illegible] [illegible] [illegible] کے ضلعے ہیں
جہاں آبادی ۵۰۰ سے ... [illegible] فی مربع میل [illegible]
ہوشیارپور، لدھیانہ، فیروزپور، گوجرانوالہ، شیخوپورہ، لائل پور [illegible] کے ضلعے ہیں [illegible]
... ۲۰۰ آدمی فی مربع میل بستے ہیں [illegible] کے ضلعے [illegible]
جالندھر، گوجرانوالہ، جھنگ، ملتان اور [illegible] کے ضلعے ہیں جہاں ... آدمی فی مربع میل
بود و باش رکھتے ہیں۔ چوتھے درجے پر [illegible] منٹگمری، ملتان [illegible]
اور حصار و کانگڑہ کا کچھ حصہ ہے۔ جہاں آبادی [illegible] فی مربع میل [illegible] ہے۔

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ آبادی شمال مشرقی حصوں میں
پائی جاتی ہے۔ جو زیادہ زرخیز اور آبی علاقے ہیں۔ لیکن جب مغربی اور جنوبی حصے میں
آبادی کم ہے۔ ان حصوں میں سردی زیادہ پڑتی ہے۔ مغربی حصے میں آب و ہوا خشک
اور بارش کی قلت ہے۔ جس کی وجہ سے پیداوار کم ہوتی ہے۔ اس لئے آبادی بھی کم
پائی جاتی ہے۔

پنجاب میں اس وقت چار بڑے بڑے مذاہب پائے جاتے ہیں (۱) ہندو (۲) مسلمان
(۳) سکھ (۴) عیسائی ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کے مطابق ان کی تعداد حسب ذیل ہے:-
مسلمان ۱۲۹۵۵۱۴۱۔ ہندو ۹۱۲۵۲۰۲۔ سکھ ۲۱۱۰۰۴۰۔ عیسائی ۳۲۶۲۵۹
(جین ۴۶۰۱۹۔ بدھ ۵۹۱۸۔ پارسی ۵۹۸۔ یہودی ۲۶)۔

ہندو۔ ان آریوں کی اولاد سے ہیں۔ جو وسط ایشیا سے شمال مغربی سرحدوں کی راہ پنجاب
میں داخل ہوئے تھے۔ اس وقت یہاں کے باشندے ننگے دھڑنگے رہتے تھے۔ اور
فنی تعلیم اوروں کی نسبت کم مہذب تھے۔ جب انہوں نے ترقی کے میدان میں ذرا قدم
بڑھایا تو انہیں ایک زبردست اور مہذب قوم سے پالا پڑا۔ یہ قوم آریہ تھی۔ ان کا وطن [illegible]
وسط ایشیا تھا۔ یہ لوگ قد آور، بہادر اور خوبصورت تھے۔ ان کا پہلا گروہ کشمیر، چمبہ اور

کانگڑہ کے راستے سے پنجاب میں داخل ہُوا۔ ان کا مقابلہ اصلی باشندوں سے ہُوا۔ مگر وہ جلد ہی مغلوب ہو گئے۔ ان میں سے بہت نے تو فاتح قوم کا مذہب قبول کر لیا اور باقی وسطِ ہند کے جنگلات کی طرف بھاگ گئے۔ مدت مدید تک ان کی اولاد ہند کے بہت سے حصّوں پر حکمران رہی۔ جنہوں نے بڑی بڑی ریاستیں قائم کیں اور وہ کارہائے نمایاں کئے۔ جو ابتک تاریخ کے صفحات کو منوّر کر رہے ہیں۔ ان کا مذہب ویدک تھا وہ ایک خدائے لازوال کی پرستش کرتے تھے اور قدرت کے دلدادہ تھے۔ موجودہ ہندو مذہب اور ویدک زمانہ کی نسبت بہت سا اختلاف ہے۔ ہندو وید اور شاستروں کو متبرک مانتے ہیں۔ اکثر ہندو مندروں میں جاکر پوجا کرتے ہیں۔ گائے اور برہمن کی تعظیم کرتے ہیں۔

مذہب اسلام۔ اس مذہب کے بانی حضرت محمّد صاحب ہُوئے ہیں جس وقت عرب کی مذہبی اور تمدنی حالت بالکل ابتر تھی۔ بت پرستی کا یہانتک غلبہ تھا کہ ہر گھر میں ایک نیا معبود پایا جاتا تھا۔ محمّد صاحب نے لوگوں کو بت پرستی سے ہٹا کر توحید کی طرف مائل کر دیا انہوں نے کہا۔ کہ خدا ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ انہوں نے اپنے پیروؤں اور مقلدوں میں اشاعت اسلام کی نئی روح پھونک دی چنانچہ ساتویں صدی تک روم۔ ایران افغانستان سب اسلام کے جھنڈے تلے آ گئے۔ اور وادی سندھ کی اقوام نے بھی اسلام قبول کیا بسنہ ۷۱۲ء میں محمد بن قاسم نے خلیفہ بغداد کے حکم کے مطابق سندھ پر حملہ کیا جہاں راجپوت راجہ داہر حکمران تھا اس نے بڑی جانفشانی سے مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھائی اور سندھ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد محمود نے پے در پے حملے شروع کر دئے اور شمالی حملہ آوروں کے لئے راستہ کھول دیا۔ غزنویوں کے بعد خلجی اور تغلق بالترتیب حکمران ہُوئے انہوں نے اپنی طاقت کے مطابق کئی علاقے فتح کئے۔ مگر سنہ ۱۵۲۶ء میں بابر نے ابراہیم لودھی کو پانی پت کے میدان پر شکست دے کر سلطنت مغلیہ کی بنیاد ڈالی۔ ان مسلمانوں کے عہدِ حکومت میں ہندوستان میں اسلام کی اشاعت میں اضافہ ہُوا۔ یہ لوگ حضرت محمّد صاحب

نقشۂ پنجاب
سکھ آبادی
کی تقسیم
ضلع وار
عیسائی آبادی
کی تقسیم
ضلع وار
کشمیر
شمال مغربی سرحدی صوبہ
بلوچستان
بہاولپور
راجپوتانہ
سندھ
ملتان
ڈیرہ غازیخان
شاہ پور
لاہور
فیروزپور
کرنال
حصار
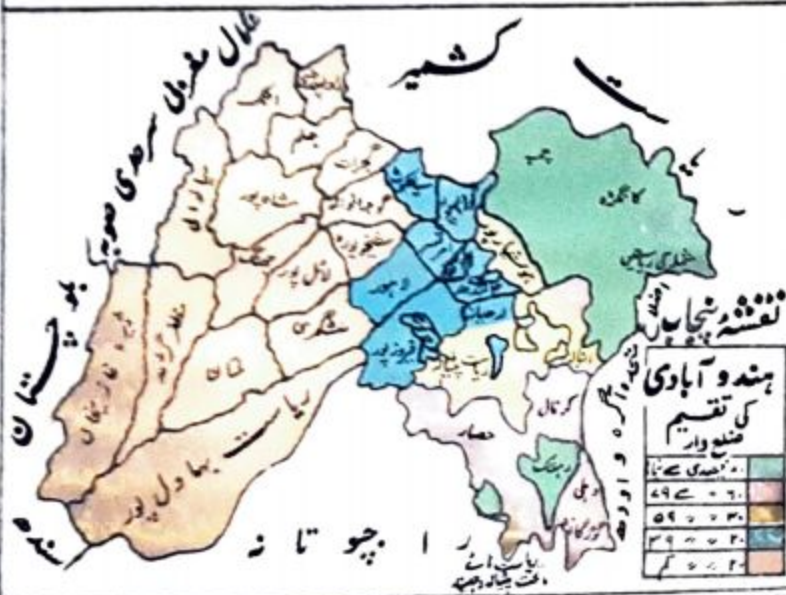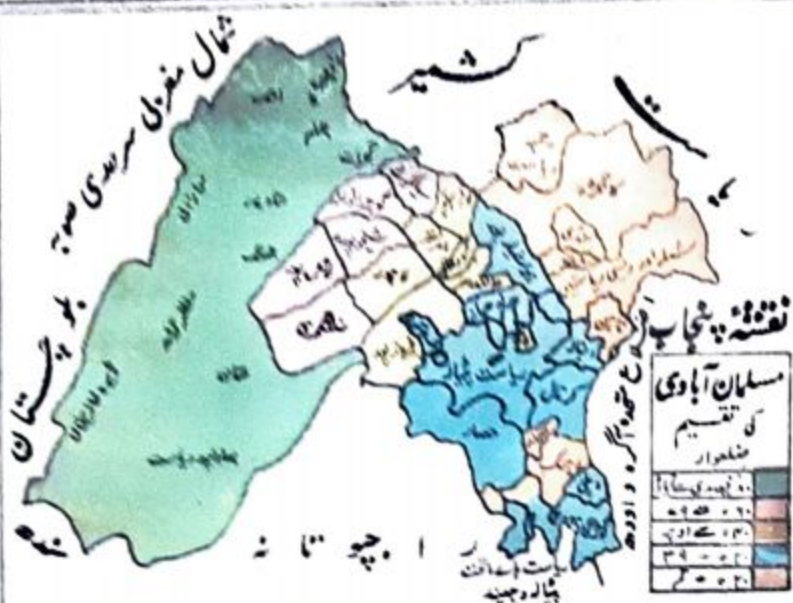
کو اپنا پیغمبر تسلیم کرتے ہیں اور قرآن شریف کو الہامی کتاب مانتے ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ کا پابند ہونا انکے لئے ضروری ہے ؛

سکھ۔ اس مذہب کی بنیاد گورو نانک صاحب نے رکھی جو ۱۴۶۹ء میں بمقام تلونڈی (موجودہ ننکانہ صاحب) پیدا ہوئے۔ شروع شروع میں یہ مذہبی فرقہ تھا جو بابا نانک کی سادہ اور مؤثر وعظ و تلقین سے مستفید و فیض یاب ہوتا تھا۔ مگر بعد میں زمانے کے تغیر و تبدل سے فوجی فرقہ بن گیا۔ گورو صاحب کی تعلیم کا اثر ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں پر یکساں ہوا اور تھوڑے ہی عرصے میں ان کے بہت سے مرید بن گئے اُن کے بعد سکھوں کے نو گرو یکے بعد دیگرے جانشین ہوئے۔ نویں گورو تیغ بہادر مقرر ہوئے۔ اس وقت دہلی کے تخت پر اورنگ زیب جلوہ فرما تھا۔ اُس نے سکھوں کے گورو کو دہلی بلوا کر قتل کروا دیا۔ اس قتل نے ان کے صاحبزادے گورو گوبند سنگھ (دسویں پادشاہی) کو اپنے پنتھ کی حفاظت کے لئے تلوار اُٹھانے کا موقع دیا۔ انہوں نے ہر سکھ کے لئے پانچ ککوں کا استعمال یعنی سر پر کیش ہاتھ میں کڑا۔ کرپان۔ کچھ اور کنگھا لازمی قرار دیا۔ اور سکھ فرقے کو خالصہ کا لقب دے کر جنگی فرقہ بنا دیا۔ گورو مہاراج کی وفات کے بعد سکھ ایک بہت طاقتور فرقہ بن گیا۔ جس نے تھوڑے ہی عرصے میں سلطنتِ مغلیہ کو نقصان پہنچا کر پنجاب میں اپنی خود مختار سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ گرو گرنتھ صاحب ان کی متبرک کتاب ہے۔ ہر قصبے میں ان کی دھرمسالہ اور گوردوارے پائے جاتے ہیں۔ جہاں گرنتھ صاحب کا باقاعدہ پاٹھ ہوتا رہتا ہے ؛

عیسائی۔ یہ لوگ یسوع مسیح کو اپنا نجات دہندہ مانتے ہیں۔ انجیل مقدس ان کی متبرک کتاب ہے۔ اتوار کے روز گرجے میں جا کر اپنی نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ لوگ باقی فرقوں کی نسبت تعلیم میں بڑھے ہوئے ہیں۔ سرکاری ملازمت ان کا بڑا پیشہ ہے۔ پنجاب میں اچھوت اقوام کی حالت کو سدھارنے کے لئے ان کی کوششیں قابل تعریف ہیں ؛

قومیں۔ پنجاب ہندوستان کا دروازہ ہے۔ تمام شمالی حملہ آور شروع شروع میں یہیں اپنی فتوحات کا سلسلہ جاتے رہے۔ اس لئے پنجاب میں بہت سی اقوام پائی جاتی ہیں۔ جو ایک دوسرے سے مختلف خصوصیات رکھتی ہیں۔ ان میں سے چند مشہور اقوام کے مختصر حالات نیچے لکھے جاتے ہیں۔

(۱)۔ **راجپوت**۔ یہ قوم خالص اور پاک ہندوستانی آرین قوم ہے۔ اگرچہ بعض تاریخدانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ ان سیتھین اقوام کی اولاد سے ہیں۔ جو وسط ایشیا سے آکر ہند پر حملہ آور ہوئیں۔ اور یہاں حکومت کرتی رہیں۔ ان کا کام لڑنا مرنا اور مارنا ہے۔ یہ قوم تلوار کی دھنی۔ شکار کی شائق اور سواری کی شائق ہے۔ ہندوستانی فوج اور رسالے میں بھرتی ہو کر گورنمنٹ کی خدمات انجام دیتی ہے۔ کاشتکاری کے لحاظ سے یہ قوم باقی اقوام کی نسبت بہت پیچھے ہے۔ ان کی زیادہ تعداد کانگڑہ۔ جموں۔ ہوشیارپور۔ گورداسپور اور سیالکوٹ میں پائی جاتی ہے۔ مشرقی حصے میں ہندو راجپوت اور جنوب مغربی حصے میں مسلمان راجپوت آباد ہیں۔

(۲)۔ **برہمن**۔ ان کے تین بڑے فرقے ہیں۔ (۱) گوڑ جو پنجاب کے مشرقی اضلاع میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ ان کا زیادہ تر پیشہ کاشتکاری اور فوجی ملازمت ہے (۲) سارسوت ان کی زیادہ تعداد پنجاب کے میدانی اضلاع میں پائی جاتی ہے۔ جن کا بڑا پیشہ دکانداری۔ پروہتی اور ملازمت ہے (۳)۔ موہیال۔ یہ قوم شمال مغربی اضلاع میں پائی جاتی ہے جو زیادہ تر زمیندار اور (فوجی) ملازمت پیشہ ہے۔

(۳)۔ **بلوچ**۔ یہ لوگ ڈیرہ غازیخاں اور ریاست بہاولپور میں پائے جاتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو عربی نسل سے منسوب کرتے ہیں۔ شکل و شباہت میں پٹھانوں سے ملتے جلتے ہیں۔ اپنے سردار کی فرمانبرداری کو فرض عین خیال کرتے ہیں۔ یہ لوگ سواری کے بڑے شائق ہیں۔ خدمت کے وقت وفادار، راستباز اور صادق ہوتے ہیں۔ پٹھانوں کی

نسبت کم متعصب ہیں۔ مگر فوج میں کم بھرتی ہوتے ہیں۔ ان کا مذہب اسلام ہے۔ اونٹ، بھیڑ، بکری پال کر اپنا گذارہ کرتے ہیں۔ اور بعض کاشتکاری کرتے ہیں ؛

۴۔ **پٹھان**۔ ان کی زیادہ تعداد شمال مغربی اضلاع اور سرحدی صوبے میں پائی جاتی ہے۔ یہ ان قوموں کی اولاد ہیں جو وقتاً فوقتاً زمانہ قدیم میں ہندوستان میں آکر آباد ہوتی رہی ہیں۔ بہادری میں یکتا۔ اور دلیری میں بے مثال ہیں آفریدی مہمندی۔ وزیری۔ بارک زئی۔ انکے مختلف قبائل ہیں۔ ہندی افواج میں بھرتی ہوکر خوب نام پیدا کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو وفادار۔ جفاکش اور خوددار ثابت کرتے ہیں ؛

پنجابی مسلمان۔ جن میں گکھڑ۔ اعوان۔ سیال۔ گوجر۔ ٹوانہ اور راہیر شامل ہیں۔ یہ زیادہ تر کوہستان نمک کے علاقے میں پائے جاتے ہیں۔ سیال اور ٹوانہ ضلع شاہ پور اور جھنگ کے علاقے میں آباد ہیں۔ ان کا مذہب اسلام ہے۔ یہ لوگ سرکاری فوج میں بھرتی ہوکر وفاداری کا ثبوت دیتے ہیں۔ گو بعض کا پیشہ کاشتکاری ہے جو اہیر اور گوجر صوبے کے مشرقی حصے میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا زیادہ تر پیشہ زراعت اور مویشی پالنا ہے۔ اور ان کا مذہب ہندو ہے۔ لیکن مغربی حصے میں مسلمان بکثرت پائے جاتے ہیں ؛

سیّد۔ یہ اپنا نسب قریش فرقے سے منسوب کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو حضرت علیؑ کی اولاد ظاہر کرتے ہیں۔ مسلمانوں میں ان کا وہی رتبہ ہے جو ہندوؤں میں برہمنوں کو حاصل ہے ؛

جاٹ۔ مشرقی حصے میں ہندو۔ وسطی حصے میں سکھ اور مغربی حصے میں مسلمان جاٹ پائے جاتے ہیں۔ یہ لوگ نہایت عمدہ کاشتکار۔ طاقتور۔ جفاکش۔ دلیر اور عمدہ

سپاہی ہیں۔ سکھ جاٹ زیادہ تر فوجی ملازمت اختیار کرتے ہیں۔ اور اپنی محنت اور دلاوری کے باعث ناموری حاصل کرتے ہیں ◆

تجارت پیشہ قوموں میں سے جنوب مغربی حصے میں اروڑہ اور شمالی وسطی حصے میں کھتری پائے جاتے ہیں۔ راولپنڈی کے علاقے میں اکثر کھتری مالکان اراضی بھی ہیں۔ اور بعض عمدہ سپاہی ہیں۔ مشرقی اضلاع میں بنیوں کی تعداد بکثرت پائی جاتی ہے۔ کانگڑہ۔ جالندھر۔ لدھیانہ وغیرہ میں سود قوم پائی جاتی ہے۔ اُن کا مذہب ہندو ہے۔ مسلمانوں میں خوجے اور شیخ زیادہ تر تجارت پیشہ ہیں ◆

ان کے علاوہ ہر گاؤں میں کمین پائے جاتے ہیں۔ جو عام طور پر نیچی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ قومیں اعلیٰ جماعتوں کی خدمت کرتی ہیں اور ان کی ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔ حجام۔ لوہار۔ بڑھئی۔ معمار۔ زرگر۔ کمار۔ کمہار۔ موچی اور میراثی وغیرہ سب اس زمرے میں شامل ہیں ◆

اچھوت اقوام۔ ان میں چمار۔ سیگھ۔ ڈوم۔ کولی۔ مذہبی سکھ وغیرہ شامل ہیں مذہباً ہندو ہیں۔ مگر اعلیٰ قوم کے ہندو ان سے پرہیز کرتے ہیں۔ اس وقت ہندوؤں کی مختلف سبھائیں ان کے سدھار میں مصروف ہیں ◆

زبانیں۔ صوبہ پنجاب میں اکثر لوگوں کی زبان پنجابی ہے۔ لیکن مختلف اضلاع میں بلحاظ زبان بڑا اختلاف ہے۔ خالص پنجابی علاقہ ماجھا اور وسطی میدانی اضلاع میں بولی جاتی ہے۔ کانگڑہ۔ سیالکوٹ۔ گورداسپور۔ چمبہ۔ ہوشیارپور اور جموں کے پہاڑی حصے میں ڈوگری زبان بولی جاتی ہے۔ ملتان کے علاقے میں ملتانی۔ ڈیرہ غازی خاں بہاول پور میں بلوچی اور دریائے سندھ کے پار کے علاقے میں پشتو زبان مروج ہے۔ لیکن مشرقی اضلاع یعنی رہتک۔ حصار۔ کرنال۔ گوڑگانوہ وغیرہ میں ہندی زبان رائج ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ اُردو زبان استعمال کرتا ہے۔ مگر دفتری کاروبار انگریزی اور

اُردو دونوں زبانوں میں ہوتا ہے۔

سوالات

۱۔ پنجاب کا نقشہ کھینچو۔ اور اس میں خطوط متساوی الآبادی ظاہر کرو؟

۲۔ پنجاب کے کون کون سے حصے زیادہ آباد ہیں۔ کونسے کم۔ اور کیوں؟

۳۔ پنجاب میں کس کس مذہب کے آدمی پائے جاتے ہیں۔ اور ان کے طریق عبادت کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟

۴۔ پنجاب کے لوگوں کے بڑے بڑے پیشے کیا ہیں۔ بالتفصیل بیان کرو؟

۵۔ اس صوبے میں کون کون سی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ اور کن کن حصوں میں۔ نیز سرکاری کاروبار کس زبان میں ہوتا ہے؟

۶۔ باقی صوبوں کی نسبت پنجاب میں کیوں زیادہ اقوام پائی جاتی ہیں۔ ان کی چند خصوصیات بھی بیان کرو؟

تمام شد